سلسلۂ یوسفیہ

شمارہ (۳)

پھول بن

سنہ ۱۰۶۶ھ

از

ابن نشاطی

مرتبہ

عبدالقادر سروری ایم اے ایل ایل بی

لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ

سنہ ۱۳۵۵ھ

ہر دو ٹائیٹل مطبوعہ تاج پریس

پیش لفظ

اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ ولی اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی ٹکسال باہر قرار دے کر دلّی کے ان شعرا کو جنھوں نے ولی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ ولی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہوں کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کر دی، اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطبشاہ بانئ شہر حیدر آباد جو خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اُردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رُک سی گئی، اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہو گیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اُردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اُردو زبان و ادب کی قدامت مُسلم ہو گئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بُنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لُطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگار ولی کے موقع پر دکن کے مخطوطات" کی جو نمایش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہو گئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کر کے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جا رہی ہے اس کے مدّ نظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہلِ ذوق یہ معلوم کر سکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خراد پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مدفیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار ولی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :۔

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولی کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولی کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولی سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہی، غواصی، نصرتی، رستمی، وغیرہ ولی سے کم نہ تھے اور چونکہ ولی سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابل قدر ہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :۔

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کر سکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار رہوں۔"

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت نے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام۔ اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام۔ اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام۔ اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)......معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام۔ اے۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے، اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط در غلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر وسکون اور محنت وہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطبشاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر میں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست مشتملات

مقدمہ

(۱)

دکن میں اُردو مثنوی کا ارتقاء

اردو مثنوی اور اصناف کی طرح اپنی ایک تاریخ رکھتی ہے۔ اس کی مقبولیت، اس کی خصوصیات اور اس کے لوازم مختلف زمانوں میں کچھ نہ کچھ بدلتے رہے ہیں اس کا پورا سرمایہ کم و بیش چار سو سال کی پیداوار پر حاوی ہے۔

مثنوی کو دوسری اصناف کے مقابلہ میں علیحدہ جانچنے کی بعض وقت ضرورت اور خواہش اس وجہ سے داعی ہوتی ہے کہ یہ صنف چند معین خیالات کے اظہار کا آلہ رہی ہے۔ چنانچہ اس کی اصطلاحی آسانیوں کی وجہ سے ابتدا میں صوفیائے کرام نے اس کو ذریعہ بنایا تھا۔ بعد میں جب یہ زیادہ ادبی بن گئی تو قصے کے ساتھ اس کا پیوند لگا۔ اس کے بعد ایک زمانہ اس پر ایسا بھی آیا کہ یہ کسی قدر کم طویل قصوں یا مرقع کی نظموں کی صورت میں فروغ پاتی رہی۔ موجودہ زمانے میں یہ صنف، ظاہری شکل اور معنوی خصوصیات ہر اعتبار سے بہت کچھ

بدل گئی ہے۔

اس طرح اردو مثنوی کی پوری ارتقائی رفتار کو ہم چند ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ مثلاً (۱) ابتدائی عہد کے مثنوی پارے، جو زیادہ تر صوفیائے کرام کے رشحات پر مشتمل ہیں۔ یہ موجودہ رسم الخط میں لکھی ہوئی ایسی بھاشا کے نمونے ہیں جن میں عربی اور فارسی کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ ان کی بحریں عموماً برج کی ہیں۔ اور یہ منتشر پارے ساتویں صدی ہجری کے نصف آخر سے لے کر دسویں صدی ہجری کے زمانہ پر حاوی ہیں۔ دوسرا دَور ابتدائی مکمل اور طویل مثنویوں کا ہے۔ اس میں پنجاب گجرات اور بیجا پور کے ابتدائی دَور کے چند کارنامے شامل ہیں۔ اور یہ تقریباً سب کے سب ارشاد و ہدایت اور تصوف و عرفان کے حامل ہیں ان میں قابلِ ذکر گجرات کے حضرت خوب محمد چشتی کی مثنوی "خوب ترنگ" اور بیجا پور کے ایک نہایت مقدس بزرگ حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق اور ان کے خاندان کے ملفوظات ہیں، جو نظم اور نثر دونوں پر مشتمل ہیں۔ اسی دور میں اردو مثنوی کا حقیقی ڈول ڈالا گیا۔ اور اس کے آخری زمانے کا تعلق دکن اور خاص طور پر بیجاپور سے ہے۔

دکن میں مثنوی کا ارتقاء ڈھائی سو سال سے زیادہ مدت پر حاوی ہے۔

حضرت شاہ میراں جی کی وفات ۹۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے زمانے سے لے کر ۱۱۶۰ھ یعنے حضرت شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی کی مثنوی "بوستانِ خیال" کی تحریر تک، مثنوی کو مسلسل اور خاطر خواہ ترقی ہوتی رہی۔

اس ڈھائی سو سال کے طویل عرصہ کی پیداوار کو ہم کم سے کم تین عنوانات میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ پہلا عنوان :۔ عہدزرین کی مثنویاں۔ دوسرا عنوان عہد مغلیہ کی مثنویاں اور تیسرا عنوان آصفجاہی عہد کی دکنی مثنویاں ہوسکتا ہے۔ اس طرح پہلا عنوان، اردو مثنوی کے ارتقا کا گویا تیسرا باب ہوگا۔ اور دوسرا اور تیسرا عنوان بہ ترتیب، چوتھا اور پانچواں باب۔

حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق، کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی تھی آپ اوائل عمر میں ہندوستان تشریف لائے اور بیجاپور کو اپنا مستقر بنایا۔ آپ کے علم و فضل، تقدس اور سیرت کے اثرات نے، ارادت مندوں کا ایک بڑا گروہ آپ کے اطراف جمع کردیا تھا۔ چونکہ ان میں سے اکثر عربی زبان سے ناواقف اور فارسی سے بھی کچھ زیادہ مانوس نہیں تھے اس لیے، آپ نے خود ان کی زبان سیکھی اور اس میں ارشاد و ہدایت فرمائی۔ یہ ملفوظات آپ کے مریدین اور معتقدین نے عوام کے فائدہ کی خاطر لکھ لیئے۔

اس وقت اسی طرح کے کئی مخطوطے دستیاب ہوتے ہیں جو اسی یا قریبی زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں، اور نظم و نثر دونوں پر مشتمل ہیں۔

نظموں میں آپ کی مثنویوں "خوش نامہ" اور "خوش نغز" کے علاوہ کئی اور چھوٹی چھوٹی مثنویاں شامل ہیں۔ ان کے اقتباسات، موجودہ زمانہ کی اکثر ایسی کتابوں میں شایع ہو چکے ہیں، جو اس دور سے متعلق ہیں۔

حضرت شاہ میراں جی کے فرزند، حضرت شاہ برہان الدین جانم بھی بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ آپ کے ملفوظات میں "سکھ سہیلا" "منفعت ایمان" اور "ارشاد نامہ" وغیرہ اب منظر عام پر آچکے ہیں۔ اسی طرح حضرت شاہ برہان الدین جانم کے فرزند حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ کے ملفوظات میں بھی کئی نظمیں اور کسی قدر طویل مثنویاں شامل ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" "نظم قربیہ" "محب نامہ" قابلِ ذکر ہیں۔ اس خاندان کے ارشادات تمام تر مذہبی اور متصوفانہ خیالات پر مشتمل ہیں۔

اسی طرح کے اور بھی نظم و نثر کے رسالے موجود ہیں، جو صوفیائے کرام کے ملفوظات پر مشتمل ہیں۔ یہ رسالے زیادہ تر بیجاپور کے ابتدائی چار حکمرانوں کے عہد سے متعلق ہیں۔

دکن کی ادبی تاریخ میں بیجاپور کے ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ تا ۱۰۳۷ھ) اور گولکنڈہ کے محمد قلی قطب شاہ (۹۸۸ تا ۱۰۲۰ھ) کے عہد کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں سلاطین کی سرپرستی میں ادبی ذوق کی ترقی شروع ہوئی اور بلند پایہ شعرا نشو و نما پانے لگے۔ ان میں محمد قلی کے درباری شاعر وجہی کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے، جس کی مثنوی "قطب مشتری" (۱۰۱۸ھ) عمدہ شعری کارنامہ ہے۔ وجہی کے بعد اس فن کو سب سے زیادہ ترقی عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ تا ۱۰۸۳ھ) کے عہد کے مشہور شاعر غواصی نے دی۔ غواصی کی دو مثنویاں "سیف الملوک و بدیع الجمال" (۱۰۳۵ھ) اور "طوطی نامہ"

(۱۰۵۹ھ) قدیم اردو کے ترقی یافتہ اور بسیط شعری کار ۱۰

اردو مثنوی کو جس معیار تک پہنچا دیا تھا،

بن گیا۔

مقیمی جو اسی عہد کا شاع

میں سے ہے اپنے آز

"چندر بدن اور مہ

زیادہ اہمیت

قصے کی طرح بے حد مشہور ہے۔

مقیمی کے زمانے سے مثنوی لکھنے کا طریقہ بیجاپور میں عام ہوگیا۔ اب مذہبی مثنویوں کے بجائے ادبی مثنویاں لکھی جانے لگیں۔ چنانچہ امین جو مقیمی ہی کا معاصر اور ہم وطن تھا، اس کے اثر سے فارسی کے ایک قصے کا ترجمہ "بہرام وحسن بانو" کے نام سے کیا۔ لیکن اس کی تکمیل وہ نہ کرسکا۔ اور بعد کے ایک بیجاپوری شاعر دولت نے سنہ ۱۰۵۰ھ میں اس کی تکمیل کی۔

مقیمی تک زیادہ تر اردو مثنویوں کا مواد یا تو طبعزاد ہوتا تھا یا برج بھاشا سے

مانے کے ایک شاعر احمد نے فارسی سے استفادہ

لیکن "بہرام اور حسن بانو" کے بعد سے

میں زیادہ تر فارسی مثنویوں سے

ادل شاہ کے دربار کے ایک شاعر

کی چھات کے ایک قصے

کے ہم وطن شاعر

سنہ ۱۰۵۹ھ میں

بیجاپور ہی کے ایک اور شاعر، کمال خاں رستمی نے ابن حسام کے مشہور فارسی رزمیہ "خاورنامہ" کو نظم کیا۔ یہ اردو کی پہلی قابلِ ذکر رزمیہ مثنوی ہے۔ نہ صرف اس لحاظ سے بلکہ، بیان اور زورِ قلم کے اعتبار سے بھی یہ کارنامہ قابلِ قدر ہے۔

"خاورنامہ" کے بعد جو مثنوی لکھی گئی وہ گولکنڈہ کے شاعر، جنیدی کی "ماہ پیکر" (۱۰۶۴ھ) ہے۔ لیکن اس کا مخطوطہ اب نایاب ہے۔ اس کا ذکر مختلف حوالوں کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے بارہ سال بعد گولکنڈے کا ایک اور شہ کار لکھا گیا یہ ابن نشاطی کی مثنوی "پھول بن" ہے۔ جو اس میں شک نہیں کہ ایک فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے۔ لیکن آزاد۔ چنانچہ اس میں جگہ جگہ ماحول اور عہد کے اثرات نمایاں ہیں۔ غواصی کے بعد یہ دوسرا بڑا، اور اسی کی ٹکر کا شاعر تھا۔ جس نے مثنوی کے معیار کو اسلوب اور تکمیل کی حد تک بلند کیا بعد کے شاعروں نے، غواصی کی طرح، اس کے کارنامے کو نمونہ بنایا۔ چنانچہ ہنر فرزند عشرتی، کی مثنوی "نیہ درپن" (۱۰۴۴ھ) میں اس کے ثبوت ملتے ہیں۔

بیجاپور میں علی عادل شاہ ثانی کے عہد تک اردو شاعری کا ذوق خاطر خواہ ترقی کر چکا تھا۔ چنانچہ خود اس کے دربار نے ملک الشعراء

نصرتی جیسے زبردست سخن پردازوں کی پرورش کی۔ نصرتی بیجاپور کے لازوال شعرا میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی مثنویوں میں سے ایک "گلشن عشق" جو ۱۰۶۷ھ میں لکھی گئی، ہندوستان کے مشہور قصے "منوہر مدمالتی" کی عشقیہ داستان ہے اس کی دوسری مثنوی "علی نامہ" رزمیہ اور تاریخی مثنوی ہے۔ اس میں علی عادل شاہ اور مرہٹوں وغیرہ کی جنگوں کے حالات نہایت تفصیل سے پیش کیے گئے ہیں۔ لفظیات کے اعتبار سے "علی نامہ" کی وسعت کو اردو کے بہت کم کارنامے پہنچ سکتے ہیں۔ نصرتی کے اسلوب میں ادبیت اور لطف بھی موجود ہے۔ وہ جنگوں کے نقشے نہایت عمدگی سے اور حقیقی پیش کرسکتا تھا۔ "علی نامہ" کی تکمیل ۱۰۷۶ھ میں ہوئی۔ اس عہد کی آخری مثنویوں کے ذکر سے پہلے گولکنڈہ کی ایک اور مثنوی "بہرام وگل اندام" کا تذکرہ ضروری ہے جو ۱۰۸۱ھ میں لکھی گئی۔ یہ بہت زیادہ اہم کارنامہ نہیں ہے۔ تاہم غواصی اور ابن نشاطی کے دبستان کی تمام خوبیوں اور خصوصیات کا حامل ہے۔

دوسری مثنوی "ظفر نامہ نظام شاہ" ایک رزمیہ ہے جو تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں رام راجہ سے دکن کی دوسری سلطنتوں کی جو جنگ ہوئی تھی، اس کا شاعرانہ حال درج ہے۔ اس کا مصنف حسن شوقی، بلند پایہ شاعر تھا۔

جس کو پہلے نظام شاہی دربار (احمد نگر) سے توسل رہا۔ پھر وہ بیجاپور آیا۔ آخر میں محمد قطب شاہ کے زمانہ میں گولکنڈہ آگیا تھا۔ اس کی ایک اور مثنوی "میزبانی نامہ" بھی ہے۔

نصرتی کے بعد سوائے ہاشمی کے بیجاپور میں ایسے بلند پایہ شاعر کم پیدا ہوئے جن کے کارنامے دیرپا دلچسپی کے حامل ہوں۔ صرف شاہ ملک کا ذکر اس کی ضخیم مثنوی "شریعت نامہ" کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ یہ مثنوی سنہ ۱۰۶۶ھ میں لکھی گئی تھی۔ ہاشمی وسیع دلچسپیوں کا انسان تھا۔ عادل شاہی سلطنت کے زوال کی وجہ سے زمانہ بھی بدل چکا تھا، اس لیے اس نے اپنی شاعری میں عام راستہ سے تجاوز کیا اور ریختی اور غزل پر توجہ صرف کی۔ اس دور میں دکن کی آخری مثنویاں زیادہ تر گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ چنانچہ امین، غلام علی، فائز، اور لطیف، جن کی تصنیفات سنہ ۱۰۹۰ھ سے لے کر سنہ ۱۱۰۰ھ کے زمانہ پر حاوی ہیں، سب گولکنڈہ ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔

امین، حضرت عمر کے فرزند ابوشحمہ کے متعلق ایک فرضی قصے کا مصنف ہے، جو ۱۰۹۰ھ میں، لکھا گیا ہے۔ اس کے ایک سال بعد غلام علی نے "پدماوت" کے قصہ کو منظوم کیا۔ اس کا ماخذ فارسی سے زیادہ ہندی قصہ

تھا۔ فائز، "رضوان شاہ روح افزا" (۱۰۹۴ھ) کا مصنف ہے۔ لطیف نے ایک رزمیہ مثنوی لکھی ہے جو "ظفر نامہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں "خاور نامہ" کا زور بیان اور "علی نامہ" کا لطف موجود نہیں ہے۔

۱۱۰۰ھ کے قریب دو ڈھائی سال کے اندر اندر بیجاپور اور گولکنڈے کے ادبی اور علمی مرکزوں کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ علما اور خاص طور پر اردو زبان کے شاعر، جو عادل شاہی اور قطب شاہی سلاطین کی سرپرستی میں اپنے ذوق کی تکمیل میں منہمک تھے، منتشر ہونے لگے۔ کیونکہ ان سلاطین کے جانشین یعنی مغلیہ امراء کو اردو شاعری کا چسکا ابھی نہیں لگا تھا۔ شہنشاہی احساس کے ساتھ فطرتاً وہ شہنشاہی دربار کی ادبی روایات اپنے ساتھ لائے تھے۔ تاہم اردو شاعروں کے قدم اکھڑے تو اس سرزمین میں فارسی شعراء کے قدم بھی نہ جم سکے۔ اردو شعراء ہی نے دکن کے اگلے ادبی روایات کا تسلسل قائم رکھا۔ لیکن یہ خود منتشر ہو گئے تھے۔ ان کی شعری پیداوار کی یکسانیت منتشر ہو گئی اور یہ خصوصیت انکے کارناموں سے ظاہر ہے۔

چنانچہ دکن میں مغلوں کے تسلط کے بعد جو کارنامے ہمارے سامنے آتے ہیں، وہ بڑی حد تک ان کے پیدا کرنے والوں کی ذہنی حالت کا عکس پیش کرتے ہیں۔ اس زمانے کی شعری پیداوار کو ہم چار شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) مرثیے (۲) مذہبی نظمیں (۳) متصوفانہ نظمیں (۴) نیم مذہبی نظمیں۔
دکن کے شعرا نے مرثیہ کے لیے متنوع شعری صنفوں کا استعمال کیا ہے۔ لیکن اس طرز کا زیادہ کلام قافیہ کی ترتیب میں قصیدے کی شکل رکھتا ہے۔ اس لیے یہ ہمارے دائرہ سے باہر ہے۔ دوسری قسم کی نظموں میں ولی ویلوری کی "روضۃ الشہدا" (سنہ ۱۱۳۰ھ) ضعیفی کی "ہدایت ہندی" ذوقی کی "وصال العاشقین" جیسی طویل مذہبی نظمیں شامل ہیں۔ اس دور میں تیسری قسم کی نظمیں بہت زیادہ مقبول ہوئیں۔ ان میں سب سے پہلے قاضی محمد محمود بحری کی "من لگن" کا ذکر ضروری ہے۔ بحری اصل میں بیجاپور کے رہنے والے تھے بیجاپور کی شکست کے بعد یہ حالِ تباہ گولکنڈہ پہنچے۔ دو سال بعد گولکنڈہ کی سلطنت کا سایہ بھی سر سے جاتا رہا۔ "من لگن" تصوف کی قدیم نظموں میں خاص اہمیت رکھتی ہے یہ اور حسدی کی "پنچھی باچھا" جو "منطق الطیر" کا ترجمہ ہے، بہت پڑھی جاتی تھیں۔ ان کے علاوہ عشرتی کی متصوفانہ نظمیں "چیت لگن" اور "دیپک پتنگ" بھی کافی مقبول تھیں۔

نیم مذہبی نظموں میں محمد علی عاجز کے قصے قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں فقہ، عقائد وغیرہ کے مسائل کو قصے کے پیرایہ میں بیان کیا جاتا تھا۔ اِن قصوں

کو بھی اپنے زمانہ میں کافی مقبولیت حاصل رہی۔

دکن میں مثنوی کی ترقی کا آخری زمانہ آصفجاہی سلطنت کے قیام کا ابتدائی دور ہے۔ یہ ایک عبوری زمانہ ہے جس میں قدیم خیالات اور قدیم روایات کی کچھ تو شکست وریخت ہوئی اور کچھ نئی تعمیر شروع ہوئی۔ زبان اور خیال کے سانچوں کے لحاظ سے اس دور سے بڑا انقلاب رونما ہونے لگا۔

اس دور کا سب سے بڑا شاعر ولی ہے۔ جس نے اپنی شاعری میں نئے ماحول اور بدلے ہوئے مذاق کو سب سے زیادہ جگہ دی۔ اس کے بعد، شعراء کو اس کے نقشِ قدم پر چلنا آسان ہوگیا۔ مثنوی کی حد تک ولی کا کوئی بڑا کارنامہ نہیں۔ اس نے صرف دو تین چھوٹی چھوٹی مثنویاں لکھیں۔ ان میں سے دو بزرگوں کی تعریف میں ہیں۔ مگر ایک مثنوی جو تیس پینتیس شعر کی ہے، نہایت اہم ہے۔ اس مثنوی کا عنوان "مثنوی در تعریف شہر سورت" ہے۔ یہ اگلی تمام مثنویوں کے مقابلہ میں جداگانہ نوعیت رکھتی ہے اس وقت تک اردو میں مثنوی مرقع نگاری کے لیے استعمال نہیں ہوئی تھی۔ ابتدائی چھوٹی چھوٹی مثنویاں متصوفانہ تھیں۔ بعد میں وجہی کے زمانہ سے اس میں قصے

لکھے گئے - کچھ رزمیہ مثنویاں بھی لکھی گئیں - عربی شعراء اس نوع کے خیالات کے لیے، قصیدہ کا استعمال کرتے تھے - فارسی شعراء نے بھی انہیں کی پیروی کی -

ولی کے اثر سے، جب دہلی میں اردو شاعری کو فروغ ہوا تو ابتدائی زمانہ کے شعرائ جیسے شاہ حاتم اور آبرو نے ولی کی اسی مثنوی کی پیروی کی - میر تقی میر کے سامنے یہ نمونے تھے - اس لیے ان کی وہ مثنویاں جو فارسی کی تقلید میں نہیں لکھی گئی ہیں، اسی طرز کی ہیں - فارسی کی قصہ دار مثنویوں کے نمونے پر میر نے جو مثنویاں لکھیں وہ، ابتدائی نوعیت کی ہیں -

ولی کے بعد دکن میں دونوں طرح کی مثنویاں رائج ہوگئیں - خود ان کے جانشین، حضرت شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی نے، ایک طویل مثنوی "بوستانِ خیال" کے علاوہ کئی چھوٹی چھوٹی مثنویاں بھی لکھیں، جو متصوفانہ خیالات سے مملو ہیں - سراج کی طویل اور قصہ دار مثنوی "بوستانِ خیال" اس دبستان کی دکنی مثنویوں کا سب سے بہتر کارنامہ ہے، اور اردو کی تمام مثنویوں میں اس کا درجہ "سحر البیان" کے بعد ہے - انداز بیان، صداقت جذبات، تکمیل اور شعری خوبیوں کی بدولت ہر زمانہ میں قدر کی نظر سے دیکھی جائیگی -

بوستانِ خیال" کے بعد دکن میں مثنوی نگاری کے ذوق پر تنزل طاری ہونے لگا تاہم اس آخری دور میں بھی دو تین مثنویاں ایسی لکھی گئیں، جن کی ادبی اہمیت کبھی کم نہیں ہو سکتی۔ ان میں سب سے پہلے قابلِ ذکر لالہ لچھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی کی "تصویرِ جاناں" ہے۔ جو قصے کی ندرت اصلیت اور ادبی معیار کی بلندی کے باعث اردو کی بہترین مثنویوں میں شمار کی جا سکتی ہے۔ دوسری مثنوی "لعل و گوہر" ہے۔ جس کے مصنف عارف الدین خاں عاجز اورنگ آباد کے شعرا میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ مثنوی قدیم طرز کے فوق فطری قصوں سے کچھ زیادہ امتیاز نہیں رکھتی، لیکن عاجز کا انداز بیان صاف ستھرا اور موجودہ روز مرہ سے بہت قریب ہے۔ چونکہ اس زمانے میں، اورنگ آباد کو سیاسی مرکزیت حاصل تھی، اس لیے یہاں اچھے اچھے شاعر جمع ہو گئے تھے۔ اور دکن کا پایہ تخت حیدرآباد میں منتقل ہونے تک، اورنگ آباد کو ادبی مرکزیت حاصل رہی۔ چنانچہ کئی سخن پرداز اکناف ہند سے آکر یہیں فروکش ہو گئے تھے۔ ان میں شاہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جو برہان پور سے آکر اورنگ آباد میں رہتے تھے اور ان کے اطراف شاگردوں کا ایک خاصہ

مجمع تھا۔ وہ شفیق کے ہم عصر اور دوست تھے۔ شفیق نے اپنے "تذکرے "چمنستان شعراء" میں ان کی ایک مثنوی "شمشاد و صنوبر" کے اقتباسات دیے ہیں۔ یہ مثنوی خاصی ضخیم بتلائی جاتی ہے۔ لیکن اب تک اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ اقتباسات سے ظاہر ہے کہ یہ مثنوی اچھی ہوگی۔

اس خاکے کے ختم کرنے سے پہلے ایک اور سخن سنج کا ذکر ضروری ہے جو اپنے زمانے کے استاد شمار کیے جاتے تھے۔ یہ شبیر محمد خاں ایمان' شاگرد حضرت شاہ تجلی ہیں۔ ایمان کا نشو و نما نواب نظام علیخاں آصفجاہ ثانی کے آخر عہد میں ہوا۔ یہ پرگو شاعر تھے۔ انہوں نے کئی چھوٹی چھوٹی مثنویاں بھی لکھی ہیں' جو پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہیں۔

موخر الذکر سخن سنج در اصل قدیم دبستان کے آخری شاعر تھے ان کے بعد' نئے عہد کے نئے تخیلات اور نئے روزمرہ کے اثرات نے 'قدیم دبستان کو متاثر کرنا شروع کیا۔ اور قدیم تخیلات پر بڑی شکست و ریخت طاری ہوئی۔ اس دوران میں' دکن کی اردو شاعری پر پژمردگی سی چھا گئی تھی۔ یہاں تک موجودہ عہد سے پہلے جب یہ شکست و ریخت مکمل ہو گی' جدید احساس نے اردو شاعروں میں ایک نئی روح پھونک دی۔

۲

مُصنّف

اور

کارنامہ

(۱)

مُصنّف

(یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر "پھولبن" مشہور اور مقبول ہے، اس کے مصنف، ابن نشاطی کی حیات اسی قدر تاریکی میں ہے۔ یوں تو اس عہد کے اکثر و بیشتر شعرا کے حالات پردۂ خفا میں ہیں، لیکن ان میں بھی ابن نشاطی کی زندگی کے واقعات خاص طور پر، ہماری نظر سے اوجھل ہیں۔ قدیم اُردو شعرا کے تذکروں کی کمی کا بڑا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو، شعرا کے تذکرے لکھنے کا خیال اس زمانہ میں نہیں پیدا ہوا تھا، دوسرے اس عہد کی تاریخیں بھی کم ملتی ہیں۔ جو تاریخیں موجود ہیں، وہ تمام تر فارسی میں ہیں۔ ان میں سے بھی ابن نشاطی کے زمانے، یعنے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد پر بہت کم حاوی ہیں۔ فارسی تاریخوں میں، کہیں کہیں ایسے فارسی شعرا کا ذکر کر دیا جاتا ہے

جو دربار سے توسل رکھتے تھے۔ ان تاریخوں کے مصنفین میں سے بہت سے
ایسے ہیں جو اردو شعراء کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے تھے۔

ابن نشاطی کے کارنامہ کا ذکر سب سے پہلے غالباً اسٹیوارٹ نے
کیا، جس کی فہرست میں "پھولبن" شامل تھی۔ اس نے مثنوی کے اشعار
سے پتہ چلا کر یہ بھی لکھا ہے کہ یہ "بساتین" کا ترجمہ ہے (ملاحظہ ہو شعر [۲۳۹])
لیکن مصنف کے حالات کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا تھا اس لیے اس معاملے میں وہ
خاموشی اختیار کرتا ہے۔

ابن نشاطی کا تذکرہ سب سے پہلے، گارساں دتاسی نے کسی قدر
تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن وہ اس کا دوسرا نام آواری سمجھتا تھا،
اور اسی نام کے تحت اس نے مصنف اور "پھولبن" کے واقعات لکھے
ہیں جو حسب ذیل ہیں :-

"آواری۔ (ابن نشاطی) ایک مسلمان مصنف ہے، جو شیعہ مذہب
سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ حسب ذیل کتابوں کا مصنف ہے۔

(۱) ایک پریوں کا افسانہ، جو دکھنی نظم میں ہے، اور جس کا عنوان
"پھولبن" ہے۔ یہ طیلہ شاہ TAILA SHAH اور شہزادی پھولبن کا قصہ ہے۔

یہ ایک فارسی کتاب "بساتین" کا ترجمہ بتلایا جاتا ہے۔ اس کتاب کا ذکر محمد ابراہیم نے اپنے دیباچہ "انوار سہیلی" (صفحہ ۱۱) میں، دکھن کی مشہور ترین کتاب کی حیثیت سے کیا ہے۔ اگر اسٹیوارٹ کے قول کا اعتبار کیا جائے، تو اس کی تصنیف ۱۰۵۹ھ (۱۶۴۹ء) میں ہوئی۔ ایک مخطوطے کے اعتبار سے جو انڈیا آفس کا مملوکہ ہے، اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ - ۱۶۵۶ء) ہے۔ یہ نسخہ جو عمدہ نقوش سے مزین ہے بدقسمتی سے ناکمل ہے۔ کئی اوراق غائب ہیں، اور کئی ایسے بے ترتیب ہیں کہ اس کے استعمال کو مشکل بنا دیتے ہیں۔

اس کتب خانہ میں ایک اور مخطوطہ اس نظم کا صرف ابن نشاطی کے نام کے ساتھ موجود ہے۔ جس کے ۱۳۰ صفحات ہیں اور سائز آکٹیو۔

(۲) اس مصنف کی ایک اور تصنیف "طوطی نامہ" (طوطے کی کہانیاں) بھی ہے، جو ہندوستان کا ایک مقبول قصہ ہے۔ یہ ایک مثنوی ہے جو ۱۰۴۹ھ (۱۶۳۹ - ۱۶۴۰ء) میں لکھی گئی ہے۔ یہ نخشبی کی فارسی کتاب کا ترجمہ، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا چربہ ہے، جس کا ایک نسخہ عجیب و ۳
غریب نقوش سے مزین، پارس میں بھی ہے یہ نسخہ جو ہندوستان سے جنرل الارڈ

کے ساتھ آیا تھا، بیرن فوئیے (کونشی) M. LE BARON FEUILLET DE CONCHES

کے پاس موجود ہے۔

اسی موضوع پر دو سرے ہندوستانی کارنامے جو غواصی اور حیدری کے ہیں، ان کا ذکر میں ان کے مقام پر کرونگا۔ کئی اور ترجمے بھی مختلف مصنفین کے موجود ہیں۔ ان میں سے جن سے میں واقف ہوں ایک دکھنی نثر میں ہے اور جس کا نسخہ ان فلکونے F. FALCONER کے قبضہ میں ہے۔ دوسرا ہندوی زبان اور ناگری خط میں ہے جس کا ایک نفیس نسخہ چھوٹی تقطیع کا میرے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

فورٹ ولیم کالج کے کتب خانہ میں ہندوستانی زبان کی ایک جلد ہے جو "منتخبِ طوطی نامہ" سے موسوم ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ انتخابات کہاں سے لیے گئے ہیں۔

آداری کی کتابیں سلطان عبداللہ قطب شاہ، جانشین محمد برادر قلی قطب شاہ کے نام سے منسوب ہیں، قلی قطب شاہ کی ہندوستانی شاعری قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔ اس کا ذکر میں "قطب شاہ" کے مضمون میں کرونگا۔ یہ وہی عبداللہ ہے جس نے مغل شہنشاہ

شاہجہاں کی اطاعت قبول کی تھی۔
دوسری کتاب وہی معلوم ہوتی ہے جس کا ذکر غواصی کے تذکرہ میں کیا جائیگا۔کیا یہ موخرالذکر مصنف اور اس تذکرہ کا مصنف شاید ایک ہی ہوں گے"۔ (تاریخ زبان وادب ہندوستانی وہندی جلد اول صفحہ ۲۵۶)

دتاسی کا یہ بیان ابن نشاطی کی ذات کی حد تک مختصر اور ایک حد تک پریشان کن ہے۔ اس مضمون سے متعلق چند نوٹ بھی لکھے گئے ہیں۔ سب سے پہلا نوٹ "آذری" کے متعلق ہے۔اسے وہ فارسی لفظ "آوارہ" کا ہم معنی سمجھتا ہے۔ چنانچہ فرانسیسی میں اس نے اس کا مطلب جس لفظ سے ظاہر کیا ہے وہ "کاہل" 'بے مقصد پھرنے والا' کا مترادف ہے۔دوسرا نوٹ "پھولبن" پر ہے۔اسے وہ ہیرائین کا نام بھی بتاتا ہے۔ تیسرا نوٹ "بساتین" سے متعلق ہے۔اور وہ لکھتا ہے کہ "ممکن ہے کہ یہ وہی فارسی کارنامہ ہو جو جادو کے موضوع پر ہے اور جس کا ذکر حاجی خلیفہ نے کیا ہے"۔
لیکن آخری حصہ بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسے "آذری" اور "غواصی" کے ایک ہی شخص ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔تاہم وہ اس کا تصفیہ نہیں کرسکتا۔اس سلسلہ میں

اسے جو غلط فہمیاں ہوئی ہیں، ان کا ذکر آگے کیا جائیگا۔

ابن نشاطی کے زمانے سے کوئی سو سال بعد، جب اُردو شعراء کے تذکرے لکھنے کا خیال پیدا ہوا تو اس وقت تک اکثر شعراء گمنام ہو چکے تھے۔ صرف غواصی کا ذکر تو اُردو شعراء کے ابتدائی تذکروں میں ملتا ہے، لیکن دوسرے بہت سے شعراء ان تذکرہ نگاروں کی نظر سے اوجھل رہے۔

حال کے زمانے کی بعض تصنیفات، جیسے "دکن میں اردو" اور "اردوئے قدیم" میں ابن نشاطی کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرے زیادہ تر دتاسی ہی کے بیان پر مبنی ہیں۔ مثلاً "اردوئے قدیم" میں ابن نشاطی پر حسب ذیل نوٹ لکھا گیا ہے:-

"ابن نشاطی، گولکنڈہ کا باشندہ ہے۔ اور سلطان عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر ہے اس نے دو کتابیں لکھی ہیں اور انہیں سلطان عبداللہ کے نام سے نامزد کیا ہے[۱]۔"

یہی ناکافی مواد "اردو شہ پارے" کی اشاعت تک ہماری دسترس میں تھا

---

[۱] اردوئے قدیم۔ مطبوعہ تاج پریس ص ۵۹ ۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ نے مثنوی کے تفصیلی مطالعہ سے بعض مزید امور کا پتہ چلایا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"وہ (ابن نشاطی)..... نثر نویس تھا۔ اور اس سے قبل شعر گوئی کی کوشش نہیں کی تھی وہ اپنے زمانے کے زندہ شاعروں کی توصیف و تعریف کا خواہشمند نہیں۔ وہ ان کا ذکر بھی نہیں کرتا، صرف فیروز، محمود، خلیقی (خیالی؟) اور شوقی کو پسند کرتا ہے ....

"پھولبن" کا خاتمۃ البیان' گولکنڈے کی اردو شاعری اور مصنف کی زندگی کی نہایت اہم دستاویزوں میں سے ہے۔ یہ اصل کتاب کی تکمیل کے کئی برس بعد شریک کیا گیا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو اس تصنیف کے بعد سے کیسی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ ایک طرف بادشاہ نے اسے شایان شان سرفراز کیا تو دوسری جانب کتاب کے ادبیانہ طرز بیان نے پبلک کو بھی اس کا گرویدہ بنالیا۔

"اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ قلعہ سدھوٹ میں ایک دولتمند جاگیردارنی تھی، جو..... ادبیات سے بے حد لگاؤ رکھتی تھی۔ وہ ابن نشاطی کی تصنیف سے بے حد محظوظ ہوئی۔ اور چاہا کہ اس کو عمدہ تصاویر کے

ساتھ نقل کردیا جائے۔ اس نے شادی کے بیان کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا' یہ بتا دینا خالی از دلچسپی نہیں کہ انڈیا آفس کا مخطوطہ خوش قسمتی سے وہی نسخہ ہے جو اس خاتون کیلئے لکھا گیا تھا۔ اس میں متعدد خوشنما اور اعلیٰ درجہ کی تصاویر ہیں اور نفیس خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔

خود مصنف کی بھی ایک پاکیزہ اور چھوٹی تصویر ہے' جو غواصی کی تصویر سے' جو اس کے سیف الملوک کے مخطوطے میں ہے' زیادہ اصلی اور فن کارانہ ہے۔ اس میں ابن نشاطی ایک ادھیڑ شخص دکھایا گیا ہے' جو اپنے دیوان خانے میں' ہاتھ میں بیاض لیے بیٹھا ہے''۔ (اردو شہ پارے صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۱)

مولوی نصیر الدین ہاشمی نے اپنی حالیہ تالیف ''یورپ میں دکھنی مخطوطات'' میں ''پھولبن'' اور ابن نشاطی کے متعلق زیادہ تر یہی امور لکھے ہیں لیکن انہوں نے سدھوٹ کے نسخے میں' جو اضافے بعد کو کئے گئے ہیں' ان کو کسی قدر صراحت سے بیان کیا ہے۔

ان تمام واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ابن نشاطی کے حالات پر' خارجی ذریعوں سے بہت کم روشنی پڑ سکی ہے۔ ان کا سب سے بڑا اور واحد ماخذ' اس کی تصنیف'' پھولبن'' ہی ہے۔

گارساں دتاسی کو ابن نشاطی اور "پھولبن" کے متعلق چند غلط فہمیاں ہوگئی تھیں۔ مثلاً یہ کہ وہ "آواری" اور ابن نشاطی کو ایک ہی شخص سمجھتا تھا۔ چنانچہ وہ "پھولبن" اور "طوطی نامہ" کو اسی کی تصنیفات بتلاتا ہے۔ آخر میں وہ اس شبہ کا اظہار کرتا ہے کہ ممکن ہے غواصی اور آواری ایک ہی شخص ہو۔ اس طرح اس کے بیان کے بموجب آواری، غواصی اور ابن نشاطی، تینوں ایک شخص قرار پاتے ہیں۔ پھر "پھولبن" کے قصے کے متعلق بھی اس کے بیان کا ایک حصہ صحیح نہیں ہے۔

بظاہر دتاسی کو یہ غلط فہمی، اسٹیوارٹ کی توضیحی فہرست کے سبب ہوئی۔ اس میں "پھولبن" اور "طوطی نامہ" کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کا نوٹ حسب ذیل ہے:-

"۹ و ۱۰ "پھولبن" اور "طوطی نامہ"۔ دو جلدیں۔ کوارٹو (تقطیع) شکستہ آمیز تحریر اول الذکر تیلو شاہ TAILU SHAH اور شہزادی "پھولبن" کی داستان ہے۔ جو "بساتین" کا ترجمہ بتلائی جاتی ہے۔ یہ کئی تصویروں سے مزین ہے جن سے ایرانی لباس کی وضاحت ہوتی ہے۔ موخر الذکر نخشبی کے فارسی "طوطی نامہ" کا دکھنی نظم میں

ترجمہ ہے۔

مصنف آواری۔عبداللہ قطب شاہ (۱۶۴۹-۱۶۵۳ئ) کے نام سے معنون ہیں۔" (فہرست کتب خانہ ٹیپو سلطان۔مطبوعہ ۱۸۰۲ صفحہ ۱۸)۔

اس میں شک نہیں کہ اسٹیوارٹ نے اثباتی طور پر یہ نہیں لکھا کہ "پھولبن" اور "طوطی نامہ" دونوں کا مصنف آواری ہے۔لیکن اسی کے بیان سے اس غلط فہمی کی گنجائش ہے۔اور قرینِ قیاس یہ ہے کہ دتاسی کا ماخذ یہی فہرست تھی۔تاہم اس نے کتابوں کو پڑھ کر ابن نشاطی اور غواصی کا بھی پتہ چلا لیا تھا، گو وہ اس غلطی کی اصلاح نہ کر سکا جو اسٹیوارٹ کے بیان سے پیدا ہو گئی تھی۔بلکہ ایک حیثیت سے اس کی توضیح کرتا ہے۔اسٹیوارٹ کو "پھولبن" کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا تھا۔

مرتب اوراق ہذا کا خیال یہ ہے کہ اسٹیوارٹ کی غلط فہمی کی بنا اس طرح ہوئی کہ نقصِ کتابت یا کسی اور سہو کی وجہ سے پہلے کسی نے "غواصی" عواصی پڑھ لیا اور اسی طرح انگریزی میں لکھ دیا۔دوبارہ پھر اس نام کی نقل کرتے وقت Awasni کا "یس" جو بعض وقت تحریر میں "آر" سے بہت مشابہ ہو جاتا ہے "آر" پڑھ لیا گیا۔اور یہ "اواری" ہو گیا۔اس امر کی تائید کہ اواری دراصل

غواصی کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں تھا، اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ دتاسی نے "طوطی نامہ" کا جو سنہ تصنیف (۱۰۴۹ھ) لکھا ہے، وہ غواصی کے "طوطی نامہ" ہی کا سنہ ہے۔

جہاں دتاسی نے 'غواصی کے" طوطی نامہ" کا ذکر علحدہ کیا ہے، وہاں مصنف کے نام کے متعلق کسی طرح کی غلط فہمی کی گنجائش نہیں تھی۔

دوسری چیز، "پھولبن" کے قصے کے متعلق غلط فہمی ہے۔ اسٹیوارٹ اور دتاسی دونوں ہی نے اس کو تیلو، نیلا یا طیلہ شاہ اور شہزادی پھولبن کی داستان بتلایا ہے۔ مرتب کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اس غلط فہمی کی بنیاد کیا تھی۔ کیونکہ جیسا کہ قصے سے ظاہر ہے۔ کہیں کسی بادشاہ کا نام قصہ گو نے نہیں بتلایا۔ صرف ایک جگہ شعر نمبر ۴۰۳ میں اگر بادشاہ کا نام سمجھا ہی جاسکتا ہے تو وہ سلطان عادل ہے دوسرا نام رانی سنوتی کا ہے، آخری قصے میں تین نام آتے ہیں سمن بر، ہمایوں فال اور ملک آرا۔ ان میں سے کسی نام کے مذکورۂ بالا ناموں سے خلط ملط ہونے کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی۔

پھر کسی شہزادی کا نام، "پھولبن" بہت ہی عجیب غریب

چیز معلوم ہوتی ہے ۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ "پھول بن" کسی ایک بادشاہ کا قصہ ہے ۔

"پھول بن" جس طرح ابن نشاطی کے حالات کا ماخذ ہے، اسی طرح وہ اس کا سرمایۂ حیات بلکہ عین حیات ہے ہمارے لیے اس کی زندگی اسی کارنامے سے شروع ہوتی ہے اور اسی پر ختم ہو جاتی ہے ۔ اس سے پہلے کا ابن نشاطی ہماری دسترس میں نہیں ہے ۔

ابن نشاطی کے خاندان اور ولادت کا حال بالکل پردۂ خفا میں ہے ۔ لیکن اس کی تعلیم و تربیت کے متعلق، بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ وہ اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی ۔ وہ ایک لکھا پڑھا انسان تھا، فارسی ادب اور شاعری کے علاوہ فنِ بلاغت اور خاص طور پر علمِ معانی اور بدیع سے اسے خاص لگاؤ تھا ۔ اپنی فارسی دانی پر وہ ایک حد تک ناز بھی کرتا ہے کہ "تجھے آج فارسی میں دستگاہ حاصل ہے ۔ تیرے بغیر کوئی ترجمہ بھی نہیں کر سکتا ساری صنعتوں پر تیری نظر ہے بے کار اپنی اوقات مت ضایع کر"

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج　　نہ کرسکتا ترجمہ بھی کوئی تجھ باج
تجھے [illegible] صنعتاں　　نکو اوقات کر توں اپنا ضایع

جن حساس طبیعتوں کی پرورش ایسے شعری ماحول میں ہوئی ہو، جیسا کہ عبداللہ کے زمانہ میں گولکنڈے میں موجود تھا، ان کا شاعر بن جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ابن نشاطی کی طبیعت میں وہ فطری ملکہ موجود تھا جو ایک اچھے شاعر کے لیے از بس ضروری ہے، لیکن وہ اپنی شاعری سے زیادہ، اپنی انشا پردازی پر نازاں تھا۔ چنانچہ مثنوی کے خاتمہ کے اشعار میں وہ کہتا ہے کہ "انشاء کی طرف میری توجہ ہمیشہ رہی، اور اس سے طبیعت کو ایک حظ حاصل ہوتا ہے"۔

اہے انشا پو میرا میل دائم   طبیعت کو مری ہے حظ بدائم

لیکن اس وقت اس کی انشاء پردازی کا کوئی نمونہ نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ یہ بھی نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ کس زبان میں انشاء پردازی کرتا تھا۔ جس طرح اس نے اپنی انشا کا ذکر کیا ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اگر یہ فارسی میں تھی تو غالباً اس کا ذکر وہ ضرور کر دیتا، اس لیے ممکن ہے کہ یہ انشاء پردازی وہ اردو ہی میں کرتا ہو، کیونکہ اس وقت سے کئی برس پہلے محمد قلی قطب شاہ کے ملک الشعراء، وجہی نے "سب رس" کی شکل میں اردو انشاء کا ایک نفیس نمونہ چھوڑا تھا۔ بہر حال یہ قیاس ہے، جس کا کوئی ثبوت اس وقت موجود نہیں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ، یہ انشا پردازی وہ جس زبان میں بھی کرتا ہو، اسکی

اچھی جھلک اس نے "پھول بن" میں دکھا دی ہے۔

نظم میں بھی وہ ایک اعلیٰ معیار پیشِ نظر رکھتا تھا۔ "پھول بن" کو اس نے سلاست اور سادگی کے ساتھ ساتھ صناعی کا عمدہ نمونہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ یوں تو پوری نظم بلیغ ہے، لیکن جیسا کہ خود اس نے بیان کیا ہے۔ اس میں انتالیس صنعتیں استعمال کی ہیں۔ اپنی نظم کے متعلق وہ یوں اظہار خیال کرتا ہے کہ،

"جو عقلمند صنعت کو سمجھ سکتا ہے، وہی میری اس نکتہ دانی کی داد دے سکتا ہے۔ سخن فہم حضرات ہی جان سکتے ہیں کہ میں نے کیسی صنعت سے ابیات سر انجام کی ہیں۔ جو ہنر شعر میں دکھایا جا سکتا ہے میں نے دکھایا ہے اور انتالیس صنعتیں نظم میں استعمال کی ہیں۔ اس نظم کو دیکھ کر شاعری کا کام آسان ہو گیا مثنوی کا پایہ بلند اس لیے رکھا ہے کہ ہر شخص اس پر حرف گیری نہ کر سکے۔ اس نظم میں انشاء پردازی کے پورے لوازم موجود ہیں۔ غزل کا مرتبہ اس میں شک نہیں کہ بلند ہے، لیکن میری ہر بیت ایک غزل کے برابر ہے اگرچہ شعر کا فن بلند رتبہ رکھتا ہے لیکن شخص شعر کہہ نہیں جب تک کہ اس میں نصیحت یا صنعت دونوں میں سے کوئی ایک بات موجود نہ ہو اگر میری توجہ اس سے پہلے شعر کی طرف

ہوتی تو میں اب تک ہزاروں ہی اشعار لکھ ڈالتا ۔ مجھے تو انشا پردازی سے ہمیشہ دلچسپی رہی، اور اس میں ایک لطف آتا تھا۔"

جو کوئی صنعت سمجھتا ہے سو گیانی — وہی سمجھے میری یو نکتہ دانی
وہی سمجھے سمجھ ہے جن کوں کچھ بات — جو میں باندھیا سو یو صنعت سوں ابیات
ہر ایک مصرعہ او پر ہو کر بجد خوب — رکھیا میں قافیہ لا مستند خوب
دکھایا میں ہنر کر سب کوں ہلکا — صفت کیتا ہوں شصت و شش محل کا
رکھیا میں مثنوی اونچی یو اس دھات — سکت نیں کس کوں اپنڑانے وہاں ہات
میری ہے نظم میں انشا کے دھاتاں — اہے انشا کے دھاتاں ہور باتاں
غزل کا مرتبہ گرچہ اول ہے — ولے ہر بیت میرا یک غزل ہے
اگرچہ شاعری کا فن ہے عالی — ولے کیا کام آوے بات خالی
اول بارے نصیحت اس میں اچھنا — نصیحت نیں تو صنعت اس میں اچھنا
یو دو فن اس میں نیں تو ہیچ ہے سب — نہیں وو شعر بےجا ہیچ ہے سب
منجے گر شعر پر رغبت جو اچھتا — ہزاراں سونچ بیتاں لکھ کو اچھتا
اہے انشا پو میرا میل دائم — طبیعت کوں میری ہے حظ ملائم
سمج ہر کس کوں میرا طبع ہونا — لگر میں یک دکھایا ہوں نمونہ"

اس پارے کے علاوہ پوری نظم میں جگہ جگہ اس کی شاعرانہ طبیعت کے ثبوت موجود ہیں۔

ابن نشاطی کے متعلق یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ وہ نہایت منکسر مزاج واقع ہوا تھا۔ اردو شعرا میں یہ خصوصیت بہت کم دیکھی گئی ہے۔ اس سے پہلے کے تقریباً تمام اساتذہ نے شعر کے فن میں اپنی استادی جتانے کی طرح طرح سے کوشش کی ہے، اور بعض وقت معاصرین پر چوٹیں بھی کی ہیں۔ ابن نشاطی بھی رسماً اس گفتگو کا آغاز کرتا ہے، لیکن حتی الامکان وہ تعلّی سے احتراز کرتا ہے اور اس گفتگو کو وہ یہ کہہ کر جلدی ختم کر دیتا ہے کہ:

"خواہ مخواہ بڑائی جتانے سے کیا فائدہ۔ سننے والے طعنہ دینگے۔ اے ابن نشاطی! تو اپنی تعریف آپ نہ کر۔ ہاں اگر کچھ ہنر آتا ہے تو ظاہر کر۔ شعر لکھتے وقت مجھ پر ایک بے خودی کی کیفیت طاری تھی۔ ایسے میں اگر کچھ بڑائی کی بات نکل گئی ہو، تو اس کا الزام مجھ پر نہیں۔ روانیِ طبع کے ہاتھوں میں مجبور تھا۔ اس لیے اگر کوئی بات ایسی نکل گئی ہو تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اے ابن نشاطی! خود نمائی سے کوئی فائدہ نہیں۔ دنیا میں غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہو کر رہتا ہے۔"

"بزرگی کیا سبب یوں جیتے لینا
کہ سن کر دیوینگے ہر کوئی مھینا

رتن اپنی صفت کے نت نکو رول
ہنر کچھ شعر کا سمجا ہے تبوں بول

یوبا ناں بولتے تو مست نھا ہیں
تکلف بات کا مستاں اپر نیں

رکھو معذور نا کر دل کوں بھاری
قلم کے ہات تھی سب اختیاری

نہ کر ابن نشاطی خود نمائی
سنے ہیں یاں ہمایاں سب ہمائی"

جس طرح وہ تعلّی کو ناپسند کرتا ہے، اسی طرح وہ اپنے زمانے کے شعراء پر چوٹیں کرنے کو بھی درست نہیں سمجھتا لیکن کلاسکی شعراء کی طرح اس مقصد کو ایک زیادہ ہنرمندانہ پیرایہ میں اس طرح ادا کرتا ہے کہ اپنے کمال کی صحیح داد دینے کے لیے وہ اساتذہ پیشین کو یاد کرتا ہے۔ منقولہ بالا اقتباس کے بعد ہی وہ اشعار ہیں جن میں وہ کہتا ہے۔

"افسوس ہے کہ اس وقت استاد فیروز نہیں۔ ورنہ وہ میری شاعری کی داد دیتا۔ سید محمود بھی باقی نہیں رہا جو اچھی اور بُری شاعری میں تمیز کر سکتا حیف کے کہ شیخ احمد زندہ نہیں کہ میرے کلام کی بلند پائیگی کو سمجھ سکتا۔ اگر اس وقت حسن شوقی موجود ہوتا، مجھ پر ہزار دفعہ رحمت بھیجتا یا پھر ملا خیالی ہوتا تو میرے کمال کی داد دے سکتا۔"

نہیں وو کیا کروں فیروز استاد | کہ دیتا شاعری کا کچھ میری داد
اہے صد حیف جو نیں سید محمود | کتے پانی کوں پانی دود کوں دود
نہیں اس وقت پر وو شیخ احمد | سخن کا دیکھتے باندھیا سو بیں حد
حسن شوقی اگر ہوتا تو الحال | ہزاراں بھیجتا رحمت منج اپرال
اچھے تو دیکھتا ملا خیالی | یو میں بر تیا ہوں سو صاحب کمالی

اس کے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے "پھولبن" سے پہلے شعر لکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ انشا پردازی کی طرف ہی زیادہ مائل رہا۔ اس وقت قطب شاہی سلاطین کی علم پروری اور ادب نوازی کی بدولت پایۂ تخت میں بہت سے ایسے علما فضلا جمع ہو گئے تھے، جن کو ادب اور شاعری سے غیر معمولی شغف تھا۔ محمد قلی کے زمانے سے اس فضا پر گہرا رنگ چڑھ گیا تھا اور عبداللہ کا عہد تو گویا اس مذاق کے عروج کمال کا زمانہ تھا۔ جس طرح لکھنو کے ادبی عروج کے وقت وہاں کے معمولی پڑھے لکھے لوگوں کی طبیعتوں میں بھی شعر اور ادب کا ذوق رچ گیا تھا، اسی طرح گولکنڈہ کی فضا میں بھی یہ تخم بکھرے ہوئے تھے۔ ابن نشاطی تو اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا، اس زمانے کے معمولی معمولی لوگ بھی اچھے شعر کہہ لیتے تھے۔ غالباً

اسی کو دیکھ کر ابن نشاطی کے دل میں بھی کوئی یادگار کام کر جانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ "پھولبن" کے سبب تالیف کے سلسلہ میں وہ مشرقی شعرا کے ذہنی مستعین اور دیوتا یعنے "ہاتف" کی رسمی گفتگو کے بعد لکھتا ہے۔

"اے ابن نشاطی! تو کسریٰ نہیں کہ تیرے انصاف کی وجہ سے تیرے بعد تیری شہرت دنیا میں باقی رہے، اور نہ تو حاتم ہے کہ تیری سخاوت کے چرچے رہ جائیں۔ تو وہ ابراہیم ادہم بھی نہیں جن کے زہد و تقویٰ کی باتیں آج مشہور ہیں۔ اگر تو رستم ہوتا تو شاید "شاہنامہ" پڑھنے والے تیری داستانیں پڑھ کر تجھے یاد رکھتے۔ مناسب یہ ہے کہ تو جس طرح بن پڑے کوئی ایسا بڑا کام کر جا کہ دنیا میں تیرا نام رہ جائے۔"

"توں کسریٰ نیں جو لہے تیری عدالت | توں حاتم نیں جو رہے تیری سخاوت
نہیں ہے توں وو ابراہیم ادہم | کہینگے زہد میں تج کوں مقدم
توں رستم نیں جو تیری داستاناں | پڑیں ہر بزم میں "شہ نامہ" خواناں
دنیا میں ہر سند کر آشکار آج | بھلا دو ہے تو اپنا یادگار آج"

ہم کو شاعر کے قول پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس نے اس سے پہلے شعر نہیں لکھا۔ لیکن نظم کو پڑھ کر ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ نو مشقی کا

کارنامہ ہے۔ اس میں اس زمانے کی نظموں کی تمام بہترین خوبیاں موجود ہیں، اور اس کے اسلوب کے متعلق ہم جناب آغا حیدر حسن صاحب سے بالکل متفق ہیں کہ "نصرتی کی مثنوی گلشن عشق تسلسل اور بلند خیالی میں تو اس سے بڑھ جاتی ہے، لیکن سلاست اور روانی میں اس کو نہیں پہنچ سکتی"۔ شعر کے بعض بہترین نقادوں کے خیال کے مطابق "صنعت گری" اور "روانی طبع" میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، خاص طور پر قدیم اردو مثنویوں میں آخری چیز بہت اہم ہوتی ہے۔ کیونکہ صرف چند مثنویوں کو چھوڑ کر، اکثر مثنویاں مطالب اور معانی کی حد تک ماخوذ ہیں۔

بعض اور قدیم شعراء کے مقابلہ میں، ابن نشاطی اپنے ذاتی واقعات کی طرف نظم میں بہت کم اشارہ کرتا ہے۔ جو واقعات بھی معلوم ہو سکے ہیں، وہ ضمناً اس کے قلم سے نکل گئے ہیں۔ مثلاً اس کی ابتدائی زندگی کا حال، اس کی نظم سے بالکل معلوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن خاتمہ کے دو تین اشعار سے مترشح ہوتا ہے کہ اس کا ابتدائی زمانہ زیادہ خوش حالی میں نہیں بسر ہوا، یا کم از کم زمانے نے اس کے حوصلوں کے مطابق اسے نہیں نوازا۔ اس عہد کے اکثر مشاہیر اور شعرائ کی طرح، اس کا مطمح نظر دربار تھا۔ اور اس وقت تک دربار میں رسائی اسے حاصل نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ بیان کرتا ہے۔

"اگر مجھے دربار میں رسائی میسر ہوتی تو میرا قلم اس سے بڑھ کر گہرافشانی کر سکتا۔ اور اگر مجھے کچھ فراخی نصیب ہوتی تو اس سے زیادہ آب دار شعر سرانجام کر سکتا۔ جو مرتبہ ایک حقیقی بڑے آدمی کا ہے مجھے مل جاتا تو میں شعر کے فن میں مسیحائی کر دکھاتا۔ زمانے نے میری قدر نہ جانی۔ اور میرا صحیح مرتبہ مجھے حاصل ہونے نہ دیا۔"

"حضوریاں میں مرا گر سلک اچھتا گہر ریزاس تے میرا کلک اچھتا
فراغت اس نے گر ٹک منج کوں ہوتا لے موتیاں خوب میں اس نے پروتا
بڑیاں کے نادا اچھتا تو بڑا پن مسیحا کا دکھاتا بات میں فن
زمانہ ناسمج کر قدر میرا بچھایا بے دلی سوں صدر میرا"

غرض اس مایوسی کی حالت میں اسے خیال پیدا ہوا کہ اس طرح کا جینا اور مرنا دونوں برابر ہیں۔ کوئی کام کر جاؤں جو دنیا میں یادگار رہ جائے ایک شاعرانہ طبیعت کے لیے ظاہر ہے کہ ایک عمدہ نظم کے سرانجام سے زیادہ کوئی موزوں کام نہیں ہو سکتا تھا اس لیے اس نے "پھولبن" کو منظوم کرنا شروع کیا مبارک ماہ رجب میں اس کی ابتدا ہوئی اور عید رمضان کے روز یہ اختتام کو پہنچی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن نشاطی نے اپنی پوری توجہ اس نظم پر

صرف کی، اور تین مہینے کی مسلسل محنت کے بعد، جب نظم مکمل ہوگئی اور اس نے اس پر نظر ڈالی، بے ساختہ احساس شکر سے اس کا دل لبریز ہو گیا اور حسب ذیل اشعار اس کی زبان سے نکل پڑے۔

"ہزاراں شکر یو قصّہ ہنر کا   مٹھائی ہیں لیا جاگا شکر کا
ہزاراں شکر میری بات کے پھول   پڑے خدمت میں استاداں کے مقبول
ہزاراں شکر میری طبع کا فن   ہوا سورج کے نمنے جگ پہ روشن
ہزاراں شکر میرے ذوق کا کام   ہنرمندی سوں پایا خوب اتمام
پو "پھلبن" تین مہینے لگ لگایا   پنم کا چاند ہو پورا تو آیا
مشقت سوں بہوت دل لھو ہوا پر   کتک دن کوں دسیا یو مشک ہو کر"

مکمل ہو جانے کے بعد، اس نے اس "پھلبن" کو سلطان عبداللہ کے نذر کر دیا۔

اچھو یو وو مبارک "پھول بن" ہو   نظر میں جم اچھو شہ کی چمن یو

("ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ ہنرمندانہ قصہ، شیرینی میں، مٹھائی کی جگہ لے سکا۔ اور میرا کلام استادوں کے پاس مقبول ہوا۔ اس قصہ کی بدولت، میری طبع کے جوہر عالم پر آشکار ہوئے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ، میرے ذوق کا کام ہنرمندی کے باعث عمدگی سے انجام کو پہنچ گیا۔ اس "پھولبن" کو میں نے تین مہینے مسلسل سینچا۔ جب کہیں

چل کر یہ بدر بن کر عالم پر چمکا یا۔ اس میں بڑی مشقت کھینچنی پڑی، لیکن جب یہ پورا ہوگیا تو اس کی خوشبو سے سارا عالم مہک اٹھا۔"

"پھولبن" ابن نشاطی کے عنفوانِ شباب کا کارنامہ ہے۔ اس کا پتہ حسبِ ذیل شعر سے چلتا ہے جو سبب تالیف کے سلسلہ میں آیا ہے۔

مطول کر تو میری زندگانی تو برخوردار کر میری جوانی

یعنی "خداوندا، تو مجھے طویل عمر نصیب فرما، اور میری جوانی کو برخوردار بنا۔"

اگر بیس پچیس سال کی عمر میں، اس نے یہ کتاب لکھی ہوگی تو، اس لحاظ سے اس کی ولادت کا زمانہ ۱۰۴۰ھ سے ۱۰۴۵ھ تک ہوسکتا ہے۔ اپنا نام اس نے ہر جگہ ابن نشاطی ہی بتلایا ہے، اور یہی نام نظم میں جگہ جگہ آتا ہے۔

"پھولبن" کے لکھنے کے بعد، ابن نشاطی کو جو مقبولیت اور سرفرازی حاصل ہوئی، اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اس کی ابتدائی زندگی کے مقابلے میں، بعد کی زندگی پر، اور خاص طور پر مذکورۂ بالا واقعہ پر تین طرح سے روشنی پڑتی ہے۔ ایک تو خود، ابن نشاطی کی نظم کے وہ چند اشعار ہیں، جن میں، اپنی نظم کی مقبولیت پر وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ دوسرے سڈھوٹ کا مکتوبہ نسخہ ہے، جس کے اضافے سے اس کی مقبولیت اور چند تصویروں سے، دربار میں اس کی رسائی اور

خانگی زندگی میں اس کے مرتبے کا پتہ چل سکا ہے۔ اس نسخہ کی ایک تصویر میں ابن نشاطی سلطان عبداللہ کی محفلِ نشاط میں شعر خوانی کرتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ دوسری تصویر میں وہ اپنے دیوان خانے میں بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے اس کے پیچھے خادم دست بستہ کھڑا ہے اور سامنے بیاض ہے، جس میں وہ حسب ذیل شعر کا مصرعہ اول لکھ چکا ہے۔

خدا کے پاس منگ ہمت بلندی　　نزاکت سوں کیا ہیں نقشبندی

ایک آخری ثبوت اس کا یہ ہے کہ "پھولبن" کے لکھے جانے کے اٹھ سال[۶۸] بعد ۱۰۷۴ھ میں گولکنڈہ کے ایک اور مشہور شاعر سید محمد عشرتی کے فرزند، ہنر نے "پھولبن" کے جواب میں جو مثنوی "نیہ درپن" کے نام سے لکھی تھی، بعض وقت غلطی سے عشرتی کے نام سے منسوب کر دی گئی ہے۔ یہ مثنوی کافی شہرت رکھتی ہے۔ اس کے خاتمے پر مصنف لکھتا ہے کہ "میں نے "نیہ درپن" رمضان کے غرہ کو ختم کی۔ اسی عید مسعود کو ابن نشاطی نے "پھولبن" لکھ کر اپنی مراد پائی تھی۔ اسی مبارک مہینے میں، خدا نے میرے مقصد کے درخت کو بار آور کیا" "نیہ درپن" کے اشعار حسب ذیل ہیں:-

بنایا "پھولبن" ابن نشاطی　　ہتی باس اسکی سب کے تئیں خوش آئی

جوابِ اس کا جو یو ہے "نیہ درپن" ہے سچ وو عشق کی انکھاں کا انجن

. . . .

ہوا تیار جس دیساں میں "پھلبن" مصنف نس لکھیا ہجرت کے یو سن
"سنہ ہجری سے آیا جب یو رکھ بار اگیا راسو کوں کم تھے بیس پر چار"
سٹیا جج "نیہ درپن" نے یو جھلکار اگیا راسو پو تھے چالیس پر چار
اتھا رمضان کا غرہ سو جس دن ہوا یو "نیہ درپن" بدر اسی چھن
اسی مہینے کی تھی جو عید مسعود ملیا ابن نشاطی تائیں مقصود
اسی ماہِ مبارک بیچ کرتار میرے مقصد کے رکھ کوں بھی دیا بار

ابن نشاطی، جیسا کہ دتاسی نے لکھا ہے، شیعہ مذہب رکھتا تھا اس کا ثبوت، "پھولبن" کے وہ اشعار ہیں، جن کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک مذہبی آدمی تھا۔ چنانچہ محولہ بالا اشعار کے علاوہ "سببِ تالیف" کے اشعار ۱۵۶ تا ۱۷۵ کے مطالعہ سے، یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو سکے گی کہ اس کا مذہبی جذبہ کس قدر گہرا ہے۔ یہاں شاعر کا طرز نہایت درد آگین اور موثر ہو جاتا ہے۔ اس حصہ کی ابتدا محبت کے ذکر سے ہوتی ہے لیکن آگے چل کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ محبت، دنیوی نہیں بلکہ روحانی ہے۔

نہایت شاعرانہ انداز کے چند اشعار کے بعد وہ کہتا ہے۔ "کہو کہ میں اپنے عشق کا احوال کیونکر بیان کروں اور محبت کے راز کس طرح کھولوں۔ اگر مجھے شاہِ شہیداں توفیق عطا فرمائیں اور راہِ شہیداں سے فرصت ملے، تو اپنے شوقِ دل کو کسی قدر وضاحت سے بیان کرسکونگا۔ دکن سے جب کربلا پہنچونگا خامے کی طرح سر کے بل چلونگا۔ پہلے آنسو کی آب پاشی کرکے پھر پلکوں سے جاروب کشی کا کام لونگا۔ اس گنبد تلے، سایہ کی طرح پڑ رہونگا، اور اس مبارک دیوار کو لگ کر نقشِ دیوار بن جاؤنگا۔ اپنے دل کو اس آستان کی قندیل اور تن کو، فرش بنا دونگا۔ پھر اس مرقدِ پاک پر سے اپنے آپ کو وار کر، دل کا دکھ اشک خونیں سے ظاہر کرونگا۔ اپنی دونوں آنکھوں کو فرات اور لہو رو کر تن کو کربلا کا میدان کر دکھاؤنگا میرے دل میں سیلاب گریہ کا جوش ہے، اس آب سے نامۂ اعمال کی سیاہی ڈھل سکتی ہے"۔

اس طرح مناجات میں بھی اس کے مذہبی جذبات کا کافی اظہار ہوا ہے مثلاً وہ کہتا ہے۔ "خداوندا، اپنے عشق میں ثابت قدم رکھ۔ میرے سینے میں اپنے اسرار بھر دے، اور آنکھوں کو اس قابل بنا کہ وہ تیرا دیدار دیکھ سکیں۔ تو میری زبان میں شیرینی عطا کر۔ اگر دنیا نہ مل سکے تو

اتنا غم نہیں۔ لیکن میرے دین میں کمی نہ ہو"۔ (اشعار ۵۰ تا ۵۵)۔

ابن نشاطی نہ صرف ایک اچھا مثنوی نگار تھا اور بیانیہ شاعری پر اُسے پورا قابو حاصل تھا، بلکہ غزل یعنے غنائی شاعری بھی وہ اچھی کرسکتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ادبی رجحانات سے متاثر تھا۔ ولی سے پہلے غزل کو زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔ یوں جستہ جستہ شعراء نے غزل لکھی ہے، لیکن محمد قلی کے سوا کسی نے غزل میں کوئی نمایاں کارنامہ نہیں چھوڑا۔ قدیم اساتذہ جیسے وجہی، نصرتی، غواصی وغیرہ، جو مثنوی اور قصیدہ میں بڑی شہرت رکھتے تھے غزل کی طرف زیادہ متوجہ نہ تھے۔ ولی نے اردو غزل کو اتنا بلند کیا کہ وہ فارسی کے ہم پلہ ہوگئی، اور چونکہ فارسی غزل کی شاعری کا ذوق، ہندوستان بھر میں ادبی حلقوں پر چھایا ہوا تھا، اس لیے اردو غزل کو فوراً ہندوستان گیر مقبولیت حاصل ہوگئی۔ ابن نشاطی کے زمانے کے شعراء پر بیانیہ شاعری کا رنگ اس قدر غالب تھا کہ غزل نہ لکھنا، شاعر کو کمال کے زینہ سے نیچے نہیں گرا سکتا تھا۔ چنانچہ خود ابن نشاطی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

ہونے کے طور پر اس نے ایک غزل لکھ دی ہے، جو سلاست، شیرینی کی وجہ سے ایک خاص لطف رکھتی ہے۔ اس غزل کو پڑھ کر یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ اگر ابن نشاطی اس ذوق کو ترقی دیتا، تو وہ اُردو کے بہترین غزل گو شعراء میں شمار ہو سکتا تھا۔

(۲)

کارنامہ

مثنوی کے ارتقا کے گذشتہ سرسری خاکے سے، یہ چیز واضح ہے کہ "پھول بن" قدیم اردو کی ترقی یافتہ، بسیط ادبی مثنوی ہے۔ اس میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو اس زمانے کے کسی ہندوستانی شعری کارنامے میں پائی جاسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ "پھول بن" چند ایسی خصوصیتوں کی بھی حامل ہے۔ جو اس زمانے کی دوسری مثنویوں میں نہیں پائی جاتیں، یا بعد کی مثنویوں میں کم پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک چیز کسی واقعہ کی جزئیات پر شاعر کی گہری نظر، اور اس کے بیان کی صداقت اور سلاست ہے۔ قدیم ادب میں یہ کسی قدر بعد کے زمانے کی پیداوار ہے، اس لیے اس کی زبان بھی نسبتاً صاف اور قابلِ فہم ہے۔ اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں وہ دقتیں باہم

جو اس سے پہلے کے کارناموں، مثلاً نصرتی کی مثنویوں یا خود اسی عصر کی دوسری تصنیفات میں ہو سکتی ہیں۔ ابن نشاطی کی زبان، اس کے اکثر معاصرین کے مقابلے میں بھی زیادہ صاف اور سلیس ہے۔ "پھول بن" بہت زیادہ طویل مثنوی بھی نہیں ہے، جس کے پڑھنے سے طبیعت اکتا جائے۔ ایک اور امتیاز بھی "پھول بن" کو یہ حاصل ہے کہ اس میں بعض ایسے اشارے آگئے ہیں، جن سے کچھ اہم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ ابن نشاطی نے اپنے سے پہلے کے بعض ایسے شعراء کا ذکر کیا ہے، جن کے متعلق کسی اور جگہ سے مواد دستیاب نہیں ہو سکتا آخری چیز یہ ہے کہ جو شخص بھی اس کے مطالعہ میں تھوڑی بہت زحمت برداشت کرے اس کے لیے دلچسپی کا کافی سامان مہیا ہے۔ یہ مثنوی کا سادہ سیدھا اور بے تکلف اسلوب، بیان کی خوبی، قدیم طرزِ تحریر کی صناعی اور سب سے بڑھ کر ایک پر لطف قصے کی دلکشی ہے۔

"پھول بن" ایک ایسا ادبی کارنامہ ہے، جس کا حقیقی مقصد مسرت زائی ہے۔ اور یہ چیز شعر اور قصے، دونوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں شاعری کا وہ تمام لطف موجود ہے جو کسی زبان کے ابتدائی دور کے شعری نمونوں کے ساتھ مخصوص ہے (اس کا قصہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے

انوکھا اور خاصا دلچسپ ہے ۔ اس لیے جب تک اس کی زبان عام فہم رہی، ادبی حلقوں میں اس کا مطالعہ ضروری سمجھا جاتا رہا۔ اس کا ثبوت اس کے مخطوطات کی وسیع تعداد، اور اس کی شہرت ہے، جس کے مقابلہ میں خود مصنف کی شہرت بھی، ماند پڑ گئی تھی ۔ اس وقت بھی، جب اس کی زبان قدیم سمجھی جاتی ہے، اس کی وقعت کم نہیں ہوئی اور یہ قدیم ادب کے شہ کاروں میں شمار ہوتی ہے ۔

کسی ادبی کارنامے کی خوبی، اس کے مطالعہ کے بغیر پورے طور پر ذہن نشین نہیں ہو سکتی ۔ بہتر سے بہتر تنقید بھی، اس کے صرف چند پہلوؤں پر روشنی ڈال سکتی ہے ۔ یہی حال "پھولبن" کا ہے ۔ اس میں جو صناعی صرف ہوئی ہے، اور ایک مکمل کارنامے کے لحاظ سے اس کا جو پایہ ہے، وہ تو اس کے مطالعہ کے بغیر پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہاں صرف اس کے چند نمایاں خدوخال کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے

(۱) شعری اعتبار سے "پھولبن" کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کے اسلوب کی سادگی ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ اس وقت تک اُردو شاعری، کافی ترقی کر چکی تھی پھر بھی، "پھولبن" میں ابتدائی نظموں کی پوری سادگی

موجود ہے۔ اس زمانے تک "شعری اصطلاحات یا لفظیات" جیسی کوئی چیز اُردو میں رائج نہیں ہوئی تھی، اور ہر شاعر حتی الامکان اپنی بول چال کی زبان ہی میں شعر لکھتا تھا۔ اسی لیے زبان اور اسلوب میں، قدیم شعراء کی بعض وقت حد سے زیادہ "غیر رسمیت" اور بے تکلفانہ طرزِ نگارش بعد کی رسمی شاعری کی عادی طبیعتوں کے لیے، اجنبی سی معلوم ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ میر اور سودا، مصحفی اور میر حسن تک کے کلام میں بعض وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ شاعر کسی چیز کو جس طرح ادا کرتے ہیں، وہ اسے اس طرح ادا نہیں کرتے۔ مثلاً میر کا ایک شعر ہے

دل پہنچا ہلاکی کو نپٹ کھینچ کسالا
لے یار مرے سلمہ اللہ تعالے

اس مفہوم کو بعد کے شاعر کچھ اس طرح ادا کرتے۔

مرتا ہوں ترے ہجر میں اے یار خبر لے
اب سانس ہے لینا مجھے دشوار خبر لے

لیکن موجودہ شاعری میں یہی چیز، جو "ہندی شاعری کی طرف رجعت" کے رجحان کے تحت ادا کی جا رہی ہے، وہ ایک "وضع" بن گئی ہے۔ "پھولبن" کی حد تک ایک اور وجہ اجنبیت یہ ہے کہ اس زمانے کے

بہت سے الفاظ اب استعمال نہیں ہوتے۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود، ہم اس کی غیر معمولی سادگی اور سادہ بیانی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ ذیل کا اقتباس ملاحظے کے قابل ہے۔ اس میں ملک سند کا بادشاہ اپنے مکار وزیر کو، سمن برکے پر چانے کی ترکیبیں بتلاتا ہے اشعار کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

"بادشاہ نے کہا" تو سچ مچ دُوربیں ہے۔ تیری عقل پر آفریں۔ لیکن یہ بھی جان لے کہ وہ گل، بے خار نہیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس گنج پر مار بیٹھا ہوا ہے۔ کسی بادشاہ کا فرزند، اس پر فریفتہ ہو کر اور اپنا گھر بار چھوڑ کر، اس چنچل کو یہاں لے آیا ہے۔ اور وہ بھی دن رات اس کے ساتھ جورو کی طرح زندگی بسر کر رہی ہے۔ تو پہلے اس مرد کو راستے سے ہٹا۔ لیکن یہ کام اس طرح کرنا کہ وہ دلبر مجھ سے رنجیدہ نہ ہو، اور اس کے نازک، پھول جیسے دل کو صدمہ نہ پہنچے۔"

کیا شہ اس کوں سچ توں دوربیں ہے	کہ تیری عقل پر صد آفریں ہے
ولے نیں ہے کنتے وو پھول بن خار	سنیا ہوں میں کہ ہے اس گنج پر مار
بڑے یک بادشاہ کا کوئی فرزند	دوانا ہو، دل اسکی زلف سوں بند

دے کر چھوڑ آپنا گھر دار یکبار — لے کر آیا ہے اس چنچل کوں اس ٹھار
وو چنچل بھی لگا کر جیو اس سات — رہی ہے جو رو ہو ل دیس ہور رات
اول اس مرد کوں توں کاڑ سٹنا — ہلوں اس گرد کوں توں جھاڑ سٹنا
دغا شہزادہ کوں اس وھات دینا — اول حیلے سوں جیو اس وضع لینا
کہ وو دشمن مجہ سوں آزردہ نہ ہوئے — دو نازک پھول پژمردہ نہ ہوئے"

ابن نشاطی کے اسلوب کی یہ خصوصیت اس کے معاصر بلکہ پیشرو شعراء کے مقابلے میں بھی زیادہ نمایاں ہے۔ چنانچہ آغا حیدر حسین صاحب نے اپنے مضمون میں، جو رسالہ "تحفہ" میں شایع ہوا تھا، اس خصوصیت کی طرف خاص طور سے اشارہ کیا ہے۔ یہ سادگی نہ صرف زبان کی حد تک ہے، بلکہ خیالات اور انداز فکر میں بھی یہ چیز موجود ہے۔

دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ، اس میں جگہ جگہ جزئیات کے ایسے نفیس مرقعے پڑھنے والے کی نظر کے سامنے سے گذرتے جاتے ہیں کہ، ان سے نظم اور قصّے کے لطف میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس طرح کے مرقعے قدیم مثنویوں میں دستیاب ہوتے، اور متوسط عہد کی مثنویوں کے مقابلے میں زیادہ تعداد میں دستیاب

ہوتے ہیں، لیکن یہ کہنا شاید مبالغہ نہیں کہ مرقع نگاری میں "پھولبن" کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ اس میں واقعات کے ایسے جزئیات بھی نظر انداز نہیں ہونے پاتے، جن کی طرف عام حالتوں میں ذہن منتقل نہیں ہوتا حالانکہ ادبی مسرت زائی اور لطف کے یہی گوشے ہوتے ہیں۔ ایسے مکمل مرقعے، ترقی یافتہ شاعری میں بھی دستیاب ہوتے ہیں، لیکن جو لطف اور بے ساختگی قدیم زمانے کی شاعری کے مرقعوں میں دیکھی گئی ہے، وہ بعد کے مرقعوں میں کم پائی جاتی ہے۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں یہ چیز سوچ سمجھ کر سر انجام کی جاتی ہے، اور قدیم شاعری میں یہ چیزیں، روانی میں شاعر کے قلم سے نکل پڑتی تھیں۔

قدیم قصوں کی مقبولیت کا ایک اہم عنصر بھی، یہی مرقعے اور ان کی وضع اظہار کی بے ساختگی ہوتی ہے۔ یہ نہایت جزئی تفصیلات پر حاوی ہوتے ہیں مثلاً "پھولبن" میں جہاں خط لکھنے کا ذکر کیا جاتا تھا، وہاں محض یہ کہہ کر ٹال نہیں دیا جاتا کہ خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا بلکہ اس میں منشی کو طلب کرنے، اس کے بیٹھنے کی وضع، قلم کی خوبی کاغذ کا رنگ، روشنائی کی خصوصیت القاب کے لوازم اور سب سے بڑھ کر،

مضمون کی سادہ پرکاری، ایسے جزئیات ہیں جو خط کو بھی ایک زندہ چیز بنا دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قدیم شاعری اور داستانوں کے مرقعوں میں سے اکثر مرقعے ایسے ہوتے ہیں، جو لطف بیان سے زیادہ گہری اہمیت رکھتے ہیں۔ یہی وہ زاویے ہیں جہاں سے شاعر کے ماحول پر روشنی پڑتی ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ابن نشاطی نے اپنے کارنامے کو فارسی کی اساس پر مبنی کیا تھا، اور فارسی شاعری، اس وقت تک عروج کمال کو پہنچ چکی تھی، اس لیے "پھول بن" میں ایسے بیانات کا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ لیکن اس سلسلے میں ایک چیز قابل ذکر ہے کہ، ابن نشاطی، جزئیات میں ایک حد تک خود اپنے ماحول کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے۔ بعض اور مثنویوں کی طرح "پھول بن" کی فضا پورے طور پر ایک نصب العینی فضا نہیں ہے، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پس منظر اس زمانے کی عام اور درباری زندگی ہے۔ مثلاً جہاں وہ چمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچتا ہے، اس کی دیواروں پر قطب شاہی بزم کی تصویریں بھی دکھاتا ہے۔ اسی طرح، سندھ کے بادشاہ کی طرف سے جب اس کا وزیر

سمن بر کو، ہمایون فال کی موت کی خبر سنانے جاتا ہے، تو سمن بر کی حرکات سکنات کا جو نقشہ وہ کھینچتا ہے، اس میں بڑی حد تک خود اس کے ماحول کا عکس موجود ہے۔

ان مرقعوں اور مناظر کے پہلو بہ پہلو "پھولبن" کے وہ مرقعے بھی ہیں، جن کا مقصد محض شاعرانہ کمالات دکھانا ہے۔ انہیں میں وہ مرقعے بھی شامل ہیں، جو داستان گوئی کی خصوصیت سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں یہ ہوتا ہے کہ جہاں کھانوں کا ذکر آجاتا ہے، داستان گو کھانوں کی پوری قسمیں بیان کرنے تک دم نہیں لیتا۔ اسی طرح جہاں ہتھیاروں کا تذکرہ ہو، وہاں وہ ہر طرح کے ہتھیاروں کا ذکر ضروری سمجھتا ہے۔

اشخاص قصہ کی نفسی کیفیتوں اور جذبات کے مرقعوں کی بھی "پھولبن" میں کمی نہیں ہے۔ یہاں بھی اس کی یہ خصوصیت موجود ہے کہ چھوٹی چھوٹی تفصیلات تک نظر انداز نہیں ہونے پاتیں۔

ابن نشاطی کے اسلوب کا خاص وصف درد اور اثر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں اصل نظم کا حصہ کم ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر خود شاعر کے اسلوب میں یہ خصوصیت موجود نہ ہو تو اصل کے موثر اور دلکش ٹکڑے بھی پھیکے

ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ترجمے میں، اگر ترجمہ کرنے والے کی ذاتی کوئی چیز نہ بھی ہو تب بھی اسلوب، اس کا اپنا ہوتا ہے" پھولبن" میں اصل سے مطابقت کو جانچنے کا موقع نہیں تھا، کیونکہ اصل مثنوی ہم کو کوشش کے باوجود نہ مل سکی۔ لیکن شواہد ایسے موجود ہیں، جن سے یہ کہنا آسان ہو گیا ہے کہ شاعر نے، اس میں اپنے ذاتی عنصر کو کافی جگہ دی ہے۔ مرتب کو اس کا یقین ہے کہ "پھولبن" اصل نظم سے زیادہ دلچسپ ہے۔ جس کا ایک ثبوت اس کی شہرت اور مقبولیت ہے۔ "پھولبن" قدیم ہونے کے باوجود آج تک زندہ ہے اور اس کے مقابلہ میں اصل نظم مردہ ہو کر رہ گئی ہے۔

اس خیال کی مزید تائید مناجات کے حصّے سے بھی ہوتی ہے۔ یہ حصہ بڑی حد تک خود ابن نشاطی کی ذات سے متعلق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسے اصل نظم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ حصہ "پھولبن" کا بہترین حصّہ ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ "پھولبن" کے اسلوب کی خوبی اصل سے زیادہ خود ابن نشاطی سے متعلق ہے۔

ایک چیز جو اس دور کی بعض مشہور نظموں میں کھٹکتی ہے، وہ سلسلہ خیال کے جوڑ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دور کی نظموں میں، بہت سی باتیں بے کہے

سمجھی جا سکتی تھیں۔ یہ چیز اردو ہی کی قدیم نظموں کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ دنیا کی اکثر زبانوں کی قدیم تحریروں کا یہی حال ہے۔ قدیم اردو میں اس کا ایک اچھا نمونہ مقیمی کی "چندر بدن و مہیار" ہے اس خاص نقطۂ نظر سے یہ مثنوی نہایت سقیم ہے۔ اس میں جگہ جگہ "کہ" اور "سو" ایک وسیع مطلب کا قایم مقام ہوتا ہے۔ "پھولبن" میں ایسے کھانچے بہت کم، بلکہ پوری نظم میں شاید دو چار سے زیادہ نہیں ہیں۔ اور یہ بھی خاص طور پر وہاں محسوس ہوتے ہیں جہاں نئے بیان کی ابتداء ہوتی ہے۔ ورنہ عام طور پر "پھولبن" کا تسلسل کہیں مجروح نہیں ہونے پاتا۔ متوسط دور کی مثنویوں میں ایسے کھانچے بہت کم ہوگئے ہیں اور بعض مشہور مثنوی نگاروں مثلاً نواب مرزا شوق کے پاس تو اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے پیش نظر ایسے نمونے یا جدید دور کی بیانیہ نظمیں یا قصے ہوں، وہ قدیم نظموں کی اس خصوصیت کو ایک کمی محسوس کرینگے۔ اس میں شک نہیں کہ اچھی شاعری ایمائی ہوتی ہے۔ لیکن اس سے مراد مطلب کا خبط نہیں ہے۔ تسلسل کے اپنے موجودہ معیار کو سامنے رکھتے ہوئے، ہم "پھولبن" میں بھی کہیں کہیں یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے سیاق و سباق کے تسلسل کے لیے کچھ الفاظ یا جملوں کا اضافہ ضروری

تھا۔ مثلاً ذیل کے تین پارے ملاحظہ ہوں ۔

(۱) دو مالی روز اٹ یک پھول لائے ۴۴۸ نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھا سو جہاندار ۴۴۹ دسے تس پھول میں خشکی کے آثار

(۲) دسویں کہاں کہے ہو سر پر بدل چھپائے ۵۹۸ گرم بھاپاں سیتی ہوٹاں پو چھلے آئے

سو وو اوتار بدیس ذات بدلی ۵۹۹ طبیعت کی میری سب دھات بدلی

(۳) نقل روح کے قصّے کے سلسلے کا ایک شعر ہے، جس میں بادشاہ کے ہرن کے جسم میں منتقل ہو جانے کا حال لکھتے ہوئے شاعر کہتا ہے۔

بہر حال اس سند چند روز تھا شاہ سو دیکھا رہیں یک طوطے کوں ناگاہ

ان میں سے بعض کھانچوں کے متعلق مرتب کا قیاس ہے کہ وہ کتابت کا قصور ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس خصوصیت کی وجہ سے، قدیم نظموں میں بعض جگہ نہایت پر لطف ڈرامائی کیفیت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ "پھولبن" سے اس کی دو تین مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی مثال میں، اس بادشاہ کا حال بیان کیا گیا ہے، جس کا وزیر لشکر لے کر چین کا ملک فتح کرنے گیا تھا۔ اتفاق سے چین کے چند نقاش اس ملک میں وارد ہوئے، کسی نے بادشاہ کو اس کی خبر دی۔ یہ سنتے ہی وزیر کا

خیال بادشاہ کے ذہن میں تازہ ہوگیا' اور طرح طرح کے اندیشے دل میں گذرنے لگے۔

(۱) ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں ہیں — کہ جانتا ہے لطُوا جیوں میان نیں ہیں

جو کئی پھیر پھیر کو بدلاوے ہے ایماں — تراں بار اس کوں کرنا ہور قرباں

جو کوئی اپکاریکس کا نا کرے یاد — فلک چھپلو اسے جیوں ننگ کے ناد

اندیشہ خوب نیں کر دل میں آکر — ندیم یک تھا سو بولیا اس بلاکر

(۲) طوطا' ستنونتی سے پریشاں حالی کا سبب پوچھتا ہے۔

لگیا ہے تجھ کوں کس کے درد کا تیر — ہوا کئے غم سوں گل کر دل تیرا نیر

جلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ — دیتی پھر کر جواب اس بھات وو ماہ

کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات — دیوانیں سو سہاوے کس سندرات

(۳) طوطا ستنونتی کو اپنا ماجرا سناتا ہے' اور اسے ترکیب بتلاتا اور کہتا ہے کہ تو وزیر سے کہہ کہ "تجھ پر مجھے شبہ ہوتا ہے۔ وہ نقل روح کا فن جانتا تھا"۔ اگر وہ اپنا ہنر دکھانے تیار ہو جائے تو' تو مری ہوئی قمری کو اس کے آگے رکھ دے۔ اور جب وہ اپنی روح کو مردہ قمری کے تن میں منتقل کر دے تو آگے اپنا کام میں جانتا ہوں"۔ ایک روز جب وہ بوالہوس حرم میں آیا' تو ستنونتی نے طوطے سے جو کچھ سنا تھا کہدیا' وہ اچھل کر

لینے لگا۔" تو مجھے جس طرح آزمانا چاہتی ہے آزما۔" اس نے فوراً مردہ قمری کو اس کے سامنے اس طرح رکھ دیا جیسے کوئی آزمانے کو رکھتے ہیں۔"

دکھانے گر ہنر آئیگا تو کافر — موی قمری کوں اس کے سامنے دھر
کرے جب روح کوں نا ہوئیے تو نام — وہاں تے میں سمجھتا ہوں میرا کام
حرم میں ایک دن آیا سو وو کولا — سکھی تھی جس روش سوں تیوں اٹھی بول
اچھل پڑ کر کہیا حجت اپر آ — "تو کیوں ہنچ آزماتی ہے سو آزما"
موی قمری کوں لیا کر درمیانے — سٹے ہیں جیوں کئی آزمانے

غرض "پھولبن" صوری اور معنوی ہر اعتبار سے ایک قابلِ قدر پیارنامہ ہے اور اس زمانے کی بہترین نظموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابن نشاطی کو صرف اس ایک نظم کی وجہ سے جو لازوال شہرت نصیب ہوئی وہ قدیم یا جدید زمانے کے کم شعراء کو نصیب ہو سکی ہوگی۔

ایک چیز جو "پھولبن" کے ادبی معیار کو سمجھنے میں ایک حد تک مدد دے سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے قصے حتی الامکان ان کے اصلی رنگ روپ میں پیش کیے جائیں۔ اس لیے ذیل میں قصوں کا خاکہ کسی قدر تفصیل سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس خاکہ میں صرف چند طویل تشریحات

ترک کر دی گئی ہیں۔

مشرق میں کہیں ایک شہر تھا، جو کنچن پٹن کہلاتا تھا۔ یہ شہر ندی کے کنارے اس طرح آباد تھا کہ ندی اس کے حصار کی خندق معلوم ہوتی تھی۔ پورا شہر، شہر کی ہر چیز کنچن یعنے سونے کی تھی، حصار، برج، محلات حتیٰ کہ زمین اور درخت، کنکر اور گچ سب سونے کی تھی۔ جدھر نظر اٹھا کر دیکھئے سونا ہی سونا نظر آتا، اسی لیے اس کا نام کنچن پٹن پڑ گیا تھا۔

اس شہر کے استحکام اور خوبی کا یہ حال تھا کہ اس کے حصار کی بلندی ابر بلکہ ہوا کو بھی گذرنے نہیں دیتی تھی۔ پانی بھی اس کی وسعت کو پہنچتا پہنچتا دو چار منزل دم لے لیتا تھا۔ ایسا نادر شہر روئے زمین پر آنکھوں کے مسافر نے کبھی دیکھا اور نہ کسی کے کان کے جاسوس نے سنا تھا۔ اس کی ہوا کی یہ تاثیر تھی کہ سدا نشو و نما کا ہنگام رہتا۔ اگر کوئی سوکھی لکڑی لاکر گاڑتا تو وہ سرسبز ہو جاتی اور اس میں شاخیں نکلنے لگتیں۔ اس زمین پر کانٹے بھی بکھیرے جاتے تو وہ پھول کے بھانے ہو کر پھوٹتے تھے۔ اس کے محلات میں اگر کوئی چترکار تصویر اتارتا تو وہ تصویر فوراً حرکت کرنے لگتی۔ ہر چشمے وہاں سے نکلتے، مٹھاس میں، شہد سے زیادہ تھے، اگر اس

پانی کا ایک قطرہ آزمانے کو کوئی دریا میں ڈال دیتا تو تعجب نہیں کہ تمام سمندر میٹھا ہو جاتا۔

اس شہر کے تمام لوگ خاطر جمع اور خوش حال تھے اور سب کے دل کے آہو جفا کے تیروں سے ہر وقت فارغ البال۔ عشرت گویا وہاں پیدا ہوتی تھی۔ اس میں سے جتنی بھی لیجئے، کمی نہ ہوتی تھی۔ غرض وہاں سب کچھ تھا اور اگر کچھ نہ تھا تو وہ غم ہے۔ اس شہر پر عجیب آسمانی فیض نازل تھا کہ اس میں پہنچ کر بوڑھے بھی تازہ جوانی پاتے تھے۔ اس پر ہمیشہ خوشی کی بارش ہوتی رہتی۔ اسی حالت میں وہ شہر بستا تھا۔

اس شہر کا ایک بادشاہ تھا نہایت نامور اور خوش بخت، اسے دنیا کے بادشاہوں میں سروری حاصل تھی۔ بڑے بڑے تاجدار اس کی اطاعت اور ضبط میں تھے۔ روئے زمین پر اس کا ثانی نہ تھا۔ اور بحر و بر اس کے حکم میں تھے۔ مہربانی کے آسمان کا یہ سورج، جہاں پرور کے نام سے دنیا میں مشہور تھا۔ جو کوئی فلک کا ستایا اس کے پاس آتا، جی کی طرح پرورش پاتا۔ اور جو کوئی ہاتھوں کی سیپی کو اس کے سامنے پھیلاتا مقصد کے موتی سے پُر جاتا۔ کسی کو کسی پر دست درازی کی

مجال نہ تھی، اگر ہوا خاک کو پریشان کرتی تو زمین کو ہوا سے "تاوان دلایا جاتا اور اگر کہیں دھرتی پانی کو چرا لیتی تو، اس کو کھود کر پانی نکالا جاتا۔ شہر گویا ایک باغ تھا اور بادشاہ ایک باغبان۔ اسی کی بدولت سارا جہان تازہ تھا۔

نوانبر کا خبر دینے والا، چاند سورج کی بات اس طرح کہتا ہے کہ، جب سورج بلندی سے پستی کی طرف آیا، اور مغرب کے معبد میں جا کر ٹھیرا ساتھ ہی رات کی نشانیاں نمودار ہوئیں اور سارا عالم نیند کے سجدے میں گر پڑا۔ درندوں نے اپنی اپنی گوہی کے گوشوں کی راہ لی، اور چرندے کونوں سے لگ کر بیٹھ گئے۔ پنکھی بھی آشیانوں میں معتکف ہو گئے۔ راحت کی فراغت نصیب ہوئی تو بادشاہ نے بچھونے پر استراحت کیا۔ اور جب نیند لگ گئی تو خواب میں ایک درویش کو دیکھا، جس کے جسم پہ اجلا سا پیرہن تھا اور ایک باریک سیلے سے کمر بندھی ہوئی تھی۔ سر پہ شملے کی عوض دستار اور ہاتھ میں ایک رنگین طرحدار عصا تھا۔ وہ ہاتھ میں مصلّے لیے ہوئے تھا، اور اس کا دل ریاضت کی بدولت مصفا۔ اگرچہ اس کا پورا جسم لہو سے خالی تھا، لیکن پیشانی پر سجدے کی لالی

موجود تھی، وہ اس حالت سے بادشاہ کے دربار میں کھڑا نظر آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اجازت کا منتظر ہے۔

جب صبح ہوئی اور پرندوں نے تسبیح و تہلیل شروع کی، اور سورج خطابت کا ساز و سامان لئے آسمان کے منبر پر خراماں ہوا۔ بادشاہ یکبارگی نیند سے بیدار ہوا اور رات کے خواب کو دھیان میں لایا۔ اس کے دل میں خواب کے متعلق طرح طرح کے اندیشے گذرنے لگے، فوراً خادم کو بلایا اور حکم دیا کہ دربار میں دیکھ آ کہ کوئی اس طرح کا درویش تو نہیں کھڑا ہے اگر وہ دربار میں نہ ملے تو اس کو جہاں ملے ڈھونڈ کر لے آ"۔ خادم دربار میں گیا، بازار ڈھونڈا لیکن ایسا درویش نہ ملا۔ وہ گلی گلی اس ولی کو ڈھونڈتا پھرتا تھا، آخر ایک خانقاہ میں پہنچا، جس کے در و دیوار پر نور برستا تھا۔ وہاں ارباب طاعت اور اہلِ عبادت جمع تھے۔ اور آپس میں طریقت، معرفت، حقیقت کی گفتگو کر رہے تھے۔ خادم نے جب غور سے دیکھا تو وہ درویش انہیں میں بیٹھا نظر آیا۔ دوڑ کر سجدہ کیا اور بادشاہ کا حکم سنایا۔ درویش روشن ضمیر پہلے ہی سے یہ بات جانتا تھا، اس لیے یہ کہہ کر اٹھا اور ساتھیوں سے اجازت لی کہ "کسی کا دل توڑنا خوب نہیں"۔

جب وہ دربار میں آیا تو بادشاہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ درویش بڑا صاحب کمال تھا۔ اس کی زبان بات میں مشاق اور قلم کی طرح ہر وقت اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ روز ایک تازہ حکایت بادشاہ کو سناتا، اور ہر شب ایک نیا سوز اسے دیتا۔ جب درویش قصہ کہتا رہتا تو بادشاہ بے مئے مست نظر آتا۔

ایک نزل رات، جب بدر سورج کی طرح روشن تھا، اور دن اور رات میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا تھا، نجومی پریشان تھے کہ چوبیس ساعت کا دن کیسے گیا۔ اصطرلاب لے کر دیکھتے تھے لیکن یہ راز ان پر حل نہ ہو سکتا تھا، ایسی رات میں بادشاہ نے نہایت خوش ہو کر درویش سے کہا "تمہاری باتوں میں عجیب کچھ سوز ہے کہ میں بے پئے ہی مست ہو جاتا ہوں۔ اب کچھ گفت گو کرو۔" درویش نے سوچا کہ اس سے معرفت کی حقیقت کھول کر کس طرح کہوں، اس کا سمجھنا ہر ایک کے لیے آسان نہیں ہے، بہتر ہے کہ ایک مجازی حکایت اس کو سناؤں۔ یہ ٹھیرا کر اس نے لب کھولے اور یوں شکر ریز ہوا۔

"ملک خراسان جو سب میں بڑا ملک ہے، میرا باپ وہاں کا پردھان تھا۔

وہ نہایت روشن ضمیر اور صاف باطن شخص تھا، اس کی عقل و فراست کا یہ حال تھا کہ افلاطون، ارسطو اور بو علی سینا اس کے شاگرد کی حیثیت رکھتے تھے۔ چھ مہینے بعد جو بات ہونے والی ہوتی، وہ بتلا دیتا۔ اسی سے میں نے ایک حکایت سنی ہے کہ کشمیر میں ایک نہایت عقلمند اور عادل بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت ہر چیز پر تھی۔ اگر گل اس کی اجازت کے بغیر کھلکھلاتے، تو ہوا کے ہاتھ سے ان کے ٹکڑے اڑا دیتا۔ اور جو نرگس بغیر حکم کے آنکھ کھولتی تو ہوا کے ہاتھوں خوب جھکولے کھاتی۔ جب بادشاہ حکم دیتا سرو ہلتے بلکہ شاید ایک اور پاؤں ہوتا چلنے لگتے۔ ہوا کو اس کی قدرت نہیں تھی کہ بغیر اس کی اجازت کے چمن سے نکہت کو لے کر پراگندہ کرے۔ سنبل اس کے اشارہ کے بغیر لب کھول سکتا تھا، اور نہ طوطی اور بلبل بول سکتی تھی۔

ایک روز جب موسم بہار پر تھا، اور ہر طرف پھول کھلے ہوئے تھے، بلبلیں نغمہ سنجیاں کر رہی تھیں، کوئلیں کوک رہی تھیں، بادشاہ نے مجلس جمائی، جب وہ مجلس کو زینت دینے بیٹھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فردوس میں رضوان بیٹھا ہوا ہے، ایسے میں باغبان ایک پھول لے کر

حاضر ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ گویا بادِ صبا خوشبو لیکر آئی۔ اس پھول کی بو مشک و عنبر کی طرح تھی، جس پہ ساری محفل وارفتہ ہوگئی۔ باغبان نے وہ پھول بادشاہ کے نذر کیا اور بادشاہ گل کی طرح شگفتہ ہوکر تعجب سے پوچھنے لگا "اے بن کو سدا پانی دینے والے! ایسا پھول چمن میں آج تک نہیں دیکھا تھا، اگر اس کا پودا لاکر میرے چمن میں لگائیگا تو تیرا دہن کلی کی طرح زر سے پُر کردونگا"۔ مالی نے یہ حکم سن کر اپنا سر زمین پر رکھا، اور پانی کی طرح بغیر مڑکر دیکھے چلا، اس پھول کو وہ چمن چمن پا ڈھونڈتا پھرا۔ کئی روز بعد وہ پودا اس کے ہاتھ لگا، اور اسے لاکر بادشاہ کے چمن میں لگایا۔ ہر روز وہ ایک تازہ پھول بادشاہ کی نذر کو لاتا، اور بادشاہ اس سے بیحد محظوظ ہوتا۔

ایک روز جب بادشاہ نے پھول دیکھا تو اس میں سوکھنے کے آثار نظر آئے۔ رنجیدہ ہوکر مالی سے سبب دریافت کیا۔ مالی نے جواب دیا "چمن میں ایک کالا بلبل ہے جو گل کا عاشق ہے۔ کبھی تو وہ پھول پر آکر پروں کو پھیلا دیتا ہے اور کبھی کانٹوں پر سینہ مارتا ہے۔ کبھی اپنے چنگل سے پنکھڑیاں کھولتا اور کبھی منقار سے کلیاں تتر بتر کرتا ہے۔

کسی وقت خوشی سے جھوم جھوم کر چہچہاتا اور کسی وقت زار نالی کرتا ہے، اس لیے پھول کملا گیا ہے"۔ یہ سنکر بادشاہ کو بڑا رنج ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ "بلبل کے لیے ایک پھاندا باندھو اور اس کے حلقے ایسے تنگ کرو کہ پانی بھی، اس میں مچھلی کی طرح سپر جائے۔ اور اگر ہوا بھی اس میں سے گزرنا چاہے تو پرندے کی طرح گرفتار ہو جائے"۔ شکاری نے اسی طرح کا پھندا اس جھاڑ کے نیچے باندھ دیا اور بلبل کو دھوکا دینے کے لیے اس میں کچھ دانے بھی ڈال دئے۔

آسمان دام ہے اور تارے دانے، کیونکہ اس کے کاروبار دام جیسے ہیں۔ اس دام سے کسی کو غافل نہ رہنا چاہیئے۔ اس کا کام بے وفائی ہے اور اس سے کدورت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ دیکھو کہ ستاروں کو کبھی رکھتا ہے اور کبھی نہیں رکھتا۔ بادل کو گھڑی بھر کے لیے کہیں امن نہیں دیتا۔ دو دوست جو ایک تن ہو کر رہتے ہیں انہیں جوزا کی طرح الگ کر دیتا ہے۔ جو کوئی خوشی سے پاؤں پسار کر بیٹھتا ہے، اسے عقرب بن کر ڈنک مارتا ہے۔ بے چارے بلبل نے جب اس جگہ دانے پڑے دیکھے تو بڑا خوش ہوا اور سمجھا کہ آج نصیبے کی یاوری ہے، میرا بخت مجھ سے سازگار ہے شاید

میرے برج میں چاند ہے اور میرے ستارے کی مجھ پر نظرِ عنایت ہے کہ محبوب اور چارا دونوں ایک جگہ مل رہے ہیں۔ عرصہ سے بغیر کھائے پیئے پڑا تھا۔ بارے آج راحت کے ساتھ چارہ کھا کر، بلبل گل کا نظارہ کرونگا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ دشمنوں نے شکر میں زہر ملا کر رکھا ہے۔ بلبل مارے خوشی کے گل کی طرح شگفتہ ہوکر دیوانہ وار دانہ پر گرا، جوں ہی اس کا پاؤں پڑا، پھندا گلے میں تھا۔ وہ غریب دانہ کھانے گیا تھا اُلٹا پھندا گلے میں پڑ گیا اور پھڑ پھڑانے لگا۔

عزیز و طمع بُری چیز ہے۔ اسے خوب نہ جانو، اس سے ذلّت نصیب ہوتی ہے، وہی تمام بلاؤں سے چھوٹے ہوئے ہیں، جو طمع داری سے دور ہیں، وہ بلبل دانے کی طمع سے بند میں گرفتار رہا۔ پھندے میں پڑ کر بلبل اپنے گل کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ "میرے جان کے ساتھی، اے میری روح کی راحت، تیرے رُخ سے میرے نین روشن اور تیرے لب سے میرے بین شیریں تھے۔ تیری نزدیکی سے میرے برگ کی تازگی تھی۔ تیری جدائی میں میری مرگ ہے۔ میری آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہے۔ اے یار تیرے بغیر میں کیونکر رہوں

ہیں آج تک بغیر کھائے پیئے تیرے قدموں کے پاس چھپا نوں سو کر پڑا رہتا۔ جہاں بھی جاتا پھر اسی جگہ لوٹ آتا اور تجھ کو بغیر پلک مارے گھورتا رہتا۔ مجھے اس کا غم نہیں کہ میں گرفتار ہو گیا، غم اس کا ہے کہ تجھ سے دور پڑ گیا“۔

پاپی شکاری نے جب بلبل کو دام میں پھنس کر زاری کرتے دیکھا، تو غصے سے ہونٹ چباتا ہوا ستم کی آستینوں کو چڑھا کر دوڑتا ہوا آیا، اور اس کو پکڑ کر پنجرے میں ڈال دیا۔ پنجرا اتنا تنگ تھا کہ دم بھی باہر نکل نہ سکتا تھا، اس کی تنگی تیلیوں کی گور بلکہ چشم مور سے زیادہ تھی۔ شکاری اس پنجرے کو لے کر بادشاہ کے پاس آیا اور تسلیم بجا لا کر پنجرا اس کو پیش کیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور بلبل کو ایک جڑاوی پنجرے میں ڈال کر دربار میں رکھا۔

جب بلبل نے دیکھا کہ اب وہ دن رہے نہیں، اور محبوب کے درشن کے دروازے اس پر بند ہو گئے ہیں تو سر کو پروں میں چھپا کر اور پکھوٹے ڈھال کر رونے لگا۔ کہ ”جھ پر جو بیت رہی ہے، اس کا حال، اس گل سے کون بیان کرے گا۔ اس حور کے بغیر، میرے لیے دنیا دوزخ ہے، اور اس

مہرو کی جدائی میں، دن رات کی طرح تاریک۔ جب سے اس گلبدن سے دور ہوا ہوں، میرے بدن کا رواں رواں کانٹا ہو کر سل رہا ہے۔ پون کے بغیر میرا کوئی محرم نہیں جو اس کے پاس جا کر میرا غم کہہ سنائے۔ "اے خوش باش ہوا، یار سے تو ہی میرا دکھ پھول سے بیان کر۔ کاش میرا جسم ہوا کا ہوتا! میں کسی نہ کسی طرح یہاں سے اڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتا۔ لیکن افسوس اب وہ پاؤں کہاں جو اس تک جا سکوں، اور وہ آنکھ کہاں جو اس کا درشن دیکھ سکوں"۔

بلبل کو اس طرح زاری کرتا دیکھ کر بادشاہ نے ایک روز اس سے پوچھا۔ "تو کیوں اس قدر پریشان ہے، کس جادو چشم کی خاطر اس طرح بے خواب اور کس کی زلف کے لیے اتنا بے تاب ہے۔ مجھے کہہ کہ کس لیلیٰ کا تو مجنوں ہے۔ اور کس کی نگہ کا تجھے تیشا لگا ہے کہ تو نے کوہ کن کا پیشہ اختیار کیا۔ سچ بتا کہ تو کس کنول کا بھنورا اور کس پھول کا بلبل ہے"۔

بلبل بادشاہ کی گفتگو سن کر، آنکھوں کے دریا سے موتی رولنے لگا اور یوں جواب دیا کہ "تو میرا دکھ نہ سنے اور میری آگ کے پھول نہ چنے تو بہتر ہے۔ جس کے دل میں میرا سا دکھ بھرا ہوگا، اس کے لیے زمین

سخت اور آسمان دور ہے۔ جو برہ پھندے میں پھنسا ہو اور جس پر بیتی ہو
وہی میرا دکھ سمجھ سکتا ہے۔ کیا بتاؤں میرا دل غم سے کیوں پچھاڑیں
کھا رہا ہے۔ یہ دکھ نہ کہا جا سکتا ہے اور نہ کہنے میں آسکتا ہے۔ اور
اس کے کہنے میں فائدہ ہے اور نہ چپ رہنے میں۔ اگر یہ بات زبان
پر لاؤں بھی تو کیا فائدہ؟۔

بادشاہ بلبل کے غم سے اشکبار ہو کر کہنے لگا۔ "شکر کھائے بغیر
منہ میٹھا نہیں ہو سکتا۔ اور بغیر مشورے کے کام درست نہیں پڑتا۔
مجھے اپنے دل کی بات سنا، ممکن ہے کہ میرے ہاتھ سے تیرا مقصد پورا ہو۔"

اس قدر دلاسا پاکر، بلبل اپنا احوال بادشاہ کو اس طرح سنانے لگا۔

"میرا باپ ختن کا سوداگر تھا، مال و دولت کی اس کے پاس کچھ
کمی نہ تھی۔ گھر میں جواہروں کے انبار لگے ہوئے تھے، اور روپے اور دینار
ڈھیروں سے تھے تمام بندرگاہوں میں اس کی شہرت تھی، وہ سب سوداگروں
میں بڑا تھا۔ طرح طرح کے بیش قیمت کپڑوں کے بستوں سے اس کی
دکانیں بھری پڑی تھیں۔ دریا میں اس کی کشتیاں اتنی چلتی اور کھڑی تھیں
کہ ان کی گرمی سے دریا سوکھ کر کیچڑ ہو گئے تھے۔ وہ اپنی تجارت کے سلسلے میں

عربستان، حلب، روم شام، بنگالا، آسام، واسط، اسفرائین، صفاہان، مداین، تبریز، شروان، ہمدان، کاشان، ارمن، روس، طوس، سراندیپ، شیراز، اردبیل، ختن، یمن، دماوند، بخارا، سمرقند، کابل، لاہور، مانڈو، ماہور، غرض سارے عالم کا چکر لگاتا رہتا۔ اتفاق سے وہ ایک دفعہ تجارت کے کئی سامان لے کر گجرات گیا۔ اس سفر میں، میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس وقت میری ابتدائی جوانی تھی۔ اور ذوق عشرت نے مجھے بدمست بنا رکھا تھا۔

ہم جہاں ٹھہرے تھے، وہیں قریب میں ایک زاہد پارسا رہتا تھا، اس کی ایک بیٹی تھی۔ بڑی چہتر، بڑی چنچل۔ میں اس کا سراپا کیا بیان کرسکونگا۔ اس کے ابرو کا نور محراب مسجد پر کبھی نہیں دیکھا گیا اس کی پیشانی، چاند سے زیادہ چمکدار تھی۔ اس کی پلکوں کو تیر اس لیئے نہیں کہنا چاہیے کہ کبھی کوئی تیر کا اسیر نہیں ہوتا۔ اس کے نین کو نرگس کہنا نازیبا ہے۔ کیونکہ نرگس میں وہ ناز کہاں؟ اس کی ناک چمپے کی کلی کی طرح نازک تھی۔ اس کے رخسار کو لالے سے کیسے تشبیہ دوں کہ لالے میں داغ ہوتا ہے۔ ہونٹ کو لعل کیونکر کہوں؟ لعل میں

وہ نرمی اور نازکی کہاں! دانتوں کو انار دانے نہیں کہہ سکتے۔ ان پر دانے بھی دیوانے تھے۔ اس کی ٹھوڑی جیسا سیب دنیا میں کہاں ہے جس میں عشق کا آسیب ہو؟ اس کی کمر کے سامنے شنرزے کا ذکر ہرزہ ہے۔ سرو، اس قد کی حد کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر اس کی چال کو کوئی ہنس کی چال سے تشبیہ دے تو اس کی عقل پر ہنسنا چاہیے۔ غرض اس موہنی کا سراپا جیسا تھا، اس کی تعریف کرنے کی سمجھ میں سکت نہیں۔

میرے دل میں اس کے دیکھنے کی ہوس پیدا ہوئی، جب وہ یاد آتی تو میرے سینے میں گدگدی ہوتی۔ اس کی پریت کی ہوا جو لگی تو میرا حال دگرگوں ہونے لگا۔ میں ہر روز اس کی گلی کو جاتا۔ پاپیادہ اور اکیلا۔ آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا کبھی اس دیوار سے لگ کر چلتا اور کبھی اس دیوار سے۔ تاکہ کوئی دیکھ نہ لے۔ اور وہاں پہنچ کر اس چندر بدن کے گھر کی طرف منہ کر کے، آنکھوں کے تارے بکھیرتا، اور آہوں کا کھلا باندھتا۔ کتنے دن بعد، امید کا سورج طلوع ہوا، اور میرے بخت کی آنکھوں کو نور بخشا۔ نصیبا جو دوست ہوا، تو یکایک

وہ چنچل میری طرف جھانک کر دیکھی - میری اور اس کی نظریں چار ہوئیں اور ہم دونوں کے دل مل کر ایک ہو رہے - اب یہ حال ہوا کہ جس طرح میں اسے یاد کرتا، وہ بھی مجھ کو یاد کرنے لگی - کبھی میں اس کے قدموں کے پاس سر سے چلتا جاتا اور کبھی وہ مجھے گھر پہنچا جاتی - اسی طرح سے دن رات گذرتے گئے - کبھی لوگوں کے ڈر سے ہم اپنی جگہ پر رہتے - اور کبھی کوئی نہ سنے جیسا بات کرتے یا چھپ کر اشارے کرتے - کبھی ایک دوسرے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کرتے اور کبھی، ایک دوسرے کو نظروں میں چراتے -

ناگہاں کسی نے زاہد کو اس کی خبر کر دی - چاڑہی خور کا منہ جگ میں کالا! زاہد یہ خبر سن کر تلملانے اور اپنے آپ میں غم سے پچھاڑیں کھانے لگا - آبرو جاتی دیکھ کر وہ مارے شرم کے ایک حجرے میں بند ہو گیا - اور سرو کی طرح ایک قدم پر کھڑا ہو کر، ڈھاک کے پتوں کی طرح ہاتھ پھیلایا اور بد دعا کی کہ ہماری صورت تبدیل ہو جائے - اتفاق سے اس روز رحمت کے کواڑ کھلے تھے - اس کی دعا تیر کی طرح، آسمانوں کے ساتوں سپہر سے گذر گئی اور سیدھی نشانے پر جا کر لگی - ہیں ہاتھی کسوت کے ساتھ بلبل اور وہ گل کی صورت میں تبدیل ہو گئی - اسی وقت سے دردناکی اور

سینہ چاکی میں مبتلا ہوں"۔ بلبل نے دعا پر کلام ختم کیا۔ اور کہا "آگے تجھے سب معلوم ہے، اب میرے بخت ہیں اور تیری نظر"۔

یہ احوال سنکر بادشاہ کو خیال آیا کہ اس کے خزانے میں ایک انگوٹھی ہے جس کو اگر ممسوخ پر پھرائیں تو وہ صورت اصلی پر آجاتا ہے۔ اسی وقت خزانے دار کو بلا کر، انگوٹھی کو لانے حکم دیا۔ جب انگوٹھی آگئی تو بادشاہ نے پہلے وضو کیا، پھر آیتہ الکرسی کو پڑھ کر، دونوں پر اس کو پھرایا۔ خدا کے فضل سے، وہ جیسے پہلے تھے ویسے آدمی بن گئے۔ دونوں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت تھے۔ جو ان کی صورت دیکھتا، کہتا "یہ لیلیٰ ہے اور یہ مجنوں، شیریں اور فرہاد ایسے ہی تھے، کیا یوسف اور زلیخا دنیا میں پھر آئے ہیں!"

بادشاہ بہت خوش ہوا، اور بڑی دھوم سے ان کا بیاہ کر دیا۔ سوداگر کے بیٹے کو دربار میں ایک بڑا منصب عطا کیا گیا۔ وہ ہر روز صبح بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا، اور قصوں سے اس کا دل بہلایا کرتا۔ ایک روز بادشاہ نے اس سے فرمائش کی کہ آج کوئی عشق کا قصہ بیان کر کیونکہ محبت اور اس کے سوز سے تو واقف ہے"۔ یہ حکم سن کر، اس نے اس طرح قصہ شروع کیا۔

ملوک پیشین میں سے ایک کے متعلق میں نے سنا ہے کہ' وہ بڑا عالی ہمت
رصاحب لشکر تھا۔ ایک روز دربار بھرا ہوا تھا' اور پادشاہ تخت پر جلوہ افروز
جیوں نے آکر خبر دی "چین سے ایک نقاش آیا ہے اور کئی نقش لکھکر
یا ہے۔" چین کا نام سنتے ہی بادشاہ کے چہرہ پر غم کے آثار نمودار ہوئے'
ں نے ایک وزیر کو بڑے بھاری لشکر کے ساتھ' چین کا ملک فتح کرنے
یجا تھا۔ اُس وقت سے اس کی خبر نہیں آئی تھی۔ بادشاہ کے دل میں
یشے گذرنے لگے کہ' کہیں وہ خود ملک لے کر نہ بیٹھ گیا ہو۔ پھر یہ سوچ کر کہ
مانی خوب نہیں' اس نے ایک ندیم کو طلب کیا اور حکم دیا کہ کوئی حکایت
ان کرتا کہ غم غلط ہو۔ ندیم واقف کار تھا' موقع کے مناسب اس نے
حکایت بیان کی۔

"ایک راجہ' فہم و ذکا میں بڑا مشہور تھا۔ اسے جوگیوں سے بڑا
تقاد تھا۔ ملک' ملک کے جوگی اس کے پاس آتے تھے۔ ایک روز ایک
ی اس کے شہر میں آیا۔ بادشاہ نے خود جا کر اس کو لیا۔ محل میں لاکر عزت
ے بٹھایا اور احوال پوچھنے لگا۔" کہ تم کہاں سے آئے اور کہاں'
ہنے والے ہو۔ کرم کیا کہ ہم کو درشن دکھلایا۔" جوگی نے جواب

م ۷ ۹ ۴ ۷

"اے بادشاہ! ہم اپنے نے ہانسے والے کون؟ جو کچھ کرتا سو حق کرتا ہے۔ ہماری ناتھ کی ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔" بادشاہ نے اس کو بہت عزت سے رکھا۔ اس کے لیے گھی اور دودھ کا راتب مقرر کر دیا۔ جوگی نے یہ سوچ کر کہ بادشاہ کے پیار کا کچھ تو اپکار کروں، اسے نقل روح کا ہنر سکھایا، جس سے وہ کسی اور جسم میں جا سکتا تھا اور جب چاہے واپس اپنے تن میں آ سکتا۔ بادشاہ کا ایک وزیر بڑا ہوشیار تھا، اور وہ اسی زمانے میں اتفاق سے ایک بڑا کام انجام دے کر آیا تھا، بادشاہ نے خوش ہو کر اس سے فرمایا کہ "کیا مانگتا ہے مانگ" اس نے سجدہ کر کے کہا: "تیری ہمت سے سیم و زر کی کمی نہیں۔ اتنی کرم بخشی تو نے کی ہے کہ کسی چیز کی حاجت نہیں۔ لیکن اگر مجھ کمینے پر مہربانی کر کے، نقل روح کا ہنر مجھے سکھا دے تو، ذرہ نوازی ہے۔" بادشاہ یہ سنتے ہی گال کو ہاتھ لگا کر سوچنے لگا کہ اس کو یہ ہنر سکھانا، اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنا ہے۔ لیکن قول دے چکا ہوں، 'نا' بولوں تو جھوٹا ٹھہرتا ہوں۔ بادشاہ دنیا جب بادشاہ جھوٹ بولنے لگیں تو پھر کون کسی کو پتیائیگا۔ یہ سوچ کر، خدا پر توکل کیا۔ ہنر سکھا دیا۔

ایک روز بادشاہ شکار کے لیے گیا۔ جب شکار کھیل کر واپس ہونے لگا تو قضا کے حکم سے وہ لشکر سے جدا ہو گیا۔ اس کے ساتھ سوائے اس وزیر کے کوئی اور نہ تھا۔ پھرتے پھرتے دونوں ایک جنگل میں پہنچے۔ یہاں راستہ پر ایک ہرن مردہ پڑا ہوا ملا۔ بادشاہ کو خواہش ہوئی کہ اس کے جسم میں جاکر منتر کو آزماؤں، تھوڑی دیر ہرنوں کے ساتھ پھروں، اور ہرنیوں کی پیت کا مزا لوٹوں۔" یہ سوچ کر، اس نے اپنی روح ہرن کے مردہ جسم میں منتقل کی اور پھرنے کے لیے جنگل کی طرف چلا گیا۔ وزیر نے بادشاہ کا جسم خالی پڑا ہوا دیکھا تو بادشاہ بننے کی ہوس دل میں پیدا ہوئی۔ فوراً اپنی روح کو، بادشاہ کے جسم میں داخل کیا۔ اور اپنا جسم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ اس طرح دغا بازی سے وہ سلطنت لیکر بیٹھ گیا۔

اس بادشاہ کی ایک رانی تھی جس کا نام ستونتی تھا۔ اس کی عصمت اور عفت کا یہ حال تھا کہ چاند سورج بھی اس کی چھاؤں دیکھنے نہ پائے تھے۔ اگر کبھی وہ آئینہ کے سامنے جاتی تو اپنے [illegible] کو دیکھ کر شرما جاتی اور اگر کبھی بال کھولنے کنگھی لیتی تو پنجہ کا نمونہ سمجھ کر [illegible] دیتی

نرگس کو دیکھ کر منہ پر آنچل کھینچ لیتی۔ اس کی پاکدامنی کی عورتیں قسم کھایا کرتی تھیں۔ اس نے بادشاہ کے چال چلن نئے دیکھے تو اس کو شبہ ہوا۔ جب کبھی وہ اس سے محبت کا اظہار کرتا، ستنونتی حیلے سے ٹال دیتی۔

اصلی بادشاہ جب واپس آیا تو اپنے جسم کی جگہ خالی دیکھی، اسے بڑا رنج ہوا، لیکن کیا کرتا، ناچار مکار وزیر کو کوستا پھرتا تھا کہ ایک مرا ہوا طوطا نظر پڑا، اس نے فوراً اپنی روح کو اس میں منتقل کیا، اور نئی زندگی اختیار کر کے بادشاہ کے شکاری کے گھر پر جا بیٹھا۔ شکاری اسے دیکھتے ہی پنجرا درست کرنے لگا، طوطے نے اس سے کہا، پنجرے کی ضرورت نہیں، میں خود گرفتار ہوتا ہوں، لیکن ایک شرط پر، تو مجھے بادشاہ کے ہاتھ بیچ دے۔" شکاری اس کی گفتگو سن کر بڑا حیران ہوا، اور اُسے پنجرے میں ڈال کر فریبی بادشاہ کے پاس لے گیا۔ وہ بھی اس کی میٹھی باتیں سن کر بہت خوش ہوا، اور اسے خرید کر اسی مقام پر رکھا جہاں ستنونتی رہتی تھی۔ ایک روز طوطے کو موقع ملا، اس نے ستنونتی سے پوچھا۔" اے سرو آزاد تیری جوانی کا رنگ کیوں برباد ہوا، کس کے غم میں تو بے کل ہے۔" ستنونتی نے آہ کھینچ کر کہا۔" سب عالم پر یہ بات

روشن ہے کہ دیا نہ ہو تو رات کیسے سہاتی ہے اور جس کے منہ میں تنبول نہ ہو‘ وہ منہ کیونکر بھلا لگے گا‘ جدائی میں مرنا آسان ہے‘ بغیر پیو کے زندہ رہنا مشکل۔ پریشان ہوں لیکن محبت میں ثابت قدم ہوں۔ شمع کی طرح جل رہی ہوں‘ لیکن اپنی جگہ سے ٹلی نہیں۔“ طوطے نے اس کی وفاداری دیکھی‘ تو رو کر اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا‘ اور کہا کے اب جو وہ تیرے ساتھ محبت کا اظہار کرے تو‘ تُو اس سے کہہ کہ تُو وہ راجا نہیں ہے‘ تجھ پر مجھے شبہ ہوتا ہے وہ نقل رُوح کا فن جانتا تھا۔ وہ فریبی تجھ پر قابو پانے کے لیے اس پر تیار ہو جائے‘ تو‘ تو مردہ قمری کو اس کے سامنے رکھ دے۔ آگے میں اپنا کام سمجھتا ہوں“۔ چنانچہ یہی ہوا‘ جب اس نے ستونتی سے یہ سنا‘ تو اچھل پڑا‘ اور کہا ”تو کیا آزماتی ہے‘ دیکھ!“ ستونتی نے فوراً مری ہوئی قمری اس کے سامنے رکھ دی“ جوں ہی فریبی نے قمری کے جسم میں اپنی جان ڈالی‘ بادشاہ‘ اپنے اصلی جسم میں آگیا اور قمری کی ٹانگیں چیر کر اسے پھینک دیا۔ اور سلیمان کی طرح پھر تخت پر بیٹھا۔ دنیا کو خوشی نصیب ہوئی‘ اور سب آداب احترام بجا لائے۔ اتنے میں ایک وزیر آیا‘ اور بادشاہ کی مدح وثنا بجا لا کر عرض کی۔ ”اے فرخندہ طالع

وہ بدبخت اسی طرح فنا ہوا جس طرح ایک بادشاہ، کسی عورت پر فریفتہ ہو کر تخت کھو بیٹھا تھا۔" یہ سنکر بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہوا، اور پوچھنے لگا۔ " وہ کون کوتاہ بیں تھا جس نے عورت پر بھول کر اپنی عزت گنوائی"۔ وزیر نے یہ دیکھ کر کہ بادشاہ کی طبیعت قصہ سننے کی طرف راغب ہے، یوں گویا ہوا۔

" قدیم زمانے میں ملک عجم کا ایک بادشاہ تھا، جس کی بیٹی بڑی قبول صورت تھی۔ اس کا نام سمن بر تھا، اور سارا عالم اس کے حسن کا شیدائی۔ مصر کا شہزادہ ہمایوں فال بھی اس کے حسن کا شہرہ سنکر، اس کا دیوانہ ہو گیا اور اس کو دیکھنے کے لیے ملک اور مال باپ کو چھوڑ کر بہ حال تباہ روانہ ہوا۔ بڑی مشقتیں اٹھاتا آخر، اس شہر میں پہنچا۔ وہاں جو دیکھتا ہے تو شہر ہر طرف عاشقوں سے گلزار بنا ہوا ہے۔ کتنوں نے اس کے رخسار کے دھیان میں اپنا گریبان چاک کر رکھا تھا، کئی اس کے بام کی طرف منہ اٹھا کر سوسن کی طرح سو زبان سے اس کی تعریف کرتے تھے، کچھ اس کے دہن کی یاد میں، کلی کی طرح منہ موند کر پڑے تھے۔ بہت سے اس کے قد کی یاد میں سرو کی طرح ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے نظر آئے، اور چند اس کے

غمِ ہجر میں بلبل کی طرح سیہ پوش ہو گئے تھے۔ جب عشق کا سوز دل میں ضبط نہ ہو سکا تو وہ بھی شب و روز اس کے محل کے پاس جاتا۔ اور آنکھوں سے لہو کے دریا بہا کر اپنے دامن کو شفق کر دکھاتا اور کہتا۔ "اے میرے نصیبے کے سورج" اس حالت میں کب تک پڑا رہوں کہ دن کو نور نہ دیکھے حسن کے آسمان سے چاند کی طرح باہر نکل اور میری آنکھ سے اندھیرے کو دور کر۔" کتنے دن تک یوں ہی روتا اور آنسوؤں کے پانی سے منہ کو دھوتا رہا۔ اتفاق سے ایک روز طالع کی اس پر نظر ہوئی، اس چنچل نے اسے جھانک کر دیکھا۔ ادھر اس نے بھی اسے دیکھا، اور دیکھتے ہی دونوں بے قرار ہو گئے۔ دونوں کی نظر سے جو تیر نکلے سینوں کے سپر سے پار ہو گئے۔ شہزادی اسے دیکھ کر ناز سے یوں بول اٹھی۔ "توں کہاں کا رہنے والا ہے اور عاشقی کا بار سر پر لیے یہاں کس لیے آیا ہے۔ اس طرح یہاں آنا اور اپنے آپ کو رسوا کرنا خوب نہیں۔ میرے ماں باپ سنینگے تو اس کو کس طرح روا رکھینگے؟ اس مقام سے نکل جا، اور اس بلا کے بار سے سبکدوش ہو جا۔" اس طرح اس نے عاشق کو کس کر دیکھا۔ کیونکہ سونا بغیر کسے ظاہر نہیں ہوتا، اور اگر ظاہر بھی ہو تو اس کا کسنا بہتر ہی ہے۔ کہنے کو تو اس نے یہ کہدیا،

لیکن دل سے اس کی دیوانی ہو رہی تھی شہزادے نے جوں ہی یہ بات سنی معلوم ہوا کہ گویا جان اس کے تن سے نکل گئی۔ گلابی چہرہ زعفرانی ہو گیا' اور اس طرح جواب دیا۔ "اے موہنی! جب سے تیرے عشق نے دل میں ڈیرا جمایا ہے' حال کا بے حال ہو گیا ہے اور دامنِ صبر ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے۔ تیری محبت میں راحت سے مُنہ موڑ کر' بلا سر پر لی ہے۔ اگرچہ میرا باپ مصر کا بادشاہ ہے' لیکن آج میری آنکھیں رو ذیل ہیں۔ میرا نام کہنے کو تو ہمایوں ہے' لیکن تیری جدائی سے میرا دل' پُرخون ہے۔" شہزادی نام پہلے ہی سُن چکی تھی' پھر بھی' دل کی بات پوشیدہ رکھی۔ اور جواب دیا۔ "تو ایک جُدا چمن کا پھول ٹھیرا' اور میں ایک بن کی کنولی کلی' تو مصری میں عجمی تیری بات کو سچ کس طرح مانوں اور تجھے سچا عاشق کس طرح جانوں' کیا خبر کہ تو چاند ہے یا تارا' اور محبت میں اَدھورا ہے کہ پورا' کتنے ہی ایسے آتے جو خواہ مخواہ کے عاشق بنتے اور طبل کی طرح خالی شور مچاتے ہیں"۔ یہ سنتے ہی اس کے ہوش اُڑ گئے' پھر جب حواس درست ہوئے تو قسم کھا کر کہا۔" جس صانع نے تیرے رُخ کو گل بنایا اور مجھے بلبل کیا۔ جس قادرِ مطلق نے تری زلف کو تاب دے کر مجھے بے تاب کیا' جس محسن نے

تجھے حسن اور مجھے وصل کی آس دی، وہ شاہد ہے کہ میری بات جھوٹ نہیں۔ میں دل سے تیرا عاشق ہوں۔ میری بات کو سچ مان اور مجھے اپنا جان۔" جب شہزادی نے اس میں عشق کے چالے دیکھے، تو آہستہ نیچے اتر کر آئی، اور اسے سینے سے لگا لیا۔ سمجھی کہ یہ میرا سچا عاشق ہے اور خود بھی اس دیوانے کی دیوانی ہو رہی۔ پھر تو دونوں کے آپس میں آسرے سے چھیڑ چھاڑ ہونے لگی۔ کئی دن تک ایک دوسرے کے درشن سے خوش حال رہے۔ لیکن اس طرح سے چوری کتنے دن چل سکتی ہے؟۔ آخر اس بات کا شہرہ ہونے لگا۔ دونوں نے مل آپس میں مشورہ کیا۔" ہم کو ایک دوسرے کے دیکھے بغیر نہ دن کو چین نصیب ہے اور نہ رات کو آرام، ذرا سی دوری بھی ہم کو گوارا نہیں، یہ بات اب سب پر الم نشرح ہو چکی ہے۔ صرف بادشاہ کے کانوں تک پہنچنی ہے۔ وہ بڑا غصیلا ہے۔ ہم دونوں کو زندہ نہ چھوڑیگا۔ کب تک یہاں اس طرح ڈرتے پڑے رہیں۔ مناسب یہ ہے کہ گھر سے نکل چلیں۔ اور کسی مقام پر جا کر اس طرح مل جل کر رہیں جیسے پھول میں بو، رتن میں جوت اور مے میں مستی رہتی ہے، دشمنوں کے جگر کو پانی کریں اور دراندازوں کی آنکھوں میں خاک جھونکیں۔ میں فلاں باغ کو جانے کی اجازت لے کر آتی ہوں۔" اس نے کہا۔" میں بھی آتا ہوں، وہاں سے ہم دونوں مل کر

کہیں نکل چلیں۔

غرض یہ ٹھیرا کر دونوں گھر سے نکل بھاگے اور سیر کرتے تماشے دیکھتے شہر سند میں جو اصل ہند تھا گنگا کے کنارے، ایک محل "بیت العاشقین" میں آکر قیام پذیر ہوئے، یہاں وہ بے کھٹکے لطف اڑاتے تھے کبھی محل کی کھڑکیاں کھول کر دریا کی سیر کرتے اور کبھی ایک دوسرے کی صُراحی گردن ہاتھ میں لے کر لب لعل کے پیالے سے مے پیتے۔ ہمایون اس بات پر مصر تھا کہ یہ بھید جیتے تک کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے۔

وہاں ایک مالنی رہتی تھی، جو بادشاہ کے پاس پھول کے ہار پہنچایا کرتی۔ سمن بر کے پاس بھی وہ پھول کے ہار، طرّے، چوٹی وغیرہ گوندکر لایا کرتی تھی۔ اسے سمن بر سے انس ہو گیا تھا۔ اور اکثر اسی کی خدمت میں رہا کرتی۔ ایک روز بہ اصرار اس نے، سمن بر سے حالات پوچھے، سمن بر نے ہمایون کی نصیحت فراموش کر کے سارا حال کہہ سنایا۔

مشیت یوں تھی کہ ایک روز مالنی کو پھول گوندھتے دیکھ کر سمن بر نے وہ ہار اس سے لیا اور خود گوندھ کر دیا، مالنی مقررہ وقت پر وہ ہار لے کر ہمیشہ کی طرح بادشاہ کی خدمت میں گئی، اور سجدہ بجالا کر، ہار اس کے

سامنے پیش کیا۔ وہ ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کھڑی تھی کہ بادشاہ پھول دیکھکر یکایک بول اٹھا۔" تو یہاں کئی روز سے آتی، اور پھول کے ہار دے جاتی ہے۔ لیکن آج تک ایسا ہار کبھی نہیں لائی" یہ تیرا ہنر تو نہیں، سچ بتا کہ یہ ہار تجھے کہاں سے ملا"؟ اس نے بہت سے عذر کئے، لیکن بادشاہ غصے سے کہنے لگا۔ "اگر تو سچ سچ نہ بتائیگی تو قسم ہے خدا کی کہ تیری بوٹی بوٹی پھول کی پنکھڑیوں کی طرح جدا کر دونگا۔" جب اس نے دیکھا کہ عذر کی گنجائش نہیں رہی تو ساری حقیقت کہہ سنائی۔ شہزادے کی بڑی تعریف کی اور سمن بر کے حسن کا حال بیان کیا۔ یہ ذکر سنکر، بادشاہ کے دل میں سمن بر کے عشق کی آگ بھڑک اٹھی۔ صبر ہاتھ سے رخصت ہوا اور سمن بر کو دیکھنے کی ہوس اس کے دل میں پیدا ہوئی۔

دوسرے روز صبح بادشاہ مچھلی کے شکار کا بہانہ کر کے کشتی میں سوار ہوا، اور سمن بر کے محل کے نیچے پہنچا۔ اس وقت وہ بال سکھاتی بیٹھی تھی، اور ایسی نظر آتی تھی، جیسی کوثر پر کی حور۔ بال جو اس کے رخ کے اطراف بکھرے ہوئے تھے ایسے معلوم ہوتے تھے، گویا چاند پر بدلی چھائی ہوئی ہے۔ جوں ہی بادشاہ کی نظر اس پر پڑی، وہ بے خود ہو گیا۔ اور عشق کی موجوں میں اس کے صبر کا سارا اثاثہ ڈوب گیا۔ جو لوگ موجود تھے، یہ حال دیکھ کر پریشان ہو گئے

اورفوراً بادشاہ کو واپس لے گئے۔ محل میں پہنچنے کے بعد، وزیروں میں سے ہر ایک حال پوچھنے حاضر ہوا۔ سب مل کر بادشاہ سے کہنے لگے۔ بادشاہ پر سب حال آشکارا ہے۔ "کیا عرض کریں عقلمندوں نے کہا ہے کہ بادشاہ کو یہ چند کام مناسب نہیں۔ کشتی میں بیٹھ کر دریا پر جانا رات کو چوری سے پھرنا اور شراب کی مجلس جمانا"۔ یہ سن کر بادشاہ نے جواب دیا۔

"یہ سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی دشمن ملک پر دھاوا کرے تو اُسے فوج کے ذریعے اور فوج سے نہ ہوسکے تو زر سے دفع کرنا ممکن ہے۔ لیکن جب عشق کا سلطان، ملک دل کو غارت کرنے آئے تو اس موقع پر میرے لیے کیا تدبیر ہے، بتاؤ۔ اور اس میں میری کیا تقصیر ہے کہو۔ اب مجھے تاج وتخت بھلا معلوم ہوتا ہے اور نہ کوئی اور چیز اچھی لگتی ہے۔ آج سے گلے میں کفنی ڈال لیتا ہوں تاکہ وہ منہری مجھے مل سکے۔ مجھے شاہی کیا کام آئیگی سمجھو کہ آج سے میری بادشاہت ختم ہوگئی مجھے اس پریشانی میں مبتلا نہ کرو۔ مجھے مال اور دھن درکار نہیں، وہی دھن چاہیے۔ اور یہ کام میں ہر طرح کرنے تیار ہوں"۔

یہ گفتگو سن کر، سب کے سب بغیر دم مارے، کھڑے رہے۔

لیکن ان میں ایک وزیر فراست میں بے نظیر تھا۔ اس نے عرض کی: "بادشاہ نے جو کچھ فرمایا، سب معقول ہے۔ لیکن بادشاہوں کے مذہب میں یہ بات نامعقول ہے، انہیں دل مضبوط رکھنا، اور دور بینی سے کام لینا لازم ہے۔ جو کچھ بھی ہو، ہمت اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ جلد بازی سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ آہستگی سے کام لینا ضروری ہے۔ کلیوں کے نمودار ہوتے ہی پھول نہیں کھلتے، اور جو کھلیں بھی تو ہر ایک کو نہیں ملتے، کنگورے آہستہ آہستہ بلند ہوتے ہیں، چاند پنچم کی رات تک چل کر، پورا ہوتا ہے۔ اگر شہ کا حکم ہو تو میں اس کام کو سر آنکھوں سے انجام دونگا۔ ہر ترکیب سے اس تارے کو توڑ کر تجھ سے ملاؤنگا۔"

بادشاہ نے فرمایا۔ "بے شک تو دوربین ہے۔ تیری عقل پر آفریں، لیکن وہ پھول بے خار نہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس گنج پر مار بھی ہے۔ کسی بڑے بادشاہ کا فرزند، اس پر دیوانہ ہو کر اور اس کی زلف میں دل پھنسا کر گھر دار چھوڑ، اسے یہاں لے کر آیا ہے۔ اور وہ چنچل بھی، اس سے دل لگا کر، جورو کی طرح اس کے ساتھ رہتی ہے۔ پہلے تو اس مرد کو نکال پھینک اور اس گرد کو جھاڑ پھینک، اور یہ کام دغا اور حیلے سے

اس طرح ہو کہ وہ من موہن مجھ سے آزردہ نہ ہو اور وہ نازک پھول پژمردہ نہ ہو۔"

اس حیلہ گر نے پھر بادشاہ سے کہا کہ "ہم ابھی ندی کے کنارے جا کر ضیافت کا اسباب مہیا کریں اور اس ایک دو دن کے مہمان کو دعوت دے کر بلائیں۔ اس کو خوب شراب پلائیں، پھر اس سے شرط کریں کہ برہنہ ہو کر دریا سے کنول کا پھول توڑ لائے۔ اس کو آسان جان کر وہ عذر نہ لائیگا، اور جیوں ہی جائیگا خود آپ ڈوب مریگا۔ نہنگوں کا لقمہ بنے گا۔ ہم انجان رہیں۔ سمن بر کو گمان نہ آئیگا کہ ہم نے دغا دے کر اسے مارا ہے۔"

بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی، فوراً ضیافت کا سامان درست ہوا، اور ہمایوں فال کو وہاں بلایا گیا۔ اس نے مروت سے انکار نہ کیا۔ اور چلا آیا۔ بادشاہ نے بزم خوب آراستہ کی تھی، دو رویہ ساقیانِ مہ وش کی قطار تھی اور مطرب بیٹھے نغمے کے چھپے رازوں کو کھول رہے تھے۔ رباب تن تن تنا تن بجتے اور طنبورے جھن جھن جھنا جھن بول رہے تھے۔ غرض ایک لطف تھا۔ بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی ساقی کھلی زلفوں اور اودی آنکھوں کے ساتھ حاضر ہوئے، اور شراب کے دَور چلنے لگے۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ "اب بیٹھ کر شطرنج کھیلیں۔ اور دنیا کی فکر سے آزاد ہو لیں۔" ہمایوں فال بغیر شبہ کیے شطرنج کھیلنے بیٹھ گیا۔ لیکن حیلہ گر پہلے ہی سے

طے ہو چکا تھا' شہزادے کو مات ہوئی' اور اپنی بات کھری رکھنے کے لیے وہ برہنہ ہوکر دریا میں کودا' اور فوراً ایک مچھلی اس کو نگل گئی۔

اس ظالم نے تین دن تک تعزیت کے مراسم ادا کیے۔ پھر خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور اس مکار وزیر کو بلا کر' کہا کہ" جا اس موہنی سے جو بات کہنی کی ہے کہہ" وزیر خود ہی حاجب بن کر' سمن بر کے پاس گیا۔

سمن بر کا یہ حال تھا کہ ہمایون کے بچھڑنے کی وجہ سے تین دن سے دکھ میں تھی۔ تڑپنے اور رونے کے بغیر اسے دوسرا کام نہ تھا۔ آپ ہی آپ کہتی' "مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ پہلے اپنی محبت کی دیوانی کر کے تو اس طرح چلا جائیگا۔ خدا جانے تو کہاں ہے۔ تیرے بغیر میں کیسے زندگی گزاروں۔ اب جینا کس کام کا' اس سے بہتر ہے کہ زہر پی لوں"۔ ایسے میں دستک کی آواز سنی' سمجھی کہ ہمایون آج مہر سکوت توڑ کر' دلاسے کے لئے کسی سے کچھ کہلایا ہے۔ ننگے سر اور ننگے پیر دوڑتی ہوئی آئی اور آسرے میں کھڑے ہو کر پوچھنے لگی۔ "کیا خبر ہے' بھائی' مجھے اس کی خبر سناؤ بتاؤ کہ وہ میرے جی کا من میت کہاں ہے۔ مجھ نرجیو کا وہ امرت کہاں ہے۔ مجھ نرادھاری کا آدھار وہی تھا' اس کے بغیر سارا عالم میری آنکھوں میں اندھیرا ہے۔ تین دن سے مجھے رونا لگا ہے"۔

یہ سن کر اس کٹہر نے افسوس کا اظہار کیا، پھر شہزادے کے دریا میں ڈوب مرنے کی خبر سنائی۔ یہ سنتے ہی سمن بر پر آسمان ٹوٹ پڑا، زمین پر پٹکیاں کھانے لگی اور روتے روتے بے ہوش ہوگئی۔ جب ہوش آیا تو لال اوڑھنی پھاڑ دی اور جسم کا سارا زیور نوچ کر پھینک دیا۔ آنکھوں سے کاجل پونچھ دیا کنگی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے، اور مُنہ دیکھنے کی آرسی کو پھوڑ کر پھینک دیا۔ ہاتھوں کی چوڑیاں چور چور کر دیں، اور یہ بیان کر کر کے رونے لگی "میں یہ نہ جانتی تھی کہ دشمن اس طرح گھر ڈبائینگے، اور یوں غم کے دریا میں ڈال دینگے۔ اگر یہ جانتی تو اس کو دل کے اندر چھپا رکھتی، آنکھوں کی پتلی بنا کر رکھتی"۔ سمن بر کا دکھ دیکھ کر حاجب بھی ٹھنڈا پڑ گیا، اور اس شمع رو سے کچھ بول نہ سکا کر، اپنا منہ کالا کیا۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر، جو کچھ حال دیکھا تھا، کہہ سنایا۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا۔ تو ایک دفعہ اور اس کے پاس جا، اور جس حیلے اور تدبیر سے ہو سکے، اس کے غم کی آگ ٹھنڈی کر۔ اور میرے عشق کی گرمی سے اُسے نرم کر۔ تیرے بغیر کوئی دوسرا یہ کام نہیں کر سکتا۔ تجھ سا عقلمند آج کم ہے"۔ غرض وہ پھر اُلٹے پاؤں لوٹا۔ سمن بر کے پاس جاکر اسے ترکیب سے اس طرح سمجھانے لگا۔

اُس جگ میں جس نے گہوارہ دیکھا، وہ آخر گور میں جانے والا ہے۔

جو پھول شاخ پر کھلتا ہے، وہ آخر فنا کی باد سے گر جاتا ہے۔ جو چیز بھی دنیا میں موجود ہوئی ہے، وہ ایک روز نابود ہونے والی ہے۔ یہ جینا دوپہر کی چھاؤں ہے۔ دنیا میں نام کے بغیر کچھ نہیں رہتا۔ کسی کو ابد کی خلعت نہیں بخشی گئی۔ سب عالم پر یہ بات ظاہر ہے کہ، خدا کی قدرت کا قوی ہاتھ، اگر مغرب میں چاند کو غروب کرتا ہے تو اسی گھڑی سورج کو طلوع کرتا ہے۔ اگر دارا سے بادشاہی چھین لیتا ہے، تو اسی دن سکندر کو تاج عطا کرتا ہے، جب دن کو ختم کرتا ہے تو اسی گھڑی رات کو ظاہر کرتا ہے۔ دنیا کے کام بند نہیں رہتے۔ اس دم کو غنیمت سمجھنا چاہیئے مجھ سے پوچھتے ہو تو یہ اچھا ہے کہ، پادشاہ طالب ہو اور تو مطلوب۔ اس سعید کو قصۂ ماضی سمجھ کر تو اس سلیمان سے راضی ہو جا۔ شاہ تیری محبت میں صادق ہے۔ وہ تیرے عشق میں دیوانہ ہو رہا ہے۔" سمن بر نے اس سے جب یہ باتیں سنیں، تو اس کو یقین ہو گیا کہ شہزادے کو مارنے والے یہی ہیں۔ لہو بھرا منہ اس کی طرف کر کے اور غصے سے ہونٹوں پر کف لا کے کہا۔ "میں پہلے ہی تیری صورت دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ، تو بڑا فتنہ بڑا مکار ہے۔ صورت میں انسان، لیکن سیرت میں عین خناس ہے۔ تجھے میرا زوال زوال نہ کیوں نہ کوسے، یہاں آ کر کچھ کہنا ہے اور وہاں جا کر کچھ کہتا ہے

قلم کی طرح تیری دو زبانیں ہیں۔ لیکن میں ایسی بھولی نہیں ہوں کہ تیری باتوں میں آجاؤں۔ میں وہ کنول نہیں ہوں جو سورج کے بغیر کسی اور چاند سے شگفتہ ہو۔ محبت کی رہ روش میں یہ بڑا عیب ہے کہ دوسرے کو دیکھوں۔ تو یہ بات پھر کبھی زبان پر نہ لا' اور تجھے قسم ہے کہ جس طرح آیا ہے' اسی طرح واپس جا۔"

وزیر نے دیکھا کہ اس کی بات کا کچھ اثر نہیں ہوا' وہ چپکے سے چلا گیا اور بادشاہ کے پاس جاکر سب حال بیان کیا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ رنجیدہ ہوکر اٹھ کھڑا ہوا' اور کہا کہ "اب کیا تدبیر کروں۔ افسوس وہ مجھ پر مہربان نہ ہوئی۔ اب حکومت کا بوجھ تیرے سر ڈال کر' اسی کے در پر جاکر پڑا رہونگا۔ اور اس کے آستانے پر سر رکھ کر' اسی کا نام جپتا رہونگا۔ شاید اس طرح اسے کچھ مہر آجائے۔"

غرض اس نے جو کہا تھا' وہ کر دکھایا۔ اور سمن بر کے در پر جاکر پڑ گیا۔ لیکن اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔

اب ادھر کی سنئے کہ مصر کا بادشاہ' بیٹے کی جدائی میں ہر دم تڑپتا رہتا وہ صرف بیٹے کو دیکھنے کی آس میں زندہ تھا۔ اتفاق سے کسی نے آکر شہزادے کے

دغا سے مارے جانے کی خبر اس کو سنائی ۔ دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہوگئی اور مارے غم کے زمین پر لوٹنے اور سر پر خاک اڑانے لگا۔ وزیروں نے یہ حال دیکھا تو اس کے پاؤں پر گر کر سمجھانا شروع کیا کہ "اے شاہ! اتنا غم کرنا مناسب نہیں ۔ رونے سے کیا فائدہ، اس کی مانعت آئی ہے ۔ خدا سے صبر مانگو، وہی صبر کا اجر دیگا۔" بادشاہ نے کہا ۔

"میں اپنے آپ کو کس طرح سنبھالوں ۔ مجھ اندھے کی وہی ایک لاٹھی تھی جس کو ظالموں نے توڑ ڈالا ۔ موت بھی نہیں آتی کہ مر رہوں ۔ یکبارگی دل میں خیال آتا ہے کہ دشمن کے ملک پر آگ ہو کر برسوں اور اس کے گھر بار کو پھونک کر ملک کو تاراج کردوں۔" دل میں یہ طے کر کے فوج کی تیاری کا حکم دیا ۔ اور آن کی آن میں ملک سند پر جا پڑا ۔ شاہ سندھ کو اطلاع دی گئی کہ کوئی بادشاہ بڑا بھاری لشکر لے کر اس طرف کو آرہا ہے ۔ پوچھنے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ مصر کے دلیر ہیں۔" یہ سنکر بادشاہ سوچنے لگا کہ مبادا دل کے ساتھ ملک بھی جائے، پھر تو اس موہنی کو پانا مشکل ہو جائیگا ۔ تاج اور تخت کے بغیر اس سے ملنا دشوار ہے ۔

پہلے ایک قاصد کو مصر کے بادشاہ کے پاس بھیجا تا کہ اس کے آنے کا

سبب دریافت کرے۔ ساتھ ہی یہ بھی جتا دیا کہ ہم ہندی' لڑنے پر آجائیں' تو شیر بھی جنگل کی راہ لیتے ہیں۔ ہمارے سپاہی' جنگ کو ایک کھیل سمجھتے ہیں' مسلمانوں میں جھگڑا کفر ہے' یہ رزم سرسری نہیں' اس کا نتیجہ بُرا ہوگا اگر ناموس لوٹ گئے' تو' دنیا میں تمہاری عزت رہ جائیگی"۔

قاصد یہ پیغام لے کر جب مصر کے پادشاہ کے پاس گیا' تو اس نے غصے سے تلوار پر ہاتھ ڈال کر کہا۔" اس سنگدل سے جاکر بول کہ تو نے ناحق جس کی جان لی' میں اس کا سگا باپ ہوں۔ میرے دل میں آگ لگی ہے' تجھے مارے بغیر ٹھنڈی نہ ہوگی۔ تو نے اپنی فوج کی تعریف کی ہے۔ اب میری فوج کی تعریف سن' لڑائی سے ہمارے دلیروں کو عشق ہے۔ برچھوں کو دلبروں کی زلفیں سمجھ کر یہ دست درازی کرتے ہیں اور دھنک کو ابرو اور تیر کو مژگاں جانتے ہیں۔ تیغ کی جھلکار دیکھ کر معشوق کے رخسار کی طرح اسے بوسے دیتے ہیں۔ تجھ میں مسلمانی کے شیوے نہیں۔ اس لیے تیرے ساتھ لڑنا واجب ہے"۔ یہ کہہ کر قاصد کو روانہ کیا۔ اور دونوں طرف جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔

بڑا گھمسان کا رن پڑا' دونوں طرف کے کتنے ہی سپاہی کام آئے

آخر مصریوں کو فتح ہوئی اور ظالم بادشاہ کو جیتا گرفتار کرکے شاہ مصر کے روبرو لائے۔ مصر کے بادشاہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تو نے اپنے نفس کی خاطر گنہگاری مول لی۔ آخر شاہی کو ہاتھ سے گنوایا اور بلا میں پھنس گیا۔ نہ یہاں تیری آبرو رہی اور نہ وہاں کچھ نکوکاری۔ جس طرح تو نے شہزادے کی جان لی ہے، اسی طرح اب تو بھی مریگا۔

شاہ ہند نے عرض کی کہ "اجازت ہو تو ایک گذارش کروں۔ میرے خزانے میں ایک مچھلی ہے۔ جس کو اگلے حکیموں نے بڑی صنعت سے بنایا ہے۔ اس پر طلسم لکھے ہوئے ہیں۔ اگر اس کو پانی میں ڈال دیں تو خودبخود چلنے لگتی ہے۔ اور دریا کی گہرائیوں کی حقیقت لکھا لاتی ہے۔ پہلے شہزادے کی خبر لو۔ پھر مجھے جو چاہو سزا دو۔" اس مچھلی کو فوراً منگا کر پانی میں ڈال دیا۔ دو دن کے بعد وہ شہزادے کی خبر کا پتہ لے کر آئی۔ اس میں لکھا تھا کہ شہزادے کو ایک مچھلی نگل گئی تھی۔ اس کو وہ ہضم نہ کرسکی اور سمن کے جزیرہ پہ جاکر اُگل آئی۔ اب وہ جیتا ہے اور پریوں کی قید میں دن گذارتا ہے۔"

جب شاہ مصر کو یہ معلوم ہوا کہ شہزادہ جیتا ہے، تو اس کا دُکھ کچھ کم ہوا

ہند کے بادشاہ کو ایک مقام پر رکھ کر وہ اپنے ملک کو روانہ ہوا۔

اب سمن بر کا حال سنیئے۔ شہزادے کی جدائی میں وہ پھول کی طرح ملا کر زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کا رنگ خزاں کے پتے کی طرح زرد پڑ گیا تھا اور اس کا جسم عشق کی آگ سے پھنک رہا تھا۔ کبھی وہ ٹھنڈک کے لیے چندن لگاتی، تو چندن بھی جل کر راکھ معلوم ہونے لگتا۔ جدائی کی تاب نہ لا کر کبھی غصے سے آسمان کی شکایت کرتی۔ جب اس کو شہزادے کے جیتا ہونے کی خبر ملی تو اس نے سوچا کہ اس مقام پر میں کب تک پڑی رہوں۔ بھلا یہ ہے کہ اس کو ڈھونڈنے نکلوں۔ ممکن ہے کہ اس طرح اس کو پا سکوں۔"

چنانچہ سفر کا ارادہ کر کے اس نے جوگن کا سا روپ بنایا، جسم پر خاک ملی اور گلے میں کنٹھا ڈال روانہ ہوئی۔ اس کو اس حال میں دیکھ کر سب افسوس کرنے لگے کہ یہ نازک قدم والی جو پھول پر بھی چلتی تو پاؤں میں چھالے پڑ کر تلملا اٹھتی، اور جس کے جسم پر چندن بھی بوجھ ہو جاتا تھا، نازکی سے ہاتھ دھو کر دیکھو کس طرح پردیس کو جا رہی ہے۔ یہ بلائے عشق اس کے سر کہاں سے پڑا۔" دیکھنے والوں کی نظریں وہ زخم ہو کر لگتی تھی۔

غرض سمن بر روانہ ہوئی۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں میں پڑنے کے بعد

ایک جزیرے کو پہنچی - یہ جزیرہ نہ تھا، بلکہ جنت کا ایک باغ تھا - سرو کے درخت ہر طرف سر اٹھائے کھڑے تھے - وہاں کے درخت طوبا سے مشابہ تھے - درختوں کی ڈالیاں آپس میں ملی ہوئی ایسی نظر آتی تھیں جیسے حوریں ہاتھ میں ہاتھ ملائے کھڑی ہیں - سبزہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کسی نے زمرد کا فرش بچھا دیا ہے سمن بر نے غور سے دیکھا تو وہاں ایک محل نظر آیا - اس محل کی خوبی کو دیکھ کر عقل کا طراح بھی حیران اور فکر کا مہندس بھی گم تھا - اہلِ فن اسے دیکھ کر صورتِ دیوار ہو جاتے تھے - اس کے چشمے پریوں کے نین اور طاق حوروں کے بھنویں معلوم ہوتی تھیں - ہر دیوار ایسی جھلک رہی تھی جیسے آئینہ رخساروں کے رخسار - ہر جگہ سنگِ مرمر کا فرش، اور چونے کی بجائے سونے کا ملمع تھا - اس کے مینارے ثریا جیسے اور چاند تاروں جیسے کنگورے اور کلس تھے - دیواروں پر تصویریں اتاری گئی تھیں - کہیں بیلیں تھیں، کہیں درخت، کہیں جھکی ہوئی ڈالیاں، کہیں سورج کی تصویر سونے سے اور چاند کی روپے سے بنائی گئی تھی - شفق کا نقشہ شنگرف سے اور ابر کا دریا کے کف سے اتارا گیا تھا - ایک جگہ قطب شاہوں کی بزم کی تصویر تھی اور دوسری جگہ ترکمانوں کے رزم کا نقشہ کھینچا گیا تھا - سمن بر نے جانا کہ یہ پریوں کا مقام ہے، اس لیے

وہیں رہ پڑی۔

وہاں کا بادشاہ جس کے حکم میں دیو اور پریاں بھی تھیں، جب انتقال کر گیا، تو اس کے بیٹا نہ ہونے سے، راج بیٹی پر مقرر ہوا۔ اس کا نام ملک آرا تھا۔ ایک روز موسم خوش گوار دیکھ کر، ملک آرا نے سواری کا سامان کرنے کا حکم دیا، اور سیر کو نکلی۔ ہر جگہ نئے نئے تماشے دیکھتی وہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچی۔ جب پہاڑ پر چڑھی تو اسے دور سے وہ محل نظر پڑا جس میں سمن بر رہتی تھی۔ اس نے لوگوں سے پوچھا، "وہ دور جو اجلی سی چیز نظر آ رہی، بتاؤ کہ کیا ہے۔" کسی نے کہا، "یہ سورج کا مقام ہے۔" کسی نے اسے "صبح کے نور کا مقام" بتلایا، کسی نے "چاند کا گھر" اور کسی نے "اندر کا مکان کہا"۔ چندے اسے "گلستانِ ارم" اور چند "کوہ طور" بتلاتے تھے، ایک نے کہا یہ "بیت المقدس ہے" دوسرے نے کہا۔ "بس رہنے بھی دو وہ بھی کوئی چیز ہے"۔ غرض جب کسی سے بات مشخص نہ ہوئی تو اس نے دیدبانوں کو بلا کر کہا کہ "وہاں جا کر دیکھو وہ کون مقام ہے اور وہاں کے رہنے والے کون ہیں؟"

حکم پاتے ہی وہ دوڑے اور خبر لائے کہ "وہ ایک عالیشان محل ہے

پہلے خالی معلوم ہوتا تھا، جب غور سے دیکھا تو تخت پر ایک عورت بیٹھی نظر آئی۔ نہ جانے آدمی ہے، یا پری ہے، یا سورگ کی اپسرا ہے۔ لیکن وہ وہاں موجود ہے۔"

پری کو یہ گفتگو سن کر، وہاں جانے کی خواہش ہوئی۔ جب وہاں پہنچی تو سمن بر کو دیکھ کر اسے تعجب ہوا، اور اس کا حال پوچھنے لگی۔ کہ "تو کون ہے، اور تیرے ماں باپ کون ہیں۔ کس نے تجھے ستایا ہے۔ مجھے تو بہت ہی دکھیاوی معلوم ہوتی ہے۔" سمن بر نے آہ بھر کر کہا "میرے درد کا طومار آسمان کا پھیر رکھتا ہے۔ اگر قیامت تک بھی بیان کروں تو نہ سر سکے گا۔ دکھ میرا باپ ہے اور درد مائی۔ میرے بخت میں اور مجھ میں سازگاری ہے، نہ آسمان مجھ پر مہربان ہے اور نہ میرے لال کی مجھ کو خبر ہے۔" غرض دیر تک خون کے آنسو رو رو کر اپنے درد کا حال سناتی رہی۔ ملک آرا یہ احوال سن کر، منہ کو پلو لگا دیر تک روتی رہی۔ پھر دلاسا دے کر کہا کہ "تو دل فگار نہ ہو۔ خدا کے لطف کی امیدوار رہ، آج سے تیرے لیے نئی خوشی ہے۔ اگر میرے شہر کو چلے گی تو میں ہر تدبیر سے تیرا کام کر دونگی۔ پریاں میرے حکم میں ہیں۔ میں تیرے کام کو اپنا سمجھ کر انجام دونگی۔" سمن بر کو ایسا محسوس ہوا کہ غیب سے

اسے دولت مل گئی۔ اس نے پری سے عاجزی کے ساتھ کہا" اس وقت تو میری سگی بہن بن کر مجھے اپنے پیو سے ملا اور میرے زخموں کے لیے عیسیٰ ابن مریم کا کام کر" القصہ اس گفتگو کے بعد دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ لے کر اٹھے اور پری، سمن برکو اپنے نگر میں لے گئی۔ وہاں اسے عزت کے ساتھ ایک محل میں رکھا۔ کچھ دن اسی طرح لطف سے گذر گئے۔ ایک دن سمن برنے ملک آرا کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔ اس نے ساتھ ہی اپنے منشی کو بلا کر پریوں کے بادشاہ کو نامہ لکھایا کہ "ایک شہزادہ پریوں کے بند میں گرفتار ہے۔ اگر اس کا کھوج لگا کر یہاں روانہ کرو تو، مہربانی ہوگی۔"

پریوں کے بادشاہ نے ملک آرا کے نامے کو بڑی عزت دی۔ اور نامے کے مضمون سے واقف ہونے کے بعد، اپنے سیوکوں کو حکم دیا کہ جہاں ہو شہزادہ کو ڈھونڈ لاؤ۔ حکم پاتے ہی، وہ دوڑے اور شہزادے کو سمن کے جزیرے سے اٹھا لائے۔ شاہ کی نظر جب شہزادے پر پڑی، تو اس کا حسن دیکھ کر حیران رہ گیا، وہ دل میں سوچنے لگا کہ" اس حسن پر پریاں کیا اگر حوریں بھی دیوانی ہو جائیں تو کچھ عجب نہیں"۔ بڑی محبت سے اپنے نزدیک بٹھایا اور حال دریافت کیا۔ شہزادے نے سارا حال بیان کیا۔

پھر شاہ نے اسے دلاسا دے کر کہ "تیری پریم پیاری، جلد ہی تجھ سے ملنے والی ہے"۔ پریوں کے ساتھ ملک آرا کے نگر کو روانہ کیا۔

ملک آرا کو جب شہزادے کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے سارا شہر آسار استہ کیا۔ خود اسے لینے گئی اور لاکر ایک محل میں رکھا۔ ایک نیک گھڑی دیکھ کر، دونوں کو ملایا۔ اور پھر ان کے ماں باپ کو خط لکھا کہ "تمہارے نورِ چشم، جو تم سے دور پڑے تھے، وہ میرے پاس ہیں اگر حکم ہو تو انہیں روانہ کرتی ہوں"۔

دونوں بادشاہ یہ خبر سن کر نہایت خوش ہوئے، اور بڑی دعاؤں اور اظہارِ ممنونیت کے ساتھ جواب لکھا کہ "شہزادے کو حفاظت کے ساتھ یہاں روانہ کرو، تو تمہاری نیکی جگ میں مشہور رہیگی"۔ ملک آرا نے بڑے کروفر اور لشکر کے ساتھ دونوں کو، ان کے ملک کی طرف روانہ کیا۔ جب اپنے شہر کو پہنچے، تو خلقت ان کے دیکھنے کے لیے جمع ہوئی، اور سب کی خوشی دوگنی ہو گئی۔ وزیروں نے خدمت بجا لائی۔ شہزادہ کو تخت پر بٹھا کر اس کی دہائی پھرائی گئی۔ خوشی کے شادیانے ہر طرف بجنے لگے۔ اور شہزادہ بے فکری سے راج کرنے لگا"۔

زاہد پارسا یہ قصہ بادشاہ سے بیان کر کے بہت کچھ انعام و اکرام پایا اور دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہوا۔

اوپر تفصیل سے پیش کیے ہوئے خاکے سے ظاہر ہے کہ "پھولبن" نہ تو ایک قصہ ہے اور نہ صرف پریوں کا افسانہ، جیسا کہ وتاسی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اصل میں یہ قدیم مشرقی فنِ قصہ در قصہ کا نمونہ ہے جس کے زیادہ مشہور و معروف کارنامے "الف لیلہ"۔ "باغ و بہار" وغیرہ ہیں لیکن ان دونوں میں بھی "پھولبن" کے قصے اپنی ترکیب کے لحاظ سے "الف لیلہ" سے زیادہ مشابہ ہیں۔ اس میں عموماً ایک قصہ دوسرے قصے کے اختتام کے بعد شروع ہوتا ہے۔

پھولبن کا اصل قصہ کنچن پٹن کے بادشاہ کا ہے، جو درویش کو خواب میں دیکھتا اور خادم کو بھیج کر اسے طلب کرتا ہے۔ لیکن یہ بذاتِ خود کوئی بسیط اور طویل قصہ نہیں ہے، بلکہ دوسرے قصوں کے لیے تعارف یا چوکھٹے کا کام دیتا ہے۔ زاہد سے گویا قصہ گو کا کام لیا گیا ہے۔ وہی ذیل کے قصے بادشاہ کو سناتا ہے۔

کشمیر کے بادشاہ کے باغ کے گل وبلبل کا قصہ جس کا درمیانی اہم قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے اور گجرات کے عابد کی بیٹی کا ہے ۔ سوداگر کا بیٹا بھی بادشاہ کو ذیل کا نیا قصہ سناتا ہے ۔

کسی بادشاہ کے سامنے چین کے نقاش کے وارد ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کا وزیر اس کا دل بہلانے کے لیے، نقل روح کا قصہ بیان کرتا ہے ۔

اسی بادشاہ کے سامنے، ایک اور وزیر سمن بر اور ہمایوں فال کی داستان محبت بیان کرتا ہے ۔ جو "پھولبن" کا اہم ترین قصہ ہے ۔

اس طرح "پھولبن" میں، تین بسیط قصوں کے علاوہ، تین تعارفی قصے بھی ہیں، جو ان قصوں کے لیے چوکھٹے کا کام دیتے ہیں ۔ یہ تمام قصے زاہد کی شخصیت سے منسوب کر دیے گئے ہیں ۔ لیکن زاہد اور کنچن پٹن کا بادشاہ "پھولبن" کے اہم اشخاص نہیں بلکہ اس کے اہم اشخاص

(۱) ختن کے سوداگر کا بیٹا اور گجرات کے عابد کی بیٹی

(۲) جوگیوں کا معتقد بادشاہ اس کا دغاباز وزیر اور رانی ستنونتی ۔

(۳) سمن بر، ہمایوں فال، ملک سندھ کا ناعاقبت اندیش بادشاہ اور اسکا مکار وزیر ہیں

فنّ قصہ در قصہ کے ادنیٰ نمونے وہ ہوتے ہیں، جن میں کسی بادشاہ یا امیر کے سامنے، اس کا کوئی وزیر، ندیم یا کوئی جہاں دیدہ شخص، یکے بعد دیگرے چند قصے بیان کرتا ہے۔ لیکن جب ان قصوں سے اور قصے پیدا کیے جاتے ہیں، تو تھوڑی سی پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس پیچیدگی کی مناسبت سے پڑھنے والوں کی دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بھی دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی قصہ کو ادھورا چھوڑ کر، درمیان سے، نیا قصہ شروع کر دیا جاتا ہے تاکہ حالت منتظرہ پیدا ہو اور پڑھنے والے کی دلچسپی میں ارتقا ہوتا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک قصہ ختم کرنے کے بعد دوسرا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ "پھولبن" اس دوسری نوعیت میں داخل ہے۔

سلسلہ قصص کا آغاز زاہد کے الفاظ میں اس طرح ہوتا ہے کہ "معرفت کی حقیقت، ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ اس لیے کوئی مجازی حکایت بیان کی جائے۔" زاہد کی شخصیت اور انداز آغاز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ "انوار سہیلی" کے حکیم بید پائے برہمن کا قائم مقام ہے اور ان قصوں کی ظاہری دلچسپی کی تہ میں کوئی معنویت ضرور ہے۔ لیکن قصوں کے پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ، ان کی ترکیب میں ایسے اجزا بہت کم شامل ہیں۔

صرف جوگیوں کے معتقد بادشاہ کا وزیر، ایک کردار ہے، جو "بدمعاش" (VILLAIN) کی سیرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں رانی ستونتی کا "نیکی" کا کردار ہے، جس کی عفت، پاکدامنی اور فراست کو مثالی بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرا کردار، جو کوئی اخلاقی معنویت رکھتا ہے، وہ ہمایوں فال اور سمن بر کے قصے میں ملک سندھ کے ناعاقبت اندیش بادشاہ اور اس کے مکار اور ذلیل وزیر کے کردار ہیں۔ سمن بر، غیر شعوری طور پر ایک حد تک زندہ کردار بن گئی ہے۔ جس کی حیات محبت، وفاشعاری اور پاکدامنی کا سبق دیتی ہے۔

قصوں کے دوران میں کہیں کہیں بادشاہوں کے لیے نصیحتیں بھی آ گئی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اس سلسلہ قصص کی ابتدا بھی، اور سلسلوں کی طرح اخلاقی مطمح نظر کے تحت ہوئی ہو۔ جیسا کہ زاہد کی شخصیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ "پھول بن" کی خوبی میں اس چیز کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے قصوں کی تمام تر دلچسپی، محاکات، شعری نکات اور سلاست بیان میں مضمر ہے۔ اس اعتبار سے قدیم اور جدید مثنویوں میں، "پھول بن" ایک انفرادیت کی مالک ہے۔

ابن نشاطی کے کارناموں میں، ایک اور مثنوی "طوطی نامہ" کا بھی ذکر کیا گیا ہے

اس خیال کی بنیاد اسٹیوارٹ کی فہرست کا بیان معلوم ہوتا ہے۔ اس میں "پھولبن" اور "طوطی نامہ" کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ اور آخر میں، بغیر وضاحت کے، آواری کو مصنف لکھ دیا گیا ہے۔ اسٹیوارٹ کا انداز بیان ایسا مبہم ہے کہ نہ تو یہ آسانی کے ساتھ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ آواری کو دونوں کا مصنف سمجھتا تھا اور نہ یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اسے وہ ان میں سے کسی ایک کا مصنف تصور کرتا تھا۔ اسٹیوارٹ کو "پھولبن" کے مصنف کا نام معلوم نہیں تھا اور غالباً اسی لیے اس نے "طوطی نامہ" کے ساتھ، جس کے مصنف کو وہ آواری سمجھتا تھا، "پھولبن" کا بھی ذکر کر دیا۔

ذناسی نے اسٹیوارٹ کے بیان میں جو چیز مبہم تھی، اُسے واضح کرنے کی کوشش کی اور اس غلطی کا شکار ہوا جس کا امکان تھا حالانکہ اسے "پھولبن" کے مصنف ابن نشاطی کا پتہ چل چکا تھا، پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسٹیوارٹ کے بیان کی تردید پر اسے دسترس نہیں تھی۔ اس لیے اس نے پہلے آواری اور ابن نشاطی کو ایک ہی شخص تصور کر کے "پھولبن" اور "طوطی نامہ" دونوں کو اس سے منسوب کر دیا۔ لیکن اس نے "طوطی نامہ" کا جو سنہ بتلایا ہے، وہ غواصی ہی کے "طوطی نامہ" کا ہے۔ اسی بناء پر اسے غواصی اور آواری کے ایک ہی شخص ہونے کا

شبہ ہوا۔

بعد کے تذکرہ نگاروں نے، غالباً انہیں دو بیانات کی سند پر "طوطی نامہ" کو ابن نشاطی سے منسوب کیا ہے۔ چنانچہ "اردوئے قدیم" کے مصنف نے ان دونوں مثنویوں کو ابن نشاطی کی تصنیف بتلایا ہے۔ "طوطی نامہ" کی تصنیف کا سنہ انہوں نے دتاسی کے بیان کے بموجب سنہ ۱۰۴۹ھ اور میجر اسٹیوارٹ کے حوالے سے سنہ ۱۰۶۴ھ لکھا ہے۔

اسٹیوارٹ نے بظاہر نہ تو "پھولبن" کی تصنیف کا سنہ لکھا ہے اور نہ "طوطی نامہ" کا لیکن اس کے بیان کے آخری حصہ میں جہاں دو سنہ درج ہیں ان کے متعلق شاید یہ غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ غالباً اس نے عنوان کے ناموں کی ترتیب کے لحاظ سے، پہلا سنہ "پھولبن" کا لکھا ہو اور دوسرا سنہ "طوطی نامہ" کا۔ اس طرح "پھولبن" سے سنہ ۱۰۴۹ھ متعلق کیا جا سکتا تھا اور "طوطی نامہ" سے سنہ ۱۰۵۳ھ۔ چنانچہ دتاسی نے یہی کیا۔ اور میجر اسٹیوارٹ کے حوالے سے "پھولبن" کا سنہ تصنیف سنہ ۱۰۵۹ھ لکھ دیا۔ لیکن چونکہ انڈیا آفس کے نسخہ سے بھی وہ واقف تھا۔ جس سے اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ ظاہر ہوتا ہے، اس لیے وہ اسٹیوارٹ کے قول کو مشتبہ بھی سمجھتا ہے۔ پہلے سنہ کو "پھولبن" سے متعلق کرنے کے بعد اس کو چاہیے تھا

"طوطی نامہ" کے سلسلہ میں بھی وہ میجر اسٹیوارٹ کا دوسرا سنہ ۱۶۵۴ء (۱۰۶۴ھ) لکھ دیتا۔ لیکن یہاں وہ ایسا نہیں کرتا، بلکہ وہ صحیح ۱۰۴۹ھ جو غواصی کے "طوطی نامہ" کی تصنیف کا ہے، وہی لکھتا ہے۔ تعجب ہے کہ دتاسی کو صرف ایک سنہ کے متعلق اس طرح کی غلط فہمی ہوئی اور دوسرا سنہ جو رہ گیا تھا، اسے مصنف "اردوے قدیم" نے استعمال کرلیا۔ اسٹیوارٹ نے جو سنہ تحریر کیے ہیں وہ دراصل عبداللہ قطب شاہ کے عہد حکومت کے ہیں۔ اسی لئے جن لوگوں نے اسٹیوارٹ کے سنین کو، نظموں کی تصنیف کے سنہ سمجھا، انہیں اس پر تشفی نہیں ہوسکی۔

ہم نے اوپر، غواصی کے مسخ ہوکر "آواری" بن جانے کے امکان کا جو ذکر کیا ہے، اس کے لحاظ سے، یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دتاسی کے پیش نظر جو "طوطی نامہ" تھا، وہ غواصی ہی کا تھا، چنانچہ اس کا سنہ اور خود دتاسی کا شبہ، اس خیال کو تقویت دیتا ہے۔

اس کے علاوہ (اگر ہم دتاسی کے قیاس کے بموجب ۱۰۴۹ھ کے "طوطی نامہ" کو ابن نشاطی کی تصنیف مان لیں، تو اس سے خود ابن نشاطی کے اس بیان کی تکذیب ہوتی ہے، جو اس نے "پھول بن" کے خاتمے کے اشعار میں

دیا ہے کہ میں نے اس سے پہلے کوئی نظم نہیں لکھی۔ دنیا پر اپنا جوہر طبع ظاہر کرنے کے خیال سے یہ ایک نمونہ پیش کیا ہے۔" وغیرہ اس لحاظ سے یہ "طوطی نامہ" ابن نشاطی کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔ اور اگر بالفرض ابن نشاطی نے یہ نظم بعد کو لکھی ہوتی (جس کا کسی نے تذکرہ نہیں کیا ہے) تو "پھول بن" کی تصنیف کے بعد اس کی شہرت کا اندازہ کرتے، ظاہر ہے کہ اس کی کوئی نظم اس طرح گمنام نہیں رہ سکتی تھی۔)]

"پھول بن" کی تاریخ تصنیف میں اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کی بنیاد مثنوی کے شعر نمبر ۲۶ کے نسخوں کا اختلاف ہے، جس میں نظم کی تکمیل کا سنہ بیان کیا گیا ہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانے میں "پھول بن" کے جو نسخے محفوظ ہیں، ان میں اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی، لندن کے نسخے میں یہ شعر اس طرح لکھا ہوا بتلایا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو یورپ میں دکھنی مخطوطات - ص ۱۸)

انھا تاریخ تو لایا یہ گلزار   اگیارہ سو کوں کم تھے تیس پر چار

لیکن بلوم ہارٹ کی فہرست میں ۱۰۳ کے نسخے سے یہ شعر جو نقل کیا گیا ہے، اس کا دوسرا مصرع یوں ہے۔ "اگیارہ سو کوں کم تھے تین پر چار"۔ ممکن ہے کہ "تین" سہو کتابت ہو اور اصل میں "تیس" ہو۔ بہر حال یہ "تیس پر چار"

ہو یا" نین پر چار" نتیجہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور اس لحاظ سے مثنوی کی تصنیف کا سنہ ۱۰۶۶ھ قرار پاتا ہے۔ یہی سنہ دتاسی نے لکھا ہے۔ اور "اردو شہ پارے" کے مرتب نے بھی اسی کو مستند سمجھا ہے کیونکہ انڈیا آفس کا نسخہ، جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے، سنہ ہوٹ ہیں، ایک علم دوست خاتون کی دلچسپی سے نہایت اہتمام کے ساتھ باتصویر لکھا گیا ہے۔ یہ نسخہ غالباً قدیم ترین بھی ہے۔ مصنفِ "دکن میں اردو" نے اپنی کتاب کی پہلی اشاعتوں میں ۱۰۶۶ھ لکھا تھا لیکن بعد کی اشاعت میں وہ اپنی رائے بدل کر ڈاکٹر قادری زور کے ہم خیال ہو گئے اور اپنی حالیہ تالیف "یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں بھی یہی سنہ درج کیا ہے

لیکن مرتب اوراق ہذا کے پیش نظر "پھولبن" کے جتنے نسخے تھے ان سب میں دوسرے مصرعے کے لفظ "تیس" کی جگہ "بیس" لکھا ہے۔ نسخہ د میں جو غالباً کتب خانۂ آصفیہ کے مخطوطے کی نقل ہے، یہ لفظ صاف لکھا ہوا ہے ج میں آخری اشعار موجود نہیں ہیں۔ ب اور ا میں یہ شعر صاف پڑھا جاتا ہے۔ اس طرح مثنوی کا سال تصنیف پہلے سنہ کے مقابلہ میں دس سال بعد یعنی ۱۰۷۶ھ معین ہوتا ہے مصنف "اردوے قدیم" نے

کتب خانۂ آصفیہ کے نسخے کی بناء پر یہی سنہ لکھا ہے۔

عام طور پر قدیم کتابوں میں نقطوں کے ترک ہو جانے یا بے ترتیب لکھے جانے کی وجہ سے اس طرح کی غلطیاں آسانی سے ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ مرتب کے پیشِ نظر نسخوں میں اکثر غلطیاں اور بے ربطیاں اسی کا نتیجہ ہیں۔ اگر صرف انہیں امور کا خیال کیا جاتا تو شاید موجودہ نسخوں میں "بیس" کے لفظ کے توارد کے باوجود انڈیا آفس کے نسخے کی تحریر کو ترجیح دی جاتی کیونکہ معلومہ نسخوں میں بظاہر سب سے زیادہ مستند یہی ہے۔ لیکن اتفاق سے "بیس" کی تائید میں ایک اہم خارجی ثبوت ہمارے پاس مزید موجود ہے۔ ۱۱۴۴ھ میں مشہور شاعر سید محمد عشرتی کے فرزند ہنر نے جو مثنوی "نیہ درپن" لکھی تھی اور جو غلطی سے عرصہ تک خود عشرتی کی تصنیفات میں شمار کی جاتی رہی۔ اس کے خاتمے کے اشعار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی "پھولبن" کے جواب میں لکھی گئی تھی، چنانچہ مصنف دونوں کا مقابلہ کرتا ہے اور صاحبانِ نظر سے اپیل کرتا ہے کہ یہ کارنامہ "پھولبن" سے بہتر نہیں تو اس سے کمتر بھی نہیں ہے۔ اسی سلسلہ میں وہ "پھولبن" اور "نیہ درپن" کی تصنیف کے سنہ بھی بیان کرتا ہے۔ "پھولبن" کے متعلق جو شعر ہے وہ حسبِ ذیل ہے:-

سنہ ہجری لے آیا جب یو رکھ یار   اگیارہ سو کوں کم تھے بیس پر چار

"تنیہ درپن" یا لفظ "بنیں" کے متعلق شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ خطِ نسخ میں صاف لکھا ہوا ہے پھر ہنر کی شہادت مصنف سے قریب ترین ہے۔ اسی لیے ۱۰۶۶ھ زیادہ قرین قیاس ہے۔

"پھول بن" ایک نہایت مقبول نظم ہونے کی وجہ سے لوگ اس کی نقلیں کرا کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ اسی لیے یورپ اور ہندوستان کے کتب خانوں میں اس کے مخطوطے عام طور پر مل جاتے ہیں۔ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں اس کے دو مخطوطے موجود ہیں، جن میں سے ایک ۱۱۰۱ھ میں تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ اس میں عنوانات منظوم ہیں، پہلا عنوان جو عام نسخوں میں نہیں ملتا، حسب ذیل ہے:

نخستیں یو منیا کرتا ہوں توحید سبحانی — جنے دو حرف میں ظاہر کیا اسرار پنہانی
(بنایا؟)

دوسرا مخطوطہ ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء کا مکتوبہ ہے۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن (نمبر ۸۱/۱) میں بھی "پھول بن" کا ایک مخطوطہ موجود ہے جس کا سنہ کتابت ۱۱۶۴ھ ہے۔ ٹیپو سلطان کے کتب خانہ میں بھی اس کا ایک مخطوطہ موجود تھا، جس کا ذکر میجر اسٹیوارٹ نے اپنی فہرست میں ۹ "پر طوطی نامہ" (نمبر ۱) کے ساتھ کیا ہے۔

حیدرآباد کے کتب خانوں میں بھی "پھول بن" کے نسخے دستیاب ہو جاتے ہیں۔ متن کی ترتیب میں جن نسخوں سے مدد لی گئی ہے اور جن کے حوالے جا بجا دیے گئے ہیں ان میں سے ذیل کے تین نسخے اپنے (ا) (ب) اور (ھ) عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے

کتب خانۂ مشرقی کے مخزونہ ہیں۔

نسخہ ا، نمبر کتب خانہ ۳۳، تقطیع ۸ × ۶ ۶۴ ۔ کاغذ کھرا دیسی، ۱۵ سطری مسطر۔ شکستہ آمیز نستعلیق خط، آخری نصف سے زیادہ حصّے میں اشعار ترچھے لکھے ہوئے ہیں۔ عنوانات فارسی نثر میں ہیں۔ سنہ کتابت درج نہیں ہے لیکن اختتام کتابت کی تاریخ، مہینہ، دن اور وقت "بستم شہر شعبان روز دوشنبہ وقت عصر" درج ہے۔ کاتب میر محمد رضا حسینی ورق ۱۱ پر ۱۰۶۶ھ بعد کے قلم سے لکھا ہوا ہے، جو غالباً سنہ تصنیف ہے۔

نسخہ ب ۔ ۳۲ ۔ تقطیع ۸ × ۶ ۶ ۵ ۔ کاغذ قدیم دیسی کھرا، قدرے کرم خوردہ ۱۰ سطری مسطر، خط شکستہ آمیز نستعلیق ۔ آخری ورق مفقود تھا جو بعد میں کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ کی مدد سے اضافہ کیا گیا ہے۔ اس میں بھی درمیان کے چند صفحات پر اشعار ترچھے لکھے گئے ہیں۔ عنوانات منظوم ہیں۔ تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔

نسخہ ھ ۔ ۳۴ ۔ تقطیع ۶ ۶ ۸ × ۵ ۔ کاغذ کھرا مگر قدیم نہیں ہے۔ خط شکستہ آمیز نستعلیق، عنوانات فارسی میں سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ یہ نسخہ بعد کے زمانہ کا لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں جگہ جگہ قدیم الفاظ اور محاوروں کی بجائے جدید الفاظ اور محاورے داخل کیے گئے ہیں۔ اس میں صحابہ کی منقبت میں، نسخہ ج کے ان اشعار کے

علاوہ جو متن میں موجود ہیں مزید ۱۳ اشعار اضافہ ہیں۔ اشعار کی تعداد ۱۹۲۱ بتلائی گئی ہے

نسخہ ج۔ مخزونہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔ تقطیع ۲ ۸ × ۶

کاغذ قدیم دیسی کھرا قدرے کرم خوردہ، زشت نستعلیق خط، عنوانات کے لیے اشعار کے درمیان جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔ سنہ کتابت وغیرہ درج نہیں ہے۔ یہ نسخہ نہایت بے احتیاطی سے لکھا گیا ہے چنانچہ جابجا الفاظ، مصرعے اور اشعار چھوٹ گئے ہیں۔ خاص کر آخری حصے اس کی وجہ سے بالکل ناقص ہو گیا ہے۔

نسخہ د۔ مملوکہ جناب آغا حیدر حسن صاحب تقطیع ۳ ۸ × ۵ ۶ کاغذ جدید دیسی کھرا، ۱۱ سطریں، خط زشت نستعلیق، سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ یہ نسخہ حال کا لکھا ہوا ہے اور غالباً نسخہ ک کی نقل ہے، جس میں بعد کو نسخہ ب سے عنوانات لکھے گئے ہیں اور اشعار کی تصحیح کی گئی ہے۔

نسخہ ک۔ مخزونہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن ۱۶۷ (مثنویات اردو) تقطیع ۸ × ۶ کاغذ دیسی، ۱۳ سطریں۔ خط زشت نستعلیق، عنوانات سرخ روشنائی سے فارسی میں لکھے ہوئے ہیں۔ سنہ کتابت ۱۱۹۳ھ ہے۔ کاتب حلیم اللہ۔ خاتمے پر ابیات کی تعداد "بست صد بیت پنجاہ کم" درج ہے لیکن موجودہ حالت میں ابیات کی تعداد صرف ۱۹۱۲ ہے۔ درمیانی اوراق غائب ہیں۔

مقدمہ کو ختم کرنے سے پہلے، چند سطور "ضمیمہ پھولبن" کے متعلق بھی ضروری ہیں۔ اس اضافہ کا ذکر سب سے پہلے "اُردو شہ پارے" کے مرتب نے کیا، اور اس کی اہمیت بھی بتلائی، جس کا اقتباس اوپر پیش کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس کے مصنف اور اس کی شاعری کی نوعیت کے متعلق "اُردو شہ پارے" سے کچھ زیادہ معلومات نہیں ہو سکتیں۔ اس کمی کی تلافی بعد میں "یورپ میں دکھنی مخطوطات" میں ہو گئی ہے جہاں ان امور پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

قطب شاہی حکومت کے خاتمے کے بعد، گولکنڈے کے اکثر سربرآوردہ خاندان، جنوب اور مشرق کی طرف کوچ کر گئے۔ ان میں دربار سے توسل رکھنے والے امراء کے علاوہ علماء اور خاص طور پر اُردو شاعر بھی تھے۔ شعراء کے نقل مقام کر جانے کا ایک سبب وہ امراء تھے جن کے ساتھ ان شعراء کا تعلق تھا، دوسرے مغل حکمران اپنے ساتھ، فارسی شاعری کا مذاق لائے تھے، ان سے دکھنی شعراء کی سرپرستی کی توقع عبث تھی۔ یہی سبب تھا کہ سنہ ۱۱۰۰ھ کے بعد جو دکھنی شعراء نمو و حاصل کر سکے، ان میں ایک تعداد، ویلور، سدھوٹ، کرنول جیسے مقامات سے

تعلق رکھتی ہے۔ ان مقامات میں کچھ امیر اور جاگیردار اب بھی ایسے باقی رہ گئے تھے، جو دکھنی شاعری کا مذاق رکھتے تھے، اور دکھنی شعرا کی سرپرستی کر سکتے تھے۔ انہیں میں سدھوٹ کے جاگیردار عبدالحمید خاں بھی تھے، جن کے اجداد میں سے ایک امیر رحیم خاں کو عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں یہ جاگیر عطا ہوئی تھی، قطب شاہی سلطنت کے خاتمے کے بعد، اس میں شک نہیں کہ، مغل دربار کی طرف سے، یہ جاگیر اسی خاندان کے ایک فرد عبدالنبی خاں کے نام بحال رہی، لیکن وہ زیادہ تر خود مختار تھے۔ عبدالحمید خاں، انہیں کے فرزند تھے، جو باپ کے بعد جاگیردار ہوئے اور ۱۱۵۹ھ میں وفات پائی۔ انہیں کے ایک رشتہ دار، کریم خاں کی فرمائش پر، محمد حیدر ابن محمد جعفر نے جو اپنے آپ کو ابن نشاطی کے اتباع میں ابن جعفر کہنا زیادہ پسند کرتا ہے، یہ اشعار اضافہ کیے۔ اس طرح اصل "پھولبن" کے کوئی ایک سو سال بعد، یہ ضمیمہ شامل کیا گیا۔ نصیرالدین ہاشمی صاحب، کے قول کے مطابق، یہ (۱۴۲) اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں ابن نشاطی نے ہمایون فال اور سمن برکی شادی کے جو حالات مختصر طور پر بیان کئے تھے۔ ان کو پھیلا کر لکھا گیا ہے،

ہاشمی صاحب نے اس کے اقتباس بھی دیے ہیں۔ جن کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ ابن جعفر، معمولی درجے کا شاعر تھا۔ لطف کے لمحات کو طویل کرنے کی خواہش اور یادگار کے طور پر، اس نے یہ اشعار لکھ دیے ہے۔ تاہم ایک چیز اس میں ضرور قابل قدر، اور وہ رسوم شادی اور معاشرت وغیرہ کی تفصیلات ہیں۔ یہ ضمیمہ، سدہوت کے اس نسخہ کے ساتھ شامل ہے، جو اب انڈیا آفس میں محفوظ ہے۔ (ملاحظہ ہو توضیحی فہرست بلوم ہارڈٹ ۱۰۳ع)

اس طرح کے اضافے اور غالبًا اصلاحیں بھی "پھولبن" میں وقتًا فوقتًا ہوتی رہی ہیں۔ چنانچہ "پھولبن" کے مخطوطوں کی تفصیلات میں، اشعار کی تعداد کے اختلاف سے، یہ چیز بخوبی واضح ہے۔ مرتب اوراق ہذا کو اس کا شبہ ہے کہ متن ہذا کے وہ اشعار جو مدح صحابہ سے متعلق ہیں، الحاقی ہیں۔ لیکن مرتب کے پیش نظر جو نسخے تھے، ان میں کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی کم گنجائش تھی۔ اس طرح کی چھان بین کے لیے مزید، اور مستند نسخوں کی ضرورت ہے۔ جو بدقسمتی سے یہاں دستیاب نہ ہوسکے۔ ممکن ہے کہ یہ کام بھی بعد میں کسی زیادہ مستعد اور باہمت اہل قلم کی سعی سے انجام کو پہنچے۔

پھول بن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اول[1] میں حمد رب العالمیں کا — دل و جاں سوں کہوں جاں آفریں کا

خداوندا تجے ہے جسم خدائی — ہمیشہ تجکوں سا جے کبریائی

ازل کوں[2] نیں سمج تیرا ابدایت — ابد کوں فہم نیں تیرا نہایت

ایس[3] قدرت کی نیکی ساتھ تز جگ — کیا توں کاف کوں نیں توں ایکا ایک

ملا کر ایک جا توں کاف ہور نوں — دکھایا اپنا قدرت[4] جگت کوں

گگن ہور دھرت کو دیتا توں ہستی — بلندی اوس کوں دیتا اسکوں پستی

سُرج ذرہ ہے تیرے نور کا ایک — چندر[5] قطرہ ہے تجہ سمدر کا ٹک

فلک کے بحر میں لے[6] بادباں توں — نوے چندر کی کیا کشتی رواں توں

---

[1] ج' میں یہ شعر نہیں ہے۔ [2] سوں۔ د۔ [3] ا اور ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ [4] اپنا قدرت پر۔

۔ [5] جہاں۔ د۔ [6] ہے۔ د۔

عجب تیری خدائی ہے خدایا — جسے جس دھات منگتا توں بنایا

کیا یوں چہرہ دن کا نازنیں خوب — دیا توں زلف شب کوں عنبریں خوب

دیا خوباں کے رخ کوں صبح کا تاب — بندیا نیناں پو دو ابرو کے محراب

ملا صنعت کے ہاتاں سوں یک یک بال — بندیا محراب دو نیناں کے اپرال

پیشانی میں رکھیا آدھے چندر کوں — دکھایا سر کے بالاں میں انبر کوں

لکھیا توں جیب کے طالع منے بات — دیا لب کے نصیباں میں توں نبات

ذہب مہر کا تیرا اجھل نت — صبا اٹ صبح کا سُنا کرے حل

پھراوے چرخ کر توں روز اسمان — کھڑگ کوں سور کی تس پر دیوے سان

چمن کوں پھول سوں سنگار دیتا — گگن کوں کہکشاں کا ہار دیتا

تھونا کر زحل کا دیو حائل — ستا جوزا کے گل میں توں حمائل

صفت تیرا ہے سب کی عقل تے بہا — تری تعریف میں نیں بات کوں ٹہا

توں رنگ آمیز کیتا ہے چمن کوں — دیا خوش بوئی ہر یک پھول بن کوں

دیا توں نرگساں کوں بن کے دیدے — قداں سرواں کے توں کیتا ہے سیدے

۱؎ دیتا۔ ا۔ ۲؎ ہے۔ د۔ ۳؎ شتاب۔ ا۔ ۴؎ اوج۔ ندارد۔ ۵؎ نہوتا۔ ج۔

تو کل شئے کوں کیا حکمت سوں گویا — توں سیرپ کوں کیا قدرت سوں گویا

مشاطہ تجہ تے ہے باد بہاراں — گندے نین کی عروساں کے نگاراں

معطر اس سوں کیتا ہے چمن کوں — مزین اس سوں کیتا ہے سخن کوں

قبا کوں پھول کی توں چاک دیتا — کلی کے پیرہن کوں تنگ کیتا

ولایت حسن کا توں گل کوں بخشیا — توں کشور عشق کا بلبل کوں بخشیا

دیا توں شمع کے تئیں نور ہور تاب — کیا تس پر توں پروانے کوں بے تاب

کیا عاشق کوں بخشش سرخروئی — دیا زاہد کوں توں افسانہ گوئی

بہوت بدمست ہے کر فیل امبر کا — رکھیا اس سر اوپر انکس چندر کا

ازل تے تا ابد تیری ہے شاہی — خدائی ہے تری مہ تا بہ ماہی

ہے سفرہ لطف کا جسم عام تیرا — ہمیشہ خاص ہے انعام تیرا

جتے ہیں باز تیہو مرغ ہور مور — جتے ہیں مار ماہی گرگ ہور گور

یو سارے ریزہ چیں تجہ نان کے ہیں — وو سب روزی خوراں تجہ خوان کے ہیں

---

۱ تا ۳ ادج۔ ندارد۔ ۴ کریا۔ ادج۔ ۵ یہ اور آگے کے چار شعر صرف "د" میں ہیں۔

نہیں آغاز تیرا فام کس کوں — ترا معلوم نیں انجام کس کوں

کیا ہے توں اپنے تیرا ہی خاص — تری رحمت کے دریا کا دو غوص

تجے جیوں بوجنا ہے تیوں نہ بوجے — تری قدرت جگت میں کس کوں سوجے

جگت ہے متفق اس بات اپرال — ہیں قایل سب ترے اثبات اپرال

جہاں لگ ہے سفیدی ہور سیاہی — تری قدرت پو دیتی ہے گواہی

زمیں تیں نیشکر جب بھار آیا — شہادت پر تری انگلی اچایا

چمن کے جاں تلک پھولاں ہیں سب — تری وحدت اُپر کھولے اہے لب

اپس کی ذات میں ایسا توں یک ہے — اگر دیکھی اچھے بی دو نہیں کے

دیا توں آرسی کوں دل کی چھیلکا — رکھیا ہے نانوں غفلت کا توں زنگار

صفت میں تیری نیں ہے چال سب کی — زباں اس ٹھار پر ہے لال سب کی

سخن اس ٹھار پر ہے مختصر خوب — کہے ہیں مختصر ہے بھوت مرغوب

ادب کا ٹھار ہے یاں جان کریں — زباں اپنی لب گردان کریں

لے ابنر۔ ا۔ ۲ے تجے جیوں سوجنا ہے تیوں نہ سوچے۔ د۔ سوجنا کا نسخہ د میں "بوجنا" بھی ہے۔ ۳ے ہے قائل جگ ترے اثبات پر سب۔ ہے عالم متفق اس بات پر سب۔ ا۔ ۴ے جو ہے۔ ا۔ ۵ے ادج۔ ندارد۔

سدا ابن نشاطی کوں اے سبحان[1] کرم کر توں کرم کر ہو مہرباں

مرے دائم دعا کے پھول بن کوں تو رک تازہ قبولیت کے بھیوں سوں

مناجات[3] بدرگاہِ قاضی الحاجات

جو کچھ مطلب سو تیرا ہے خدا کے پاس منگ جم جم

سکل مقصود عالم کہ ہے موجود رحمانی

الٰہی غیب کے پردے ستی توں مرے مطلب کے شاہد کا دکھا موں

توں کر دل کوں مرے آئینہ کردار محبت کا جو دیکھوں تس میں دیدار

مجھے تج عشق میں ثابت قدم رک[4] سدا عزت کی صف میں محترم رک

مرے سینے میں بھر اسرار تیرے نین دے دیکھنے انوار تیرے

محبت سوں تری دے آشنائی کہے ہیں آشنائی روشنائی

---

[1] رحمان۔ د۔ [2] توں۔ د۔ [3] یہ عنوانات ابیں ہیں ''د'' میں عنوانات منظوم ہیں جو نیچے لکھے گئے ہیں۔ ''د'' میں عنوان کے نیچے ایک شعر ذیل کا ہے جو کسی اور نسخے میں نہیں ہے۔

دیوے گا تجہ خدا جو منگ لیگا ؛ جو کچھ منگنا سو منگ اللہ دیگا۔ [4] مجھے ''د'' [5] رکھ۔ د۔

تری باتاں کوں سننے گوش دے گوش — سمجھنے راز ترے[1] ہوش دے ہوش

مٹھائی دے شکر کی مجہ زباں کوں — توں چشمہ شہد کا کر مجہ دہاں کوں

شکر کر توں سدا گفتار میرا — ہنر کا گرم کر بازار میرا

اگر دنیا زیادہ نیں توں نیں غم — ولے توں دین کوں میرے نہ کر کم

دے بخشش مجہ ولایت شاعری کا — توں کشور کر عطا مجہ ماہری کا

مرے خامے کوں دے گوہر فشانی — دے[2] مجہ نامے کوں خوبی کی نشانی

مطول کر توں میری زندگانی ۴۰ — تو برخوردار کر[3] میری جوانی

مرے دے ہات میں موسیٰ کا[4] اعجاز ۶۰ — مری دے بات میں عیسیٰ کا اعجاز

مج آئینہ کوں دل کے دے جلا توں — سدا صحت کی راحت سوں جلا توں

دنیا کی ہیبتاں سوں رکہ توں ایمن — نگہ رکہ توں ہر یک آفت سوں بدن

زبونی تے نگہ رکہ تن کوں میرے — امانت رکہ خزاں سوں من[5] کوں میرے

نہ رہ تیوں دور کر مج دل کی سستی — ہمیشہ مج کوں دے توں تندرستی

---

[1] تیرا۔ ا۔ [2] مرے نامے کوں کر حرز بیانی۔ د۔ [3] رکھ' ا و د۔ [4] کے۔ ک۔ [5] تن۔ د۔

وو کیا رحمت ترا ہے اللہ اللہ — کہیا[1] لا تقنطو من رحمت اللہ
دریا رحمت کے جس دن آوے گی جوش — نہ کر ابن نشاطی کوں فراموش
گنہ کوں گرچہ میرے نیں ہے غایت — ولے رحمت ترا ہے بے نہایت
گواہی دیونگی جس دن جوروں روں — ہو مجہ ابن نشاطی کے بدن توں
تری[2] رحمت کہ جس دن ہوے گی عام — بہشت ابن نشاطی کو دے انعام
کدورت سوں صفا کر راہ میرا — نبی کوں کر شفاعت خواہ میرا
صفا[3] کا راہ دکھلا 'ج' صفا کا — صفا کا راہ جو ہے مصطفےٰ کا

فی النعت سید المرسلین خاتم النبیین

کہوں میں نعت سرور کا شفیع المذنبیں برحق
کہ جس کے نور سوں پرتو کیا دو جگ کوں تابانی

کروں میں لے قلم ہات ابتدا نعت — سچے[4] حق کے پیمبر کا او نعت
محمد پیشوا ہے سروراں کا — اہے سرخیل سب پیغمبراں کا

۱؎ کہا۔ د ۔ ۲؎ ھ ۔ ۳؎ ج۔ مصرع اول الثانی ہے۔ ۴؎ سچیں ۔ د ۔ ع ۔ ا

محمد[۱] توں نبی ہے آج بر حق — قمر کوں یک اشارت سیں کیا شق

ہوا آدم تج احمد کی خاطر — پیالہ جیوں کہ آبا مد کی خاطر

تری[۲] تعریف کا اونچا ہے پایا — خدا قرآن میں تجکوں سراپا

نبی[۳] توں پاک تیرا پاک دیں ہے — سچا توں رحمت اللعالمیں ہے

اگر ہوتا نہ توں آدم نہ ہوتا — نہ آدم بلکہ یو عالم نہ ہوتا

شرف[۴] پایا ہے آدم تجہ طرف تے — ہوا موجود عالم تجہ طرف تے

تری تعریف کرنے کس کوں حد ہے — ہوا[۵] نور روح اور آدم جسد ہے

اہے[۶] معلوم سب کوں یو بشارت — کہ توں معنے ہے آدم سو عبارت

یوں آیا توں ہوئے پھر سارے رسل — کہ پھول آگے پچھے آتے اہے پھل

چہرہ انساں کا پایا تجسے سو رنگ — گل آدم کا لیا یوں تجہ کنے منگ

اہے مقصود تجہ میوے سوں میرا — اہے مطلب ترے سیو سوں میرا

۱؎ ھ ۔ ۲؎ ا میں شعر اس طرح ہے۔ دو جگ میں کون زیبا تجہ کوں سراپا ٭ خدا قرآن میں تجہ کوں سراپا۔

۳؎ ھ ۔ ندارد۔ ۴؎ د ۔ ۵؎ نوں ہے ارواح آدم سو جسد ہے ج و د۔ ۶؎ ھ و ج میں شعر اس طرح ہے۔ ہوا معلوم سب کوں اشارت ٭ کہ معنی توں ہے اور آدم عبارت ۔

شریعت کا سٹیا آوازہ جگ میں
طریقت کوں کیا توں تازہ جگ میں

حقیقت تجہ سوں ہے حق کا ہویدا
خدا کا معرفت تجہ سوں ہے پیدا

صفاداری کی رہ میں تیری ہر سو
کریں جاروب حوراں اپنے گیسو

پنکھی اڑتا سو جم تجہ شاہ پر کا
اہے جبریل کے وو شاہ پر کا

ہے تجہ مکھ نور کا دیوانہ جبریل
اہے تجہ شمع کا پروانہ جبریل

شب معراج ہے تجہ نہ سوں روشن
فلک کا سبز ہے تجہ شہ سوں گلشن ۹۰

دیسا سو حال وو معراج کی رات
جگت کی عقل سوں بیلا دیہی بات

نوازیا تل میں توں افلاکیاں کوں
کیا پل میں مشرف خاکیاں کوں

ہے تیرے خلق سوں جنت معطر
کرم سوں ہے ترے طوبیٰ مثمر

سُرج کوں چھانوں کئی دیکھے نہیں
توں سورج تھا اہی تے چھانوں تجہ نیں

زمیں رھی اس سبب یوں پست ہو کر
کہ سایہ نیں پڑیا تیرا انس اوپر

اسی تے عرش سب میں ہے بلند آج
جو تج نعلین کوں کیتا ہے سر تاج

جو کئی دشمن جو تیرے دین کے ہیں
وو لائق کاف ہور دو شین کے ہیں

ا۔ اپنی انک سوں۔ ۲۔ ہے جبریل امیں کے د۔ ۳۔ بیلا رہے بات۔ ج۔ ۴۔ چھین۔ د۔

شہا! جس دن جو رستا خیز ہوگا ‏ ‏ ‏ سورج کا آنچ بھو تیچ تیز ہوگا
توں کر ابن نشاطی کے سر اوپر ‏ ‏ ‏ شفاعت کے ترے سایہ کوں چھپر
تری اولاد پر ہور تج پہ ہر دم ‏ ‏ ‏ ہزاراں سو اچھو صلوات سلم

اول[۱] صدیق ابابکر ہے اصحاب ‏ ‏ ‏ کہ جس کوں صدق سوں ہے دین میں لاے
وو صادق ہے سو صدق الیقین بھی ‏ ‏ ‏ کہ بخشا تھا خدا جس کوں یہ توفیق
بغیر از امر کے بھی کچھ نہیں سب ‏ ‏ ‏ عقیدا سے کا دیا تھا حق نے منصب
سٹیا جس دین میں صدق کا پایا ‏ ‏ ‏ سبب اسلام کا جن صاف لایا
سو وو ہو کر اتھا سو یار ہور غار ‏ ‏ ‏ وو چاروں یار میں کا یار کبار
عمر عادل عدالت کا سو سردار ‏ ‏ ‏ عدالت عدل کوں ساچی وو سردار
شہیدی میں ابو شحمہ کوں لایا ‏ ‏ ‏ عدالت کے وُرّے جب کوئی چلایا
تو دونوں جگ میں کیا جس کوں سو فاروق ‏ ‏ ‏ اپنے دین عدل میں تھا کوئی سارو؟

---

[۱] ا، ب۔ و د۔ میں نیچے کے ۱۳ شعر نہیں ہیں۔ د۔ میں حاشیہ پر (۱۷) شعر ہیں۔ جو ان سے بالکل مختلف ہیں اور بعد میں کسی نے لکھ دئے ہیں۔ یہ اشعار بھی مشتبہ ہیں۔

وہ فاروق عدل کے ہیں سو سپہ دار　　عدالت کے وو منصب کے سزاوار

اول داماد با اخلاص عثماں　　کہ جس تے ہے جمع سا لیم قرآں

وو عثماں ہے سو الحق وقاری　　عبادت میں ہوئی شب زندہ داری

نہ رہنے دی دنیا میانے ریا کوں　　جکوئی دینا ہے زینت سب حیا کوں

سیوم اصحاب عبادت کے ہیں عثماں　　ہوا قرآں کا آداب ہور ماں

زباں کوں میں ادب سوں اپنی کھولوں　　نبی کے جانشیں کا مدح بولوں

ولیاں جگ کے ستارے ہیں علی بھاں　　ولایت کی ولایت کا ہے سلطاں

ترے سے آگے دلیراں جگ کے رد ہیں　　شجاعت کی گوی کے تم اسد ہیں

تری خنجر جو ہے وو جھل جھلاتی　　سو اس کا میان ہے دشمن کی چھاتی

نہ لیتا ہات میں گرزنوں وو دھارا　　کہاں یوں دین ہوتا آشکارا

ہے تیرا تیغ دو جیباں کی کٹری　　وو کٹر کفر کوں یک دھرتی کٹری

انم تجہ ہت کی جوہر دار خنجر　　رہے نت میان دشمن کے سینے پر

علی سارے نبیاں میں ہے سپہ دار　　علی سارے ولیاں میں کا ہے سردار

لے د۔ ۲ے کیتا۔ ج۔ ۳ے د۔

ترے دفتر تے انبر یک اچھر ۱۲۲ ہے تیرے جام کا یک قطرہ کوثر
تیرا ہے باز شہ پر شتہ پراں کا ہے چارا اس کوں بھیجا کا قراں کا
جو خم دستا ہے حلقہ آسماں کا ہے گوشہ یک وو تیری کماں کا
تری ہمت کے دریا پر نو انبر دسیں یک بڑ بڑے تے ہو کو کمتر
گگن پر کہکشاں کا ہے جو دو دھار نہیں وو دھار ہے تجہ ہات کا وار
جو کئی کینا ہے پنجہ تجہ سوں کرہم ستم اپنے کیا بازو کوں پر کم
فلا باجو اگر اچھتا زمیں کوں بھر اگر اس کوں تل میں مارتا توں
ترا دلدل جو ہے وو ذات تازی چلے کہ چال ماندی گاہ بازی[1]

دو ہانک میں جو آوے وو پری زاد ۱۳۰ انبڑ سکے نہ اسکی گرد کوں باد
ہوا پر یوں اڑے گویا کبوتر زمیں پر یوں پھرے جیوں باد صرصر
کدھیں ٹک گرم ہو کر دوڑ میں آئے صبا کا دل تچھیں سٹ کر اگے جائے
دھرت کرد ڈھیر سوں ڈھیر یک بنائے گگن کے ناد سر گرداں ہو جائے
ملک تیری کرامت کے رسالے عطارد کن سوں جاتے تھے لکھالے

لہ چلنے کا چال ناندی کا بازی۔ ۵ ۔ ۲ے د ۔ ۳ے ٹاپ ۔ ۴ے بناتے۔ ا۔

اہے استاد اگرچہ سب میں جبریل — پڑے ابجد ترے مکتب میں جبریل
جو سرمہ گرد تجھ نعلین کا ہے — شفا وو عین میری عین کا ہے
عطارد ہور سورج تیرے خدم ہے — سچا توں صاحب سیف و قلم ہے
ترا تعریف کرنا یک ساعت — اہے ہفتاد سالاں کا عبادت
توں دیکھیا ہے جدھیا تے کرا پر مول — لرزتا ہے گگن پر سور اجنوں
نبی ہور توں ہے دونو یک، نیں دو — جو کوئی دیکھیں گے دو دھری اہیں وو
تری اولاد جو ہے برگزیدے — اہے روشن جنوں سوں دل کے دیدے
ہمارے سر کے ہیں وو تاج سارے — اہے سرتاج وو سارے ہمارے
منگے تجھ کن یہی ابن نشاطی — جو نیں ہے استطاعت کا بساطی
عطا کر حشر کے دن جام مجہ کوں — توں کر دو جگ میں شیریں کام مجہ کوں

دربیان تصنیف

ثنا اس نین نرجن کا، اہے کرتار سامی وو
اسی کی مئے محبت سوں دیکھیا تا شعر کی بانی

ازل کے علم کا عالم جو ہے وو — ہے سب ناقص اپے سالم جو وو

جو ہے استادِ صنعت کی نظر کا | ہنر مندی ہیں قدرت کے ہنر کا
منگیا کرنے کتاب ایجاد وو یک | منگیا تصنیف کرنے یادگار یک
سو کیتیا ابتدا تعظیم کا سطر | لکھیا فی احسنِ تقویم کا سطر
رکھا اس سطر میں کئی لاک معنے | ہوئے موجود جیوں کے پاک معنے
رنگا رنگ جدول اُس اوپر ال کیتیا | اوس اوپر عقل کا سرلوح دیتا
بندیا ہے استخواں بندی سوں مسطر | رگاں کا کھینچیا جدول سراسر
عناصر کے ملا کر حرف یک ٹھار | طبیعت کا بندیا شیرازہ یکبار
فراست کا اسے ترتیب دیتا | پھر اس کو عقل کا سرلوح کیتا
جگت کوں جلد میں ہستی کی بایا | شکنجے تے عدم کے بھار لایا
ہوا یو حال حاصل مجھ کوں جس دن | محبت کا سبق پایا اُسی چھن
محبت کا بیاں کیوں کر کیا جائے | بیاں کس کی زباں میں وو نہیں آئے
نہیں کیں درد کا کئی زرد ہور رنگ | لذت کس واہاں کا دھر سو زنگ سنگ
کرے نیں پھول کی کوئی باس کا شرح | سنے نیں کوئی دل کے عشق کا طرح

۱ کا - د - ۲ ملایا جزو - ق - ۳ ک - ۴ عیش - ج و ا -

رقم میں آئے نیں بلبل کے نالے — بھنور کے نیں کہے جاتے اُلالے

ہوا نیں حل کسی تے شمع کا حال — پتنگ کا نیں لکھا جاتا ہے احوال

کہو کس دہات اپنا عشق بولوں — محبت کا کہو کیوں راز کھولوں

دیویں توفیق گر شاہ شہیداں — دیویں فرصت جو حج ماہ شہیداں

کرونگا ظاہر اپنے شوق دل کا — کہونگا کھول میں وو ذوق دل کا

دکن تے کربلا کوں جس گھڑی جاؤں — چلوں خامے کے نمنے سر کوں کر پاؤں

جو نامے کے نمن اس ٹھار انپڑوں — مبارک ٹھار کوں یک بار انپڑوں

اول انجھواں سوں واں پانی چھنک خوب — کرونگا بعد ازاں پلکاں سوں جاروب

پڑوں گنبد کنے جا چھاؤں کے سار — لگوں اس کاند کوں جیوں نقش دیوار

کروں قندیل واں ہیں من کوں اپنے — بچھاؤں فرش کر واں تن کوں اپنے

پھر اس مرقد اپر تے اپس واروں — دُکھ اپنا دل کے لہو سوں واں نکاروں

صبوری سٹ پکڑ کر بیقراری — کروں بے اختیاری سات زاری

فرات اپنے دو نیناں کر دکھاؤں — لہو رو کربلا تن کر کوں دکھاؤں

۱ے لکھے۔ د۔ ۲ے دیوے۔ ا۔ ۳ے نین دو کر کو دکھلاؤں۔ د۔

ہوس ہے دل میں میرے بہوت رونے
سیہ نامے کوں تس پانی سوں دھونے

کتنا بولوں نہیں تجہ سوں باتاں
کتنا گوں کوئی نیں کرتے سو باتاں

عطا کر توں مجے اپنا محبت
جو ہے میرے لکھے دو عین نعمت

بھلا ہے سب تجے لینا اب خموشی
نہیں یاں ٹھار کرتی خود فروشی

فدا اپس کریں آ تجہ پو یاراں
اچھو رحمت انو پر صد ہزاراں

ترے خم دوستاں سوں یار ہوویں
عدوواں سوں ترے بیزار ہوویں

جو کوئی یاری دیں تجہ کوں یاراں
اچھو رحمت انو پر صد ہزاراں

در صفتِ پادشاہ

یو وصفِ صاحبِ عادل شہ غازی عبداللہ
تجمل یوں دسے اس میں کہ جیوں داب سلیمانی

کروں تعریف میں اس تاج درکا
سمجھتا ہے جنے قیمت گہر کا

شہاں کا شاہ عبداللہ غازی
اچھو ہم خق سوں اس کو پیش بازی

۱ جیو۔ ۵۔ ۲ عدوواں کو ترے لعنت کروں میں۔ ۵۔



سلطان عبداللہ قطب شاہ

سعادت کے نین کا نور ہے توں	شجاعت کے گگن کا سور ہے توں
اچھے جمشید کا سب داب تجہ میں	سکندر کا اچھے آداب تجہ میں
ذنب ہور راس کی زوری ہوئی کم	ہے تیرے دور میں چند سور بے غم
صلابت[۱] آج تیرا سے سجانی	کریا[۲] ہے دشمناں کے ٹھو کوں پانی
شجاعت کے ترے ڈر سوں سراسر	کھڑگ میں آگ پانی رہ[۳] ہیں مل کر
دیکھے تو پھول ہور کانٹا ہے یک ٹھا	ولے کس تے نہ کوئی پاتا ہے آزار
ہنساں سیحریاں[۴] کے گھنگرو میں دلّے	حمایت سوں ترے جاتے ہیں کھانے
ترے دیکہ عدل کوں مل باز و لگ لگ	نہ کیوں بیسیں بکیس تے ایک لگ لگ
عجب[۵] نیں گر چڑیاں سیں[۶] مل کو آویں	بلیاں کی گود میں اندرے چھپاویں
عجب[۷] نیں دیکہ تری نوشیروانی	کریں بکریاں کی گرگاں پاسبانی
اگر و رکگا جو تیرا عدل حد باند	رکھے گا[۸] کر جتن کتان کوں چاند

۱۔ عدالت۔ د۔ ۲۔ کیا۔ د۔ ۳۔ رہیں۔ ا۔ ۴۔ بھیڑاں کے۔ د۔ ۵۔ ا۔ ندارد۔ ۶۔ کر۔ د۔ ۷۔ د میں یہ شعر یوں ہے۔ دیکھت تجہ شیر کی نوشیروانی ؎ کریں بکریاں کے تئیں گرگاں شبانی۔ ۸۔ سیوے گا پیرہن کتان کی۔ د۔

ہے تیرے عدل کی یاں بات پوری — ڈکھیں[1] برنا چلے یاں کس کی زوری
شجاعت[2] کا دکھیت تجہ کھ یو پانی — سٹے سب پہلواناں پہلوانی
کرم یوں خلق پر دھرتا ہے اچھے آپ — کہ جیوں دھرتے اپیں بنگڑیاں پو ماباپ
ترے مطبخ کرا بادل دھنواں ہے — ڈھگار اراکھ کا سو آسماں ہے
سعادت مشتری ہے تجہ سوں پاوے — زحل حبشی ترے گھر کا کہاوے[3]
سہاتی ہے تجے مسند[4] نشینی — فلاطوں کی ہے تجہ میں دوربینی
اگر کاغذ[5] گگن کا ہووے پورا — صفت تیرا نہ ہووے تو بھی پورا
کیا سو عدل تیرا بیش دستی — چھپی خوباں کی جا آنکھوں میں مستی
کبھی تجہ عدل سوں جگ میں ہی نیں — بغیر از ابرواں میں بھی نہیں کیں
ستم کا گر نگا خنجر جو ہوگا — عجب نیں ہے مگر ہوگا تو سو کا
عدالت[6] کی تری دیکھ آج ہستی — چھپی خوباں کے جانیناں میں مستی
نہیں کئی دور میں تیرے پریشاں — پریشاں گر اچھنگے[7] تو ہی زلفاں

[1] دھنک ج۔ [2] د۔ [3] کواوے۔ د۔ [4] مندف۔ ج۔ [5] د۔ ندارد۔
[6] د۔ [7] اچھینگے گر تو محبوباں کے۔

زمانے میں ترے سکلے ہیں چنگے　　　بغیر از سوئی نیں بھی کوئی ننگے

کیا توں رہزناں سوں پاک دکھن　　　نہیں کئی آج مطرب باج رہزن

ادب سوں کوئی تن نیں آج خالی　　　طنبورے بن کسے نیں گوشمالی

عدالت کی تری دیک رسم ہور ریت　　　عجب نیں گر ہوے تو زہر امریت

اگر بکریاں کوں دیوے شاہ فرماں　　　لیکر آوینگے باگاں کوں پکڑ کاں

کیا توں عدل ایسا آج جگ پر　　　پتھر کے سنگ سوں شیشے کوں نیں ڈر

تسوں ہمت میچھر کر ٹک جو پاگا[1]　　　ممٹے مندگل کوں تل میں گر پڑاگا[2]

مسلسل وصف کے تج سلسلے کوں　　　ہلانے نیں سکت مجہ حوصلے کوں

صفت میں نیں چلیا دیکہ کر سکت کیں　　　دعا سوں ختم کینا بات[3] کوں میں

جدہاں لگ مہر و چرخ اختری[4] ہے　　　جدہاں لگ کھن پہ زہرا مشتری ہے

اچھو تجکوں ہمیشہ پادشاہی　　　مدد ہر دم اچھو تجکوں الٰہی

اچھو تجہ کوں تدہاں لگ تاج ہور تخت　　　تدہاں لگ تجہ اچھو اقبال ہور بخت

۱؎ ناگا۔ د ۔ ۲؎ کراگا۔ ک ۔ ۳؎ باب۔ ا ۔ ۴؎ اخضری۔ ج ۔

دربیانِ آوازدادنِ ہاتف

کرم ہور فضل تے حق کے ہنرمندی کوں انپڑیا ہوں
کیا اس کی عنایت کے سخن یو دُرافشانی؟

منجے یک دن دیا یوں ہاتف آواز — پرت کی داستاں کہے اے سخن ساز
سخن کا آج ہو کر توں گہر سنج — سخن[1] کا کھولنا نیں کیا سبب گنج
جگت کوں کے سنانا نیں ہے باتاں — شکر پر کئی توں لکھتا نیں براتاں
تری گفتار سوں عالم مٹھا کر — دے تیرے صنع[2] کا سب کس کوں شکر
سخن[3] کے پھول کی تاثیر تے توں — معطر کر جگت یک دھیر تے توں
خوشی سوں آ خوشی کی بات پر آج — توں کاناں کو جگت کے عید کر آج
سخن کوں فہم سوں کرنا ہے توں خو — سلاست[4] بات کا دھرنا ہے توں خو
سخن کوں توں سنگارن جانتا ہے — سخن کوں تیرے ہر کئی مانتا ہے
سخن کا طرز تجہ آتا ہے تازا — سخن کا سٹ توں عالم میں آوازا

---

۱ بچن - د - ۲ طبع ا - شعر د - ۳ بچن - د - ۴ سلابت ا - صلابت د -

دنیا میں کر لے توں یک ناؤں اپنا | ہنر کے کام سوں یک ناؤں اپنا

سمج کر دیک توں دنیا کے تشبو کے | کہ چھن میں دیوے چھن میں چھین لیوے

عجب کچھ اس زمانے کے ہیں چالے | اہے گا ہے مٹھے گاہے کسالے

فلک کے نیں ہے کچھ چیلے سوں چارا | کُئی اس کے ہانت تھے جا سے نہ سارا

جو دنیا ہر کسی سوں کی ہے یاری | دو دیکھے لگ زمیں سوں پھر کو ماری

زمانہ کس کو نیں کھو پچیا سو نیں ہے | ۲۳۰ کُئی اب لگ حد تلک پونچیا سو نیں ہے

فلک ہر کس کے تیں جو بھار لایا | سو آخر غم کے دریا میں ڈوبایا

توں کسریٰ نیں جو رہنے تیری عدالت | توں حاتم نیں جو رہنے تیری سخاوت

نہیں ہے توں دو ابراہیم اَدھم | کہینگے زہد میں تج کوں مقدم

توں رستم نیں جو تیری داستاناں | پڑیں ہر بزم میں شہ نامہ خواناں

بھلا وو ہے توں اپنا یادگار آج | دنیا میں ہنرسند کر آشکار آج

خدا تج کوں دیا ہے فہم عالی | سخن کے تج کوں بخشا ہے لوالی

لآلی (موتی)

تجے معلوم ہے سارے صنایع | نکو اوقات کر توں اپنا ضایع

۱؎ ج۔ ندارد۔ ۲؎ تیرا۔ ا۔ ۳؎ کہیں گے۔ ا۔ ۴؎ گیاں۔ ی۔

اچھا تھا[1] خوب یک تازا حکایت — اچھے گا عشق کا جس میں روایت
بساطیں[2] جو حکایت فارسی ہے — محبت دیکھنے کی آرسی ہے
کہاں[3] مشکل عبارت کس کوں سمجنا — عبارت سب کسے وو نیں سمجنا
تجے ہے فارسی میں دستگہ[4] آج — نہ کرسنے ترجمہ بھی کوئی سنجہ باج
اسے ہر کس کے تیں سمجا کو توں بول — دکھن کی بات سوں ستریا کو کہ کھول
کہ اس میں سربسر مل یار سوں یار — کرے سو ہے پرت کا گرم بازار
سراسر عشق کے ہیں اس میں رازاں — کیئے سو[5] عشق بازی عشق بازاں
اول تے عشق سوں تھا دل پہ[6] آزار — دیا تھا سور کوں سینے منے ٹھار
یکایک[7] جوں کے یو باتاں کیا گوش — سو مارا شوق کا دریا وہیں جوش
لگے پڑنے کوں موتیاں بھار دل تے — لگے ہونے کوں فاش اسرار دل تے
زباں سوں شو[8] وو گوہر یک ایک لے لے — پرویا نرملے موتیاں کے جھیلے
پڑے دیکہ ہات میں ہیرو ولالی — بجایا بات کی عالم میں تالی

---

[1] اب۔ د۔ [2] بساطی کی۔ ج [3] ج۔ میں شعر نہیں ہے۔ د۔ میں مصرعہ اول موخر ہے۔
[4] دسترس۔ د۔ [5] کرے سو۔ د۔ [6] مرا یار۔ د۔ [7] سراسر د۔ [8] ٹیک ٹیک موتیاں کوں لے لے۔ د۔

لگا کر طبع کی موتیاں سوں ڈورا سخن کا جگ منے ماریا ڈھنڈورا
زباں سوں خوب نکلیا دیک کر فال ولایت پر سخن کی ہیں گیا چال
علم کوں بات کے اُنچا اچایا اپس کی طبع کی زوری دکھایا
نہ تھا جس ٹھار بل بھرنے کوں نازی کریا اس ٹھار میں چوگان بازی
بکٹ چلنے کوں جاں مشکل دس آیا سو اس جاگے منے منگل چلایا
کہیے نیوں کام کرنا نیں ہے آساں یہی ہے گوے ہور ہے یہچ میداں
طبیعت میں اپس کی دیک صافی کیا ہر بیت میں ہیں موشگافی
پرت کے باغ کی لے باغبانی بساطیں کی کیا میں ترجمانی
دسیا ہر یک صفحا جوں حسن ہو لگیا بو نظم جوں کے پھول بن ہو

داستان پھول بن

صفادار اس کے دیک ہر یک چمن میں رکھیا ہوں ناؤں اس کا پھول بن میں
اتھا تاریخ تو لایا یہ گلزار اگیارہ سو کوں کم تھے بیس بر چار

۱؎ پو میں۔ د۔ ۲؎ ج۔ ندارد۔ ۳؎ بساطی۔ ا۔ ۴؎ سو۔ ج۔ ۵؎ تس کا۔ ا۔ ۶؎ عنوان از۔ ا۔

خدا کے پاس منگ ہمت بلندی نزاکت سوں کیا[1] میں نقشبندی

لے استاداں کنے تے معذرت منگ کریا وہیں[2] بولنے[3] کا نظم آہنگ

کہاں کر نے سکت مشکل کشائی کروں بارے طبیعت آزمائی

صفت[4] کنچن پٹن کی ہے دھری چو گرد بستی وو

سکل روئے زمیں میں کیں نہ تھا اس شہر کا ثانی

جو کئی ہے باغباں اس پھول بن کا چمن لایا ہے یوں تازہ سخن کا

کتے یک شہر مشرق کے کدھیں تھا کہ اس کا ناؤں سوں کنچن پٹن تھا

حصار اس کا تھا دریا کے کنارے وسے خندق ہو دریا تس بندہار

کنچن کا خوب اسے چوگرد تھا کوٹ کنچن پورہ کو اس کنچن کی تھی گوٹ

کنچن کے تس اوپر تو پاں زنبورے کنچن برجاں پو کنچن کے کنگورے

کنچن کے تھے کنگر کنچن کی تھی گچ کنچن کوں گال باندے تھے کنچن سچ

کنچن کے تھے محل کنچن کی دیوار کنچن پر پھر کنچن لیپے تھے ہر بار

کنچن کے تس اوپر توپ ضربزن کنچن کے مغربیاں تھے ہور فلاخن

---

۱ کریا۔ ا و ج۔ ۲ ہیں۔ ج۔ ۳ کوں۔ ج۔ ۴ د۔ ۵ عنوان از د۔

کنچن کی تھی زمیں کنچن کے جھاڑاں ۔۔۔ گھراں کنچن کے کنچن کے کواڑاں

جدھر دیکھے بی کنچن تھا کنچن تھا ۔۔۔ اسی تے ناٹو اس کنچن پٹن تھا

تتے اونچے تھے اس گھر کے دیواراں ۔۔۔ النگ[1] ناسک رہے تھے وا ابھالاں

کدھیں بارا جو چڑتے اس پو جاوے ۔۔۔ ہو ماندا دم میں آ چڑنے نہ پاوے

منگے سورج جو ہونے کاند تے بھار[2] ۔۔۔ تو لگنے تھے النگنے اس کوں دوبار

جو ہوے جب سورج اس کاند تے بھار ۔۔۔ دسے تب رات کے عالم میں اندکار

گگن کے تل کہیں ایسا شہر نادر ۔۔۔ نہیں دیکھے تھے انکھاں[3] کے مسافر

گر اس پہنائی کوں جاوے جو پانی ۔۔۔ کرے دو چار منزل درمیانی

حصار اس کا دریا کے کنارے ۔۔۔ دیسے خندق ہو دریانس بھنڈارے

زمیں پر شہر بھی ایسا ہے گر کہیں ۔۔۔ کسی کاناں کے جاسو ساں سنے نیں

عجب تاثیر تھا واں کی ہوا کا ۔۔۔ سدا ہنگام تھا نشو و نما کا

سکی لکڑی اگر کوئی لا کو گاڑے ۔۔۔ دو لکڑی سبز ہو شاخاں کو کاڑے

بکھیرے تو زمیں پر واں کے کانٹے ۔۔۔ دو چھُٹ[4] تے تھے ہو کر پھولاں کے بچھانٹے

۱؎ النگے ہور رہے تھے ۔ج و د ۔ ۲؎ بار۔ د ۳؎ انکھیاں۔ ا و د ۔ ۴؎ تھے چھُٹتے پل میں پھولاں کے ہو بچھانٹے۔ 5

محلاں میں چینز گر کئی لکھاوے — چینز حرکت میں وو در حال آوے

وہاں چشمے جو نکلے تھے زمیں تے — مٹھائی میں مٹھے تھے انگبیں تے

اگر یک قطرہ کئی اس نیر کا لے — جو از مانے کے تئیں دریا میں ڈالے

تو اس تا نیر تے سمدور کھارا — عجب نیں تھا میٹھا ہوے تو سارا

سدا خوش حال تھے سب لوگ واں کے — تھے خاطر جمع واں کے ساکناں کے

ولاں کے آہواں سب کے سدا کال — جفا کے نیر سوں تھے فارغ البال

جتا لیوے پیے عشرت کم نہ تھا وا — اتھا سب کچہ ولے یک دک نہ تھا وا

عجب کچھ فیض تھا واں آسمانی — بڈے پاتے تھے پھر تازہ جوانی

خوشی کا مینگ اچھے جم واں برستا — اتھا اس دھات سوں وو شہر بستا

دیکھو اس شہر کے شہ میں اتھی بس دن وو خاصیت

یکے آداب اسکندر وگر ادراک لقمانی

اتھا اس شہر کا اک نامور شاہ — سکھن سلطنت کے برج کا ماہ

۱ے محلاں میں۔ ا۔ ۲ے سوں۔ ا۔ ۳ے بھی۔ د۔ ۴ے غم۔ ج۔ ۵ے دائم۔ د۔ ۶ے سو ایسے۔ ج۔ اسی کے۔ ا۔ ۷ے سکھن بھاگ وننا نیک نر شاہ۔ ج۔

شہاں میں جگ کے اس کو سروری تھی جگت کے سروراں میں برتری تھی

اطاعت میں تھے اس کے تاجداراں تھے اس کے ضبط[1] میں سب شہریاراں

نہ تھا ثانی او سے روئے زمیں پر تھے اس کے حکم[2] میں سب بحر ہور بر

مہربانی کے وو اسمان کا سور جہاں پرور کہ کر[3] تھا جگ میں مشہور

فلک کے ظلم سوں شہ کن جو کوئی آئے سو وو جیو کے[4] تمن جم پر ورش پائے

جو کوئی آوے زمانے کے ستم سوں سینے[5] سوں لاو دل کے ناد اسکوں

جو کئی[6] ہو خار آوے شاہ کے گھر تو گل کے ناد دامن ہوئے پر زر

صفت باری کے تمنے جگ میں تھا پور انھا پانی تمن ہو ذکر مشہور

سفیا تھا ظلم کا شہ کھود بنیاد دیوے نت داد خواہاں کا اپے داد

جو کئی ہاتاں کی سیپاں کوں لیا ر کرے مطلب پر موتیاں وو سار

لیا سو عدل کا نور آپنے ہات نہ تھی اس دیس میں کیں ظلم کی بات

اڑاوے خاک اگر بارا جو ناجان دلاوے بھیں کوں بار کن تے تاوان

---

[1] حکم ۔ د ۔ [2] ضبط ۔ د ۔ [3] گر ۔ ا ۔ [4] سدا ۔ د ۔ [5] ستی ۔ د ۔ [6] د ۔

ج ۔ ندارد ۔

خریفاں پک جو کملاویں پھولباں بن — کرے تاکید باد ل کوں اسی چھن
تھے عالم گوسفنداں شہ شباں تھا — خدا کی خلق کا نت پاسباں تھا
چراویوے کہ جیں جو دھرتیں نیر — دھرت کوں کھود کاڑے نیر کوں پھیر
جگت تھا باغ شہ جوں باغباں تھا — ہمیشہ تازہ اس سوں سب جہاں تھا
جو کچھ دھرنا سو سب دھرتا اتھا وو — شہی اس دھات سوں کرتا اتھا وو

بیاں اوس ابر روشن کے ہمراوس درویش عارف کے
دیکھیا سپنے میں شہ اوس کوں محبت دل منے آئی

دیون ہارا خبر اس نوا نیر کا — کتا ہے بات سورج ہور چندر کا
بلندی سٹ سُورج پکڑیا جو پستی — کیا مغرب کے جا معبد میں بستی
مشعل[1] لے چاند کا ویں بھار آیا — مُصلّا جگ پو چندنی کا بچھایا
جو مغرب کی نشانیاں مکھ دکھائے — سو عالم نیند کے سجدے میں آئے
گویاں کے کنج پکڑے سب درندے — ہوئے گوشہ نشیں سارے چرندے
پنکھی ہو معتکف بلکائے کونے — لئے عزلت چرندے سب مرونے

[1] مصلے چاند کا جو بھار آیا ۔ مصلے .... ا ۔

ہوا حاصل جو راحت کا فراغت — بچھانے پر کیا شہ استراحت

لگے سو نیند سوں دو نین کھلنے — لگیاں پلکھاں سوں پلکھاں کھلنے

نین کے دو کنول مکھ موند لیتے — بھنور پتلیاں کے تس میں کوند لیتے

دیا رو خواب جوں پتلیاں کو آ کر — سُتے[1] لے پوپٹیاں کی اوڑ چادر

دکھائی سو نین کوں نیند آموں — رہے پلکھاں جو دستک مارنے سوں

سو دیکھا خواب میں درویش کوں ایک — دنیا[2] کے عاقبت اندیش کوں ایک

ہے تن پر پیرہن اجلے چھبیلے — کمر باندیا ہے یک باریک سیلے

بندیا ہے چھوڑ شملا سر پہ دستار — عصا پکڑا ہے یک رنگیں طرحدار

لیا[3] ہے ہات میں اپنا مصلّیٰ — ریاضت سوں کیا ہے دل مصفا

اگرچہ طھو سوں تھا سب آنگ خالی — ولے سجدے کی تھی اُس مکھ پہ لالی

کھڑا ہے آ کہ یوں دربار انگے وو — شہنشہ کے مبارک دار انگے وو

کھڑے اچھتے ہیں جوں ہر یک کتے آ — رضا کی انتظاری سات گویا

---

[1] سوتیاں ۔ د ۔ [2] خجستہ دین فرخ کیش ۔ ک ۔ [3] کہ ہے تکیہ پر عبادت کا تسبیلاّ ۔ ج ۔

در بیان[1] خواب دیدن

سو وو درویش آشنہ سوں ملیا اپنی شفقت سوں
اتھا فیاض عالم وو دھرے سب گنج عرفانی

خبرداری کے عالم کا کہن پیر — کتا ہے خواب کا اس دہات تعبیر
ہوا جو شام سوں پھر صبح تبدیل — کئے سب پنکھیاں تسبیح و تہلیل
سرج کا دیک مقری صبح کا چھانو — رکھیا اسمان کے محراب پر پاؤں
خطیبی کا سُرج لے برگ ساماں — ہوا انبر کے منبر پر خراماں
ہوا ایک بارگی وو شاہ بیدار — ہوا سو خواب کی مستی سوں ہشیار
خماری فکر کی آکر لگی زور — کہ تھا کچھ نس کوں ہور[2] دن کو دیسیا ہور
لگے اس بات کے خطرے گذرنے — اپس میں آپ لگیا اندیشہ کرنے
اگرچہ بہوت کچھ دستے اہیں خواب — ولے دیکھے ہیں تیوں کم پائے ہے لاب[3]
کہ خواباں نیک[4] نیں ہے گے روشن کیے — ہے سودا ہور صفرا کی بنش کے

[1] عنوان از - ا - [2] ہوا - ک - [3] ہیا - ک - [4] ایک نیں کئی دھات کے ہیں -

کتے دھرتے اہیں برعکس تاویل　　کتاں کوں وہم سوں دیتے ہیں تمثیل

فاماّ خواب[1] جو دیکھے اہیں رات　　کدھیں سچ بی ہوا ہے بعضے اوقات

بھلا وو ہے جو حاصل کیا سو[2] پانوں　　حقیقت خواب کا خاطر منے لانوں

کہ شاید[3] تیر میرے وہم کا اے　　ہدف کے تئیں لگے جا کر طلب کے

گہر جو خواب کے دریا منے رات　　جو دیکھا سو چڑے ہلکے مرے ہات

لگر[4] ہر حال خادم کوں بلایا　　جو کچھ دیکھیا سو سب اس کوں سنایا

کیا اس دھات کا درویش کئی آ　　کھڑیا ہے دیک جا دربار میں کیا

اول دربار انگے اس کوں توں جا دیکہ　　اگر واں نیں تو بعد از جا بجا دیکہ

گیا خادم دیکھن دربار میں اس　　دسیا[5] نیں سو ڈھنڈیا بازار میں اس

ملیا نیں واں سو کوں نچے ہور گلی کوں　　چلیا ویں ڈھنڈ لیتا اس ولی کوں

یکایک خانقہ یک ٹھار دیکھیا　　تجلی سوں در و دیوار دیکھیا

وہاں بیٹھے اہیں ارباب طاعت　　ملے ہیں ایک ٹھار[6] اہل عبادت

دلاں کوں کر منور جوں چراغاں　　کدورت سوں ہو کر خاطر فراغاں

۱؎ جس دروش - د - ۲؎ کیا ہے - د - ۳؎ ا میں یہ شعر نہیں ہے - ۴؎ بہر حال ایک - د - ۵؎ دکھیا - ا - ۶؎ جا - د -

حقیقت کی ہو باتاں کے اپنا لے — تصوف کے لے بیٹھے ہیں رسالے

کریں باتاں، حدیثاں آیتاں سوں — کتے تھے اس روش کے حجتاں سوں

طریقت کے اچھویں پیروی میں — کہے ہیں مولوی جوں "مثنوی" میں

دھرویوں معرفت سوں آشنائی — "حدیقے" میں کہے ہیں جیو سنائی

حقیقت کے بیاں ہر ایک دم کے — دیکھو آخر خبر میں جام جم کے

پکڑ ہستی کوں پستی سوں کرو ساز — نہیں باور تو دیکھو "گلشن راز"

کرینگے تو فنا، ہو وینگے باقی — ہیں حجت اس کوں لمعات عراقی

کئے سب مل، مقرر آخر یو بات — ہے اول نفی ہور بعد از ہے اثبات

پلاس اپسے فنا کرنا ہے اول ۳۶۰ منگے تیوں واں تے ہونا ہے اُسے بل

نہ سٹتا بات پات اپنے اگر توڑ — کہاں تشریف لینا پھول کی اوڑ

ایس تے بیخ نا ماٹی ملاتا — ہرے ہو کاں زمیں تے سر اُچاتا

گنگولی آرسے نکلے گر سر نہ دیتی — کہاں زلفاں کوں یوں انگلیاں سوں لیتی

---

۱ ا۔ ۲ سخن کرتے۔ د۔ ۳ پستی کوں ہستی۔ د۔ ۴ پچھیں ہونا ہے خوبی کا اسے بل۔ د

۵ اگر بیج ایسیں۔ د۔ ۶ انکھاں۔ د۔

اگر مہندی جو ایسے نا پساوے
اسے ہاتاں کوں پھر کر کون لاوے

اگر کوزا جو آتش میں نہ پڑتا
کہاں خوباں کے لب کوں یوں اپڑتا

اپس میں آپ وک ایکس کوں ایکس
وو کتنیک بار کوں باتاں کیے بس

جو خادم دیکھتا ہے سب میں اندیش
تو بیٹھا ہے انوں میں آ[1] وو درویش

پچھانا ہے سمج کر جو نشانیاں
کہے سو شاہ سب ہیں یو نشانیاں

رکھیا خادم اسے دک سیس نہیں پر
نقط پر جوں قلم رکھتا ہے سر

زباں کی نوک کوں[2] کر بات سو[3] تیز
۲۷۰ ہوا شہ کی سو باتاں سوں گہر ریز

وو کامل تھا اول تے سن کو وو بات
اٹھیا جانے بدل خادم کے سنگات

کہ نیں ہے[4] جیو کس کا توڑنا خوب
کہ نیں ہے شیشہ دل کا پھوڑنا خوب

حقیقت[5] کوں جو کئی کیتے ہیں حاصل
سو بولے ہیں خدا کا عرش ہے دل

اگر[6] سب سوں رضا لے بھار آیا
ہو دولت شاہ کے دربار آیا

ملیا القصہ آ درویش شہ سوں
کیا گویا قران برجیس مہ سوں

---

۱ مل کو۔ د۔ ۲ سوں۔ د۔ ۳ کوں۔ د۔ ۴ د میں مصرعہ اولیٰ موخر ہے۔ ۵ د میں یہ شعر یوں ہے۔

ہے دل کو توڑنے کا سخت منزل \ حقیقت میں خدا کا عرش ہے دل۔ ۶ رضا لے سب سوں وو جب بھار آیا۔ د۔

جو چھپیا شہ انسوں مل ہیں کرجوں | دریا میں دل کے اس کے پیں کر جیو
ہنر کے گوہراں سوں دل اہے پور | ہر اک فن کے اہے موتیاں سوں معمور
زباں دن رات اس کی بات ہیں تھی | قلم کے ناد اس کے ہات ہیں تھی
کہے زاہد حکایت روز تازا | دیوے شہ کوں ہر یک شب سوز تازا

جو وو درویش قصہ جس گھڑی کے ۳۸۰ تو ہوتا تھا شہنشہ مست یں مسے

اپے خوباں ہو کر شہ نے کہا درویش سبتی یوں

کہو نظم کیچہ عنواں کی مرے انگے تمیں کا نی

جو کوئی دھرتا ہے جو شیریں زبانی | کہتا ہے رات کی اس دھات کا نی
کہ جیو تھی یک رات نرل جو دویں رات | چندر اس رات کا تھا سور کے دھات
تفاوت رات دن ہیں کچہ نہ کر سک | کنول رہتے نین نا موچ لے تھک
رہیا تھا رات دن اس دھات ہو ایک | گنی جاتی تھی خشخش دور تے ویک
دکھایا رات کوں جیوں دیس آرو | سورے جو کومی ملا بازو سوں بازو

---

۱ پیش۔ د۔ ۲ ا۔ یہ شعر نہیں ہے۔ ۳ سمجتا ہے جو کئی بو نکتہ دانی۔ د۔ ۴ دیک۔ ج۔ ۵ پھریں۔ د۔

بیسون ہارے اپے بیسے سو جاگے — لے موئے انکھیاں پروویں سوئی ہیں دھاگے

نجومیاں پر ہوا نیں حل یو مایا — کہ کیوں چوبیس ساعت کا دن آیا

سکے نیں بولنے تحقیق کئی بات — جتا دیکھے بی اصطرلاب لے ہات

سو ویسی رات وو شہ خوش ہو — کہیا زاہد کوں اس اک بات بولو

کہ باتاں سوں تماری مست ہو روز — ۳۹۰ تماری بات میں ہے کچھ عجب سوز

کہا درویش اپس میں آپ سن بول — حقیقت معرفت کا کھول کیوں بول

کہ سب کس کوں نہیں اس بات کا علم — اہے مشکل خدا کی ذات کا علم

مگر بولیا حکایت اک مجازی — مجازی میں سنیا سو بات تازی

دیکھت سننے کوں ہے کر شاہ راغب — لگیا کہنے کوں یک قصہ عجائب

دعا کے سات اول لب کوں کھولیا — شکر تے بعد ازاں نا بات کھولیا

حکایت شہ انگے بولیا سو وو درویش لذت سوں

وو سنتے دل ہوا اس کا شگفتا ہور خندانی

بڑا جو ملک ہے سب میں تراسال — مراس ملک پر تھا باب پردھان

۱ے درویش د۔ ۲ے سوں۔ ۳ے ا میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۴ے ہوں ج۔ ۴ے دیکھیا۔ د۔ ۵ے معظم ملک جو ہے۔ ج۔

سنے جس ٹھار[1] پر تدبیر کا حل | ایں تے ملک آتے تھے اپے چل
کرے اپ عقل سوں مشکل کشائی | دھرے خوش خلق سوں جم مشک سائی
صفا بخش اس کی انت روشن ضمیری | کرے خورشید کوں نت دستگیری
ضمیر اس کا انتھا سورج تے روشن | انتھا دل صاف تس کا جوں کہ درپن
فراست سوں چھپے رازاں کوں کھولے | انگے چھپے ماس کوں ہوگا سو بولے
فلاطوں[2] فہم میں شاگرد اس کا | گدا کوں شاہ کرتے برد اس کا
اسی سوں فہم پایا تھا فلاطوں | انتھا شاگرد اس کا آقلیسوں[3]
ارسطو درس لیوے عقل کا آ | اس انگے بوعلی تھا اک منقوا
حکایت ایک میں اس تے سنیا ہوں | بچن کے پھول کاناں سوں چنیا ہوں
کہ یک کوئی بادشہ کشمیر میں تھا | کمل عقل ہور تدبیر میں تھا
ہریا تھا باغ اس کے عدل کا جم | چمن نت ضبط کا تھا سبز و خرم
سنتے تھے اس کے نئیں سلطاں عادل | نہ تھا کوئی ضابطی میں اس مقابل
رضا بن شہ کے گل پہنے جو جاوے | صبا کے ہات ٹکڑے اس کرادے

[1] بات۔ [2] د ۔ [3] اسقلیبوں۔ ا۔ [4] عدالت کی بہوت۔ ا و ج۔

کدہیں بے حکم نرگس آنک کھولے ولاوے باد ہت اس جھکولے
اگر سوسن کدھیں کرنے منگے بات کرے اُس شاہ کی پروانگی سات
ہلو کیے شاہ تو سروداں کیے ہلتے بھی ہور یک پانوں اگر اچھتا تو چلتے
رضا لے کر ستیں ابر بہاراں گلے میں باغ کے موتیاں کے ہاراں
اسکت نیں تھا جو بارکوں ہر یک سو چمن تے لے پراگندہ کرے بو
اشارت بن نہ کھولے زلف سنبل نہ بولے بات طوطی ہور بلبل
نہ تھا قدرت چمن میں بلبلاں کوں جو دیکھیں شوخ بن اس پھول کا موں
سرو قداں کے قد کے نونہالاں سمن رویاں کے گالاں کے گلالاں
لگایا تھا اپس دل کے چمن میں وو شہ اپنے سینے کے پھول تن میں
چمن اس تخت تھا ہور پھول تھا تاج وو ایسے دھات سوں تھا تاراج

۱ے لگا نے پرنین نرگس جو کھولے د۔ ۲ے اس کوں جھولے۔ ج و ھ۔ ۳ے د۔
۴ے صبا کوں نیں سکت تھا جو ہر یک سو۔ د۔ ۵ے چمن ج۔ ۶ے سو۔ ھ۔

قصہ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سو اس گل کا محبت سوں لگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم
کیا ہے بات کوں اس وقت تھا تقسیم

نکل کر جوں ماہی کے شکم تے
ہوا یونس نمن مفروق[1] غم تے

دیا[2] سو فیض پھر جگ کوں دوچنداں
ہوئے پھولاں شگفتے ہور خنداں

جو[3] تھے غنچے کے طفلاں نین کھولے
بندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے

اچھیا[4] تھا پھول کا سب ٹھار مہکار
کھلے تھے پھول جھاڑوں میں ہر اک ٹھار

کلیاں لالے کی سر میں کیاں نشانیاں
دسے یاقوت کی ہور سرمہ دانیاں

کلی ہور پھول مل دستے تھے اس وقت
کہ جوں چھپ کو کوئی کرتے اچھے بات

دسے[6] ہاون کلی کا ہو کو لالا
دسیا[7] اس میں لگے تیوں مشک کالا

---

۱ مفروغ۔ ا۔ ۲ دیا پھر فیض عالم کوں دوچنداں۔ د۔ ۳ نہ تھے۔ د۔ ۴ اٹھی تھی بن سنے۔ د۔ ۵ لالے کے د۔ ڈالیوں پر۔ ھ۔ ۶ دسیا تھا واں۔ ا۔ ۷ لگیا نیوں مشک دنیا اس میں کالا۔ د۔

وسے یوں پھول میں لالے کے کالے | چواجیوں لعل کے پیالے میں گھالے
پڑے دکھ بلبلاں آنے کے ہولاں | بندے شبنم کے موتی گل کے پھولاں
کرے سو بلبلاں سن نغمہ سنجی | ۴۳۰ لگیاں سب کویلاں گانے کرنجی
چمن کی دیکھ ہزاراں خوش تماشی | لگے کرنے نوی مضموں تراشی
بدل کے نیر سوں گل تر کئے لب | نچھل پانی سوں سبزے دھوئے مکھ سب
وو ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا | ارم کا زیب مجلس کوں دیا تھا
دلسیا اس بہار پر یوں وو جہاں باں | کہ جوں فردوس میں بیٹھا ہے رضواں
یکایک باغباں یک پھول لایا | ہو کر باد صبا خوش بوئی ڈھایا
انتھا وو بوی میں سب مشک کے سار | نفے اسکی باس میں عنبر کے آثار
نہ تھا مشک و عنبر تھا قدرتی پھول | جو تس کی باس پر مجلس رہی بھول
دیا وو پھول شہ کے ہات میں جوں | شگفتہ ہور یا شہ پھول کے نیوں
عجب رہ شاہ ہور شہ کے وزیراں | ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں
کیا شہ پھول دیکھ اس باغباں دھیر ۴۴۰ کہ اے بن کوں دیون ہار سدا نیر

لے اٹھے بھی۔ د ۔ ۲ بن ۔ ج ۔ ۳ ہزاراں سار کینے ۔ د ۔ ۴ ے لگے ۔ د ۔ ۵ یوں دو شاہ دوراں ۔ د ۔ ۶ باس ۔ ا ۔

دکھیا نیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں | دسیا نیں پھول ایسا پھول بن میں

اگر توں پھول کا جو جھاڑ لاگا | توں لا کر میرے گلشن میں لگا گا

تو بخشش سوں کروں گا میں ہنر زر | دھن تیرا کلی کے ناد پر ذر

شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی | وو جھاڑاں کے ہلالاں کا ہلالی

سنیا یو بات سو رکھ یہیں اُپر سیر | چلیا پانی نمن ناد یک کر پھیر

جو مالی پھول کوں ڈھنڈتا چلیا سو | ہر یک چھپنے چمن باد صبا ہو

کتنک دن کے پچھے وو جھاڑ لایا | لگایا جھاڑ حضور مقصود پایا

وو مالی روز اُٹ یک پھول کوں لائے | نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار | دسے تس پھول میں خشکی کے آثار

کیا شہ باغباں سوں ہو کو دل گیر ۴۵۰ | اہے کے پھول کا یوں رنگ تغیر

ہوا ہے کیا سبب یو پھول سو بول | رھیا ہے پھول یوں مخمول سو بول

جواب اس دھات دیتا شہ کوں مالی | اپھوتا رہی تیری شاہی کی ڈالی

۱؎ کروں گا مرحمت سوں میں سراسر۔ د۔ ۲؎ پچھیں۔ د۔ ۳؎ کیا دیکھ باغباں کوں شاہ گھنیر۔ د۔

کہ بلبل ہے چمن میں ایک کالا — سٹیا ہے عشق کا اُس گل پو جالیا

کبھیں آ پھول پر وو پر پسارے — کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے

کبھیں جنگل سوں اپنے پات کھولے — کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے

کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل — کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل

اسی بدلے دسے ژولیدہ ہو پھول — اسی کے واسطے ہے پھول مخمول

یہ سن کر شہ کیا کر دل کوں ماندا — منڈو بلبل کی خاطر ایک پھاندا

کرو حلقیاں کوں پھاندے کے تے تنگ — جو جمٹیاں لیویں انکھیاں تس کنے منگ

نیٹ کچ سست کر ساز وو دام — جو سانپاں لیویں کچلیاں تس کنے وام

اگر پانی جو اس جالے کوں انپڑے — تو مچھلی کے من اس ٹھار سنپڑے

اگر بارا کدہیں اس دام کن جائے — تو پنچھی کے نمن واں آ دغا کھائے

لے ایسی دھات کا پھاندا شکاری — منڈیا اس جھاڑ تل جا کر دو کاری

دغا بلبل کوں دے پھاندے میں بہانے — کتک حیلے کے ڈالیا اس میں دانے

لہ کدھیں۔ د۔ کبھو۔ ھ۔ ٢ جھولیدہ۔ ج۔ ٣ ماندو۔ ا۔ بندو۔ د۔ ۴ نیٹ میں سست کرا لیا تو دام ج۔ ۵ لے دیں کاناں کوں سانپاں۔ د۔ ٦ کبھی۔ ج۔

گرفتن و بلبل را پیش شاہ آوردن

رضا لے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کوں پھاندے ہیں کیے محبوس زندانی

فلک یک دام ہے، دانے سو تارے — کہ کاماں دام کے ہیں اس ہیں سارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا — کئی اس کے کام تے غافل نہ اچھیا (جمع کام)
ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی — سدا حاصل ہے اس تے بے صفائی
صبا اُٹ کر سورج کے تئیں جلاوے — پنم کے چاند کوں لس دن گلاوے
ستنبیاریاں کوں کدھیں کھنا کدھیں نہیں — بدل کوں امن دینا نہیں گھڑی کیں
ثریا ہو، جو کئی بیٹھے ہیں ڈیرے — بنات النعش کر ان کوں بکھیرے
رہے ہے یار وو جن[۱] ایک تن ہو — سٹے جوزا کے منے ان کوں کردو
خوشی سوں بیٹ[۲] جو کوئی پگ پسارے — ہو کر عقرب انوں کوں ڈنک مارے
وو بلبل جو دیکھا یکبار دانے — پڑے ہیں جا بجا اس ٹھار دانے

۱ے جال۔ د۔ ھ۔ ۲ے بیٹھ۔ د۔

کیا طالع دئے ہیں آج یاری　　کئے ہیں بخت مجھ سوں سازگاری
مگر کیا برج میں میرے چندر ہے　　ستارے[1] کا مرے مجھ پر نظر ہے
خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب　　فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب
وو چارا ہور محبوب مل کو یک ٹھا　　ملے مجھ آج دونو خوب یکبار
بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا　　کرونگا پھول کا بارے[2] نظارا
نہیں معلوم جو چارے میں دندی　　گلا کر[3] بس کئے[4] ہیں جیں بندی
نہیں معلوم جو اس ٹھار لاکر　　رکھے ہیں زہر شکر میں ملاکر
خوشی سوں اپنے دل میں ہو کو گل گل　　پڑیا پڑ یا نہ ہو دانے پو بلبل
گیا کھانے کو جوں وو بیگ پگ رک　　پڑیا پھاندا گلے میں آ یکایک
بچارا وہ گیا چارے[5] کوں کھانے　　لگیا پھاندے میں پڑ کر پھڑ پھڑانے
طمع داری بری ہے اے عزیزاں　　نہیں کچھ خوب اے صاحب تمیزاں
طمع داری سوں کھانے جا کو چارا　　پڑیا[6] وو بند میں آخر بچارا

۱؎ ستاریاں کا۔ د۔ ۲؎ یار۔ د۔ ۳؎ دغا کر۔ ھ۔ ۴؎ سم۔ ا۔ ۵؎ چارا جو۔ د۔ ۶؎ وہ آخر بند میں سنپڑیا۔ د۔

طمع داری تے آتی یار خواری طمع داری میں نیں ہے رستگاری
طمع داری کے سر تے جو اٹھے ہیں وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں
گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب
کہ اے جیو کے مرے ساقی لنگاتی اے راحت روح کے آ دل کے ساتی
ترے رخ سوں تھے روشن نین میرے ترے لب سوں تھے شیریں بین میرے
اتھا تج دھر تے تازہ برگ میرا جدائی میں تری ہے مرگ میرا
پڑیا ہے نین تل اندکار میرے رہوں تج باج کیوں کر یار میرے
رھیا تھا آج لگ نا پھانک کر میں پڑیا تھا چھانوں ہو تجہ پانوں تل میں
جدھر جا کر بھی آتا تھا اسی ٹھار نجھا تا تھا پلک کوں نا پلک مار
جدھر تھی توں ادھر سنگات تھا میں ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں
بہوت دیساں تے تجہ سوں مجہ سلک تھا ترے سایہ منے میں آج لگ تھا
میں سنپڑیاں ہوں سو غم نیں مجہ کوں آکو یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور
پڑیا ہوں دام میں سو نیں ہے مشکل ولے بچھڑے سوں تیرے لہو ہوا دل

لے تب - ج - لے دھن - د - لے تھا - ھ - مے - د -

سنپڑ کر دام میں کرنے کوں زاری　　دیکھت وو دُور تے پاپی شکاری

پکڑ غصے ستی دانتاں منیں لب ..۵　　غضب سوں آپنا گردان کر ڈب

ڈیں آیا دوڑ کر اس غمزدے پر　　ستم کی آستیناں کوں چڑا کر

سٹیا بلبل پو بے رحمی ستی ہات　　اُسے لیا ہاتھ پنجرے میں کیا گھات

بنیا کچ تنگ تھا پنجرے کیرا اتھار　　سکت نیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار

بنجیلاں کی اتھا وو گور تے تنگ　　کہ تھا وو بلکہ چشم مور تے تنگ

شکاری شہ کوں آ تسلیم کیتا　　وہ پنجرا شہ کوں لیا تسلیم کیتا

جڑت کے بھاکو پنجرے میں شہنشہ　　رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ

دیدن بے قراری بلبل و پرسیدن احوال و اظہار آں

پوچھیا پنجرے میں شہ اس کوں تو کے جو کچھ جھرتا ہے؟
ہوا ہے کس بدل تو یوں نپٹ بے ہوش نادانی

دیکھیا بلبل جو وو دیساں نہیں رہے　　نپٹ درسن کے دروازے بند گئے

لے ایس۔ د ۔ ۲ے بنا پنجرے کرا تھا تنگ میداں نہ نکلنے کوں نہ تھا دم کا سکت واں۔ د۔ ۳ے د۔ ے۔ ا۔

مُنڈی پنکھاں میں اپنے گھال لیکر — لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر

تپے[۱] اُس پھول کوں کر یاد اپنے — لگیا رونے بلکنے ہور تپنے

کہ بولیں[۲] گے کوئی اس گل سوں یو بات ۱۸۰ گذرتے سو مجھے جیفی میں دن رات

کہینگے[۳] کون اس گل سوں مرا حال — ہوا سو حال میرا غم سوں پامال

بچھڑنے سوں ہوا ہے تلخ جینا — کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹا ہے سینا

دنیا دوزخ ہے مجہ اس حور کے باج — دسے دن رات ہو اس سور کے باج

پڑیا سو دور میں اس گلبدن سوں — ہو کر سلتے ہیں کانٹے تن پوروں روں

پون بن نیں ہے میرا کوئی محرم — جو بولے پھول سوں جا کر مرا غم

پون کوں کہ کہ اے خوش باس بارے — مرا دکھ پھول سوں ٹک بول بارے

اگر اچھتا تو بارے کا مرا تن — میں اڑ کر یاں تے جاتا کر ہر یک فن

کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جاؤں — وہ انکھیاں کان جو میں اسکا درس پاؤں

صباٹ یوں لگیا کرنے کوں زاری — دیکھ یک دن شاہ اسکی بے قراری

---

۱ تپے نت یار کوں ۔ د ۔ ۲ کہینگے کون اس گل سوں مری بات ۔ د ۔ کہ بولے کئی جتی اس ۔ ا ۔

۳ سندر کوں کون کہینگے حال میرا: ہوا سو حال سب پامال میرا ۔ د ۔

لے کر[1] بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دھات
ہوا ہے کے ترا سر یوں پریشاں پریشاں جیو ہور خاطر پریشاں
ہے تجہ میں کیا بدل بارے کی عادت توں کیے پکڑیا ہے بارے کی خصلت
توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب توں کس کی زلف کے بدلے ہے بیتاب
مرے دھر بول توں کس کا ہے مجنوں ہے کس لیلیٰ کی خاطر دل ترا خوں
لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشا لگیا ہے کس نگہ[2] کا تجہ کوں تیشا
بھنور توں بول تجہ کس پھول کا ہے توں بلبل بول کس مقبول کا ہے
دریا نے نین کے موتیاں کے تئیں رول دیا بلبل جواب اس دھات موں کھول

بیان کردن بلبل پیش پادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کئی نا سنے تو اگن کے پھول میرے نا چنے تو
کسے کوں درد یو دل میں جو ہے پور زمیں ہے سخت ہور اسمان ہے دور
وہی جانے یو دکھ جس پر[3] کھڑیا ہو جو کئی برہے کے پھاند میں پڑیا ہو

[1] لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہت ؛ لگیا بلبل سوں کہنے دو سو حکرت۔ د۔ [2] کی نہ۔ د۔ [3] سر۔ د۔ ع

عنوان از۔ ھ۔

پچھاڑیا غم سوں کیوں کھاناہے دل | وہی بوجھے کھڑیا ہے جس پو مشکل
نہ کے جاتا نہ آتا ہے کنے بن | نہ کے میں فائدا نا چپ رہنے میں
ہر یک تلتل ہو کر جاتا ہوں بپلا | پرت میں نیں مرا چلتا ہے حیلا
کہوں تو بات کیا میں جیب پر لیا | کہے تو بات کس سوں فائدہ کیا
نین بلبل کے غم سوں شاہ کر نم | ایسں کے دو کنول تے کاڑ شبنم
کیا اے غم کے بن کے درد کے چھاڑ | درنگ پر کام اپنا توں نکو پاڑ
شکر بن کھائے نیں ہوتا مٹھا کام | نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام
مرے[2] دھر بول اپنی جیو کی بات | کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب اتھا اپنا
دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو روپ طیرانی

دلاسا شاہ تے[3] بلبل جو پایا | زباں مطلب کے باتاں سوں اچایا
لگیا کہنے اول گذرے سو باتاں ۔۴۵ | برہ اس نیں سوں کینیا سو گھاتاں
مرا اتھا باپ سوداگر ختن کا | نہ تھا پروا اسے کچھ مال و دھن کا

۱ دکھ۔ د۔ ۲ د۔ ندارد۔ ۳ سوں۔ ا۔

پڑا تھا بہوت سب سود اگراں میں — اتھا مشہور سالم بندراں میں
پڑے تھے اُس کنے مہراں کے انبار — ڈھگاروں سے تھے روپے ہور دینار
مناں سوں تھا پڑیا کھنڈ یا سوں سُنّا — تھے لاکھاں اشرفیاں کُرڑاں سوں ہنّا
قماشاں کے جدھر دیکھے بی بستے — رچے تھے لے دکاناں پر دو رستے
ہر یک کا لک کے ہر یک پو اوپر مول — رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول
حریر و بافتہ سالو سری صاف — مشجر، نافتہ، دارائے زرباف
سمور و سندس و سرمک خطائی — سلیمی، صاحبی، ہور کربلائی
خز و اکسون و اطلس، دق و دیبا — خنک ہور طاش خطنی سوف زیبا
مطبق نیلک و سقلا و مخمل — قلم کاریاں و چھینٹاں ہور ململ
بیتمبر، وار چھیٹاں ہور سوسیاں — تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں
بہوت نازوک، ہندی پنچتولے — بہوت باریک تاواں ہور پتولے
ہونا ہور کر بھی سودے تھے دریائی — ہے جس میں فائدہ دیوڑی سوائی

ا اشرفیاں۔ ۲ زر مل ار۔ ۳ کمخاب، نیلک ہور دیبا۔ د۔ ۴ بنگالی ہور خطنی فرو۔
د۔ ۵ اطلس و مخمل فرنگی د ۶ ہور سقلاط ہور طاس نیم رنگی۔ د۔ ۷ کشمیریاں۔

بیتے چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے ... دریا گرمی سوں ٹک کے گدگڑے تھے

بیتے اس قافلاں کے تھے سکیناں ... نہ ڈھوسک ننگ آئے تھے زمیناں

ستم دو دن جو گاڑیا تھا گڑا دا ... پڑے تھے بندراں سالم بڑا دا

کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا ... کدھیں شیشا لے کر جاوے حلب کا

کدھیں سودا لجاو روم سوں شام ... کدہیں جاتا بنگلے برتے آسام

کدھیں واسطے سو جاوے اسفرائن ... کدہیں جاوے صفاہاں تے مداین

کدہیں تبریز تے شروان جاوے ... کدہیں ہمدان سوں کاشان جاوے

کدہیں ارمن سوں جا منزل کرے طوس ... کدہیں اترے جو یک منزل اچھے روس

کدہیں اچھتا مقام اس کا سراندیل ... کدہیں شیراز اچھتا ہور اردبیل

وطن کر چند روز رہتا ختن میں ... کدہیں دو کان کھولے جا یمن میں

کدہیں شیراز سوں جاتا دماوند ... کدہیں جاتا بخارے سوں سمرقند

کدہیں کابل تے یہ لاہور جاتا ... کدہیں مانڈو کدہیں ماہور جاتا

---

۱ دریا کڑی تلے اوس۔ د۔ ۲ ا و ج میں شعر یوں ہے ۔سکیناں قافلاں کے ڈھوتے ناسک ہو سکینی تے زمیں آئی تھی بیک

۳ لیوے جاکر۔ د۔ ۴ ہور۔ د۔ ۵ شیراز۔ ا۔ ۶ اچھتا۔ ا۔ ۷ پوتے لاہور۔ د۔ ۸ ماوندیج ولے

تجارت کے بہوت سوداسوں وو — گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو[1]
اتھا یں اس سفر میں اسکے سنگات — انند ہور ذوق عشرت سات دن رات
مری اس وقت تھی اول جوانی — نوی اپڑی تھی مجہ کوں شادمانی
جوانی کے برس سو بیس لگ ہے — بندے ہیں حد پڑے تا تیس لگ ہے
کہے ہیں باضرورت[2] تا چہل سال — بڑیاں کوں ہے سچ پیلاڑ کا حال
اتھی اس ٹھار پر زاہد کوں بیٹی — بڑی[3] یک خوب کئی عابد کوں بیٹی
چتر، چنچل، سگھڑ، کنتل، سہانی — نہ اس کوں[4] کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیوں میں الک کوں اسکے سرکال — سگھڑ میں دل کشائی کے اثر کال
بہنواں کوں کیوں کہو محراب تجے کر — وو کاں[5] ہے نور محراباں کے اوپر
چندر آدھا کہوں کیوں میں پیشانی — چندر آدھا نہیں ویسا نورانی
کہوں کیوں اسکی میں پلکیاں کوں نیزال — ہوئے نیں کوئی نیزاں کے اسیرال
نین کوں نرگساں کہنا ہے ناساز — چمن کے نرگساں ہیں کاں[6] ہے وو ناز

---

۱ سو۔ ج و ا۔ ۲ باالضرورت۔ ا۔ ۳ فرشتہ خو نخواتس عابد۔ د۔ ۴ کے کے۔ د۔
۵ کہاں ہے نور۔ د۔ ۶ تیں انا۔ ج۔

نین[1] نرگس کتنے کا سو ہے زوری — کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری
کلی چنپے کی کو ناسک[2] کوں بولیا — دلے تشبیہ میں ناسک کوں بولیا
کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا — ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا
ادہر کوں لعل تجھے کر کیوں کہوں میں — وو نرمی ناز کی کس لال میں نیں
دہن کوں کیوں کہوں انار والے — اتھے اس پر دیوانے ہو کو داتے
ٹھڈی[3] کے سار جگ میں سیب کا ہے — یو اس میں عشق کا آسیب کاں ہے
کہوں جوبن کوں کیوں میں قبۂ نور — ہے قبے نور کے، اس پر، بلا دور
کہنے پھل گیند جج آتا ہے ان مان — کروں گا پھول کے گیند اس پو قربان
کہاں[4] ہے کر دراں میں اسکے آثار — ستوں میں کر دراں کوں اس تے وار
کمر کوں کیوں کہوں میں اسکی شہرزا — کمر کے سامنے شہرزا ہے، ہر زا
سرو[5] تھا کیوں کہوں میں اسکے قد کوں — اپڑنے کاں سکت اس قد کی حد کوں
کتوں میں تیرے پاوں لگ اس موہنی کا — کہ تھا تیوں، کیا صفت کرنے سکوں گا

[1] د - [2] نغنی ناسکہ کو - د - [3] وھن کے - ج - ذقن - ھ - [4] ج - میں مصرعۂ اول ثانی ہے - [5] سرو کا سرو کیوں کولا - ا د ج - سرو سا - ھ -

جو کوئی اس چال کو ہنس کر کیا ہے ہنسو کر تس پہ ہنس ہنس گر کیا ہے
ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا تماشے کوں مرا دل سرا جایا
جو یاد آتی اتھی وو چلبلی منج تو ہوتی تھی سینے میں گدگلی منج
پیاری کا پرت پیارا لگیا سو پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو
اول تھا حال کچھ[1] آخر ہوا ہور پرت کی چیٹ پٹی[2] مجہ کوں لگی زور
لگے چشمے[3] ہو کر نیناں ابلنے لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے
لگیا سو بھار دل کوں بات کر سک اسی باتاں سوں بیسا دل میں آ دک
کلی نمنے ہوا دل تنگ ناشاد ہوا ٹکڑے گریباں پھول کے ناد
دھویں آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے گرم بھاپاں سوں ہوٹاں پو پھلے آئے
سو دو او تار پڑ من ذات[4] بدلی طبیعت کی مری سب دھات بدلی
ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں تن اجل منج پیرہن میں ڈھنڈ سکے نیں
سمج کر رہے جو کوئی تھے ہم قریباں[5] لگے دینے گواہی آستیناں

۱ واں کچھ ۔ د ۔ ۲ لاگی بہوت زور ۔ د ۔ ۳ دریا ہو کر لگے نیناں ۔ د ۔
۴ رات ۔ د ۔ ۵ رقیباں ۔ ج ۔

لگے کہنے ہر یک کوئی پا کو بہانا　　　وو ہے جاتا فلانے کا فلانا
جو اس کوں دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق　　　جو آیا دل منے میرے اُبل شوق
ہر یک نس[1] جاؤں اس[2] دھن کی گلی کوں　　　ہلو چھپ کر دیکھوں اس[3] اچپلی کوں
سینے[4] میں دم کوں اپنے ساند لے کر　　　کمر کوں اپنی دامن باند لے کر
نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ　　　چلوں اس کا نہ تھے اس کا ندکوں لگ
تزنگ پر شوق کے ہو سوار ہر نس　　　پیادہ جاؤں گھر لگ دیکھنے تس
یکیلا اس گلی میں اُگئی نہ دوجا　　　چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا
کر اس چندر بدن کے گھر طرف موں　　　ہر یک نس نین کے[5] تارے بکھیروں
ہر یک شب غم سوں دو مہ جو اچھے جاں　　　دھویں سوں آہ کے باندوں کھلاں
کروں ہر شب نین سوں آب پاشی　　　اُساساں سوں کروں ہر دم فراشی
کتنیک دن کیے پچھیں امید کا سور　　　مرے[6] بختاں کے نیناں کوں دیا نور
نصیباں[7] منجہ سوں جو آخر ہوئے یار　　　مرے طالع کرایا سور اک بار
یکا یک جھانک کر دیکھی مجھے نار　　　مرے ہور اس کے دو دیدے ہوئے چار

[1] دن۔ ا۔ [2] چنچل۔ د۔ [3] چلبلی۔ ج۔ [4] د۔ [5] تے۔ د۔
[6] مرے نیناں کے بختاں کا۔ ا د ج۔ [7] رقیباں۔ ج۔

نظر کا باز اڑیا سو اب نہ رک سک — ہوا ہیں حسن کی اسکے رہا تھک
گیا سو دشت کا آہو نکل کر — پڑیا اس مکھ کے گلشن میں پھسل کر
اسے دیکھ عشق سوں مرا بھلیا دل — ہمن دونو کے دل رہے ییکا ہو مل
ہوئی سو مہرباں آخر پری زاد — کروں جیوں[1] یاد ہیں وو بی کریے یاد
کدہیں ہیں سر سوں چلتا جاتو اس لگ — کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پر پگ
کدھیں ہیں اس کنے جاتا تھا قدم کن — کدہیں میرا کرے گھر وو بی روشن
کدہیں انبڑاؤں میں اس[2] گھر لجا کر — کدہیں انبڑاوے وو بھی منجہ گھر آکر
کدہیں اس دھات سوں نس سب گدزتے — کدہیں جا پر رہتے لوگاں کے ڈرتے
کدہیں کُئی نا سنے تیوں بات کرتے — ہلو[3] باتاں اشارت سات کرتے
کدہیں[4] دیکھ مسکیاں میں دونوں آتے — یکس کوں ایک نظراں میں چراتے
کدہیں دیکھیں یکس کا ایک دیدار — پسار آنکھاں پلک کوں نا پلکتا
بہر حال اس سند سوں مل ہیں دو — محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو

---

[1] میں جیں روشن وو بی ۔ د۔ [2] اس کے لجا گھر ۔ ا۔ [3] کدہیں ۔ ج ۔ [4] کدہیں مل مسکتاں میں دونو آتے یکس کوں ایک دیکھ نظراں چراتے ۔ د ۔ [5] روشن ۔ د ۔ [6] مسکراں ۔ ھ ۔

یکایک یو خبر زاہد کوں اپڑا ئے یوں اس کے دہیر چاڑی کوئی کہا ئے
نہیں کچ خوب چاڑی کا ہے چالا ہے چاڑی خور کا موں جگ میں کالا
نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفےٰ کوں
نہیں چاڑی علی کس تے قبولے ۳۰۶ بزرگاں کوئی نیں چاڑی یو بھولے
لگیا زاہد خبر سن تلملانے اپس ہیں آپ پچھاڑیا غم سوں کھانے
چھپیا پر کا اڑیا کر سن کو سرپوش ہوئے اس ہوش کے طبقا فراموش
لکھیا ہے سو اپڑتا ہے دلے کن رضا تیں جیو رووے ہور نپے بن
پڑیا سو شرم کا گھر نکل کر دریا غیرت کرا ابیا ابل کر
لیے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں اچائے سنواری کے آگ جیباں
کہے ہیں جیو تے پیارا اہے شرم خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم
ہو کر سب خلق کی کثرت سوں نہا وو جا حجرے میں خلوت سوں ہو تنہا
کھڑا ایک پاؤں پر ہو سر دو دھات لپسار اپنے وو ہت جیودا کے پات

ا۔ د۔ ۲۔ تو بولے۔ د۔ ۳۔ طفلاں۔ د۔ طبعاں۔ ج۔ ۴۔ حمیت کے اوچا آگے جیباں۔
ھ۔ ۵۔ ڈال۔ ج و ھ۔

منگیا صورت ہماری ہو[1] نے تبدیل　　　منگیا[1] صورت ہماری ہونے تبدیل

تھے رحمت کے کھلے اُس دن کواڑاں　　۱۶۴۰　　کھلے تھے فیض کے اس چمن کواڑاں

دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی　　　سپر ہیں ساتوں[2] انبر کے گذر گئی

اجابت کے نشانے پر لگی سو　　　قبولیت[3] کے نشانے پر لگی سو

ہوا ہیں مانی کسوت سوں بلبل　　　ہوئی زاہد کی بیٹی صورت گل

رہی ہے تو تے منج میں دردناکی　　　گئی نیں تو تے اس کی سینہ چاکی

ہے منج میں[4] (جب) تو تے سنبل کے نمن تاب　　　وو نرگس کے نمن ہے تو تے بےخواب

دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر　　　کہیا یوں مختصر اس دھا سوں کر

کہوں کیا میں تجھے معلوم ہے سب　　　مرے سوبخت ہور تیری نظراب

دربیان صور اصلی یافتن معجزہ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ، شہ ہات میں اپنے
پھرایا گل و بلبل پہ ہو پھر کر شکل انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد[5] لیا کر　　　خزینے[6] دار کوں اپنے بلا کر

[1] خدا کے کام پر نیں قال ہور قیل۔ ھ۔ [2] سات۔ ھ۔ ج۔ [3] قبولی کے نشانے۔ ھ [4] دھروں میں۔ د۔ [5] یاد آکر۔ ا د ج۔ یاد لاکر۔ ھ۔ [6] ترت ویں اپنے خازن کوں۔ د۔

کیا، جا اس انگوٹھی کوں لے کر آ — دعا جس میں لکھیں ہیں جیو اثر کا
اگر ممسوخ[1] پر اسکوں پھراویں — تو صورت میں اول کی پھر کر آویں
دو شہ فرمایا تیوں جا یک خازن — کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن
انگوٹھی لے، وضو اول پکڑ کر — وہاں تے آیتہ الکرسی کوں پڑکر[2]
گل و بلبل کوں شہ انگے منگایا — دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں جیو اول وو — ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو
یکس تے یک تھے صاحب جمال — یکس تے یک تھے روشن ہلال
کہے ہر کوئی دونو کا سنجھاموں — کہ یو لیلیٰ اہے ہور وو سو مجنوں
دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد — مگر ایسچ تھے شیریں و فرہاد
مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا — کتے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا
دیکھت یو حال شہ ہو بہوت[3] دل شاد — لگیا لب کھول ہسنے پھول کی ناد
تجے کرتا ہوں میں کرتار سجدا — کریا شہ شکر کا دو بار سجدا
اول باری ہوئے ہیں پھر کو آدم — اثر کرتا اہے دو جا سو خاتم

[1] ممسوخ۔ ج۔ [2] پھڑکر۔ ا۔ [3] ہو کر بہوت شاد۔ ا و ج۔

دونوکوں شاہ پھر دکھلانے کوں جاؤ ۔۔۔ کیا چاؤ اں سوں دونوں کو ملا جاؤ[1]
مراتب یک بڑا دے[2] کر اسے شاہ ۔۔۔ حضوریاں میں اسے جا گا دیا شاہ
صباٱٹ (صبح) شہ کی وو خدمت میں آئے ۔۔۔ قصہ سوں روز شہ کا وقت بہلائے

بیان پادشاہ و وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے بچن یک خوب کہ منج تے
کہ جس سوں دفع غم ہوے اچھے بھی راحتِ جانی

جو کوئی دھرتا ہے[3] باتاں کا فرا (ست) ۔۔۔ کتا ہے یوں حکایت میں حکایت
کہ یک نس[4] اس حضوری کوں (کہا) کیا راج ۔۔۔ تو قصہ بول یک مجھ سامنے آج
جو اچھتا عشق کا کچ اس منے کام ۔۔۔ کہ کاماں عشق کے ہیں سب نتیجے فام
پرت[5] ہور بھوگ کے اچھتا یو دو (فن) ۔۔۔ کہ یو[6] دو لذتاں ہیں تجکوں روشن
ادب سوں شمع کے نمنے کھڑا ہو ۔۔۔ حکایت سوز کا یک یوں کہا وو

[1] ملا بیاہ ۔ [2] دے، بڑا اس کوں کیا ۔ ج ۔ [3] اپنے فہم و فراست ۔ د ۔ [4] دن ۔ ا ۔
[5] برہ ۔ د ۔ [6] اس فن کا ہے تجہ پر حال روشن ۔ ج ۔

سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل — ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دَل

سپہ[1] دل کا بل اس پر تھا مسلم — بونداں مینہہ کی وسیں تس دل انگے کم

بزرگی میں سورج تے محتشم تھا — اُسے ذریاں[2] ستی اگلا حشم تھا

وو شہ یک دیس مجلس کوں بھرا کر — جو بیٹھا تخت کے اپرال آ کر

خبر[3] اپڑائے لیا ایسے میں شہ کوں — کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں

کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش — پچھے ہر نقش لکھ لایا ہے نقاش

سنیا[4] جوں شہ دکایک چین کا ناؤں — پڑیا غم میں پھسل کر جنبش کا پاؤں

وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگین — گیا تھا ملک لینے چین کا بین

خبر نیں[5] آئی تھی کئی دن تے واں کی — سنی نیں گئی تھی بات اسکی زباں کی

اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں ہلکا — کہاں بیٹھا ہے[6] لے کر ملک بلکا

شہ[7] سپہ سالار اوپر بدگماں ہو — اندیشے سوں دسیا شہ جیوں کماں ہو

ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں بیں — کہ جاتا ہے لہو اجیو میاں میں بیں

---

[1] ا۔ مصرعہ اول موخر۔ [2] دریا۔ ا۔ ذروں۔ ھ۔ [3] ا۔ مصرعہ اول موخر۔ [4] شہنشا جو سنیا سو۔ د

[5] آئی نہ تھی۔ د۔ [6] کی وو۔ د۔ [7] شہنشا سر بسر اس بدگماں ہو۔ ج۔ شہنشاہ بہوت اس پر بدگماں ہو۔ ا

جو کوئی پھیر پھیر کو بدلاوے ایماں نیراں[1] سارا اس کوں کرنا ہور قرباں
جو کئی اپکار یکس کا نا کرے یاد فلک جھیلوا سے جیوں زنگ کے ناد
اندیشا خوب نیں کر دل میں آکر ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر
حکایت بول کر یک دفعہ کر غم توں دل سوں ہر سند یو رفع کر غم
اول تے وو سمجھتا تھا حکایت مناسب سات بولیا[2] یک روایت

حکایت نقل رُوح

حکایت خوب یک شہ کن ہنرمندی سوں بولیا وو
سکاتا تھا اسے خوں کے منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا ہے نقل ایسے فن سوں کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں
کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا ہنر ہور فہم کے لی[3] دور میں تھا
اتھا وو معتقد جوگیاں سوں دائم ملے وو خاک کے بھوگیاں سوں دائم
تھے[4] جوگیاں بھتواس کے اعتباری کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری

ا؎ نیراں بار۔ج ۔ ۲؎ بول لیایا۔ ۳؎ کی لئی دوڑ۔ ج۔ ۴؎ دھرے جوگیاں کے دل میں دوستداری۔

سٹیا تھا [1] وسنتی کا یوں وو پایا سو یک دن ٹیک جوگی کیں تے آیا
لگا کا ناں کوں [2] مدرے ہور چکرے سنگی یک ہت میں یک ہت میں کھپرے
ہر یک [3] مدرا سو جیوں سورج چندر تھا کھلے کے ناد اس ہت میں چکر تھا
سنگی [4] قوس قزح کے سار رنگ دار [5] کھپر تھا اس کنے خوش [6] دلو کے سار
لگا کر ابر اپ تن اپر خاک دسیا یوں بھس یو جیوں اتر یا ہے افلاک
[7] اپے جا کر کوں لیا پاشہ بلا اس لگیا احوال پوچھن بسلا اس
کہ کاں اچھتے نیں کس ٹھار تے آئے کرم [8] تھا جو درس ہم تا کوں دکھلائے
کیا جوگی کہ اے شاہی [9] کے مانے ہمیں ہے کون آنے ہور جانے
جو کچھ کرتا سو حق [10] کرتا نہیں ہور ہے ہات اس کے ہماری تانت کی دور
بہر حال اس رکھیا پاشہ دے مراتب کیا گھی [11] دو دا اس کوں روز رانت
دیکھیا سو شاہ کا [12] جوگی بہو پیارا کیا میں پی کروں یک اس پر اپکار

[1] اس روش کا شاہ ۔ ج ۔ [2] سندری ۔ ا ۔ مندری ۔ ھ ۔ [3] سندرا ۔ ا ۔ [4] سینگی ۔ ھ ۔ د ۔ میں مصرعہ اول موخر ۔ [5] عالی' د ۔ [6] جیوں دلو خالی د [7] اپیں جا شاہ لایا گھر بلا ۔ د ۔ [8] زہے طالع کرم جو منج پو فرمائے ۔ د (اصل) کرم تھا یو جو درسن ہمنے ۔ ا ۔ [9] سائیں د و ا ۔ [10] نیں کرتار بن ہور ۔ د ۔ [11] گھیو ۔ ا و ھ ۔ [12] سوں ۔ د ۔

منتر سکھلایا یک کاڑ کر بید — انھا جس میں جو نقل روح کا بھید
منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا — منگے تو پھر کر اپنے تن میں آنا
وزیر اس شاہ کن تھا ایک کامل — ہر یک[1] تدبیر میں تھا بھو فاضل
قضارا اس دناں میں یک کیا کام — کھڑا سو بیگ آیا دے سر انجام
کیا شہ اس پہ ہو کر بہو خوش حال — جو کچھ منگنا سو منگ اے نیک اعمال
دو پھر یوں شہ سوں بولیا سین دھر — تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر
کرم بخشی توں اتنی یئی کریا ہے — منگوں کیا تیری دولت سب بھریا ہے
ہنر جو شاہ اس میانی سکے ہے — جو نقل روح ازمانے سکے ہے
اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم — نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم
ہنر کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان — نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان
نظر کر کچھ کینے کے اپر شاہ — عجب نیں ہے کریں تو اس سوں آگاہ
سنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات — لگیا اندیشنے لاگال کوں ہات
کیا ہیں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤ — دیئے تیوں ہے موں ہیں جانی شا کے پانو

[1] ہنر۔ د۔ ۲۔ تے۔ ا۔

یو مایا یوں ہے دینا اسکوں انپڑ　　کہے تیوں ہے بھنڑ آیا نوں پیر پڑ
یکٹ[1] بولے ہے یو بات اس کوں دکھانا　　ہے جاتی سوں بلا کوں جیو بلانا
ولے بولیا ہوں میں ہر کسچہ مینگو کر　　مری بخشش سوں دل اپنا رنگو کر
نہ[2] بولوں گا نو آتی ہے دروغی　　دروغی میں ہے حاصل بے فروغی
اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیاتگے　　جگت میں کون شاہاں کوں پتیانگے
یو باتاں شہ سمجھ لے کر سب اول　　۲۰　　کہا اس سوں خدا پر کر توکل

بیان شکار کردن و سیر کردن

ہرن کے جسم میں جیوں شہ سٹیا پردھان کی میں جیو
وو سکتی کینہ ور ہو کر دکھیا سو فعل شیطانی

ہوسناک اس بچن کا اٹ ہوش دھر　　لگایا بات کے پنچھی کوں یوں پر
گووی تے شرق کی جیوں سورکا[3] باگ　　جو نکلیا موں سوں اپنے کاڑ تا آگ
رکا لتا

[1] اہے یو بات یوں اسکوں سکھانا۔ د ۔ [2] نہ بولوں تو اچھوں گا ہو کو جھوٹا۔ پڑوں گا رستی سوں کو کھوٹا۔ د ۔ [3] خورشید د ۔ گوئی شرق تے ۔ ا

ہرن مہتاب کا[1] کھایا دیکھ اس دم
جو پھرتا تھا گگن صحرا میں بے غم

نکل کر باز آیا سور کا جب
ستاریاں کے اڑے[2] مرغابیاں سب

کیا شہ صید کا اس دیس آہنگ
چرندے ہور پرندیاں کا دیکھن رنگ

شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر
خیال ایسے ترنگ پر سار(سوار) ہو کر

چلیا لشکر کوں لے سب اپنے سنگات
اتھا وو بی وزیر اس شاہ کے سات

بہر حال اس طرف[3] تھا ایک جنگل
اتھے بار اس دناں پھیل پھول ہور پھل

تیا وو داٹ تھا جنگل جو کھول انگ
نہ تھا قدرت سُرج کوں دیکھنے جھانک

دسے وو اس روش چوپھیر (چاروں طرف) چھا کر
کھڑیا ہے کیا مگر اسمان آکر

اگر بارا کدہیں واں نہیں کر جا
تو آوے[4] سیس کوں واں نیں کر جا

کہ چھایا تھا سو بن چار و کدھیں وو
سہاوے میں دسیا سب کوں گگن ہو

دسے یوں ہو کہ پھول اس (بچھا) رسارے
گگن پر جگمگاتے جیوں ستارے

دسے پنکھیاں کیے یوں اڑتے سواں دل
چلے[5] جیوں تولیاں سو بارے کے بادل

---

[1] کا کھایا تادیکھ ضیغم ۔ ج ۔ [2] کوں بگولے اڑ گئے ۔ ج ۔ [3] ایک تھا اس تھار ۔ د ۔ [4] تو آوے سکا دسر کوں نہیں کر پائے ۔ د ۔ [5] چلے جوں بادکے تولاں سوں بادل ۔ د ۔ اصل متن ۔

زمیں پرواں کی بستے تھے چرندے   گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے

لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا   ستاریاں سوں چندر بادل میں بیٹھیا

ہوس کا درس از بر کرن ہارے   سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے اتارے

کُھنباں[1] کی بیٹ تے جھولاں کو کاڑے   چیتیاں کے گل تے دیتے کھول ناڑے

سیہ گوشان کی تختیاں بی اتارے   چرندیاں میں اچانے کوں دھولارے

ہرن چیتل چکاریاں کوں کرن جوڑ   لگاوے ٹھونک پیٹاں دیں چونی دوڑ

چیتے دکھلاکے اپیں کر غولے   پڑے ہرناں[2] پہ ہو توپاں کے گولے

سیہ گوشاں کوں دیکھ وحشی سیہ گوش   ہوئے بے ہوش کر ہوشاں فراموش[3]

کتے ہرناں پہ یوں کیتے اڑاناں   اگن کے جیس روش اڑتے ہیں باناں

سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں   کماناں تے جو تیراں چھٹتے ہیں جیوں

چیتے سب تن کے[4] ٹکیاں سات کالے   وسے یوں جیو چرندیاں کے ہیں جالے

یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے   ہلوں نزدیک چھپتے[5] دشت جیو لائے

---

[1] بیتیاں ۔ د ۔ [2] چیتلاں ا و ھ ۔ [3] د میں یہ مصرعہ اس طرح ہے : ۔ کیے یک دھرتے ہوشاں سب فراموش ۔ [4] جیتے تن پر کے ۔ ا ۔ [5] چلتے جیو جیتی ۔ د ۔

کتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں　　چرندیاں کے تھے جنگل کی درانتیاں
ہر یک اونچی نوانیاں میں یک ٹھار　　جنگل کے وحشیاں کوں یوں سٹے مار
لگی بہنے ندیاں لھو کی وہاں سب　　زمیں لھو سوں جگر ہوئی جا نہاں سب
پڑے دیکہ جانور چھپ کے ایر ڈاٹ　　حمل نہاٹیا پکڑ اسمان کی باٹ
بچالے کر الیس کوں اس کھٹر تے　　چھپی پاتال میں جا گاڈ ر تے
ہوا پر دیکھتے[1] پنکھیاں کے زوریاں　　چکائے پانوں تے بازاں کے ڈوریاں
ہوس ناکاں دیکھیا کر اپنے انداز　　کئے چمکار کر[2] بازاں کو پرواز
کلہ انکھیاں پو تے سحریاں کی کاڑے　　کنک ہوسیاں[3] جو تھے اس فن میں گاڑے
یونا ہو کر بھی یک دھر لوگ نکھوڑے　　چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے
ترمتیاں ہور شکریاں ملکہ جھٹ پٹ　　ہوئے جا کر پنکھیاں کے سا[4] لٹ پٹ
ہلوں پنکھیاں کے دکھلا دور موں　　اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں
دو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال　　دعا جیوں کاملاں کی جا و ایراں
زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سوں دو مل　　قضا جیوں آسماں تے ہوئے نازل

۱ے دیکھنے د و ل ۔ ۲ے باشاں ۔ ج و ھ ۔ ۳ے پنکھیاں میں یک طرف تے شور پاڑے ۔ د ۔ ۴ے جھپٹ ۔ ج ۔

سینے پر نوک[1] دہر پنکھاں منے ڈھاب لگے سٹنے[2] گلے جنگل ستی چانپ
پنکھیاں کے باؤ ہور پنکھیاں کے لہو سوں دِسیا مہئوں ہور بارا ہو کہ سب کوں
ہما دیکہ حال پنکھیاں کا نظر سوں رہیا کس کی نظر نا پر کو ڈر سوں
دکھیت مرغاں کوں ساری سو کہانے چھپیا سیمرغ جا کہ قاف میانے
ہوا واں کا پرندیاں سا کر صاف زمیں واں کی چرندیاں سات کر صاف
ہوا رغیبت جو گم گاشتہ کوں غالب پھراواں تے لے[3] شاہی کے مراتب
کریا[4] سو آخر اپنا کام تقدیر پڑیا شہ یک دھر ہور لشکر یک دہر
پڑیا[5] شہ ایک دھر ہور لشکر یک دھر قضا کیسی کھڑی دیکھو تب اُس سر
وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن کئی زحل بن اُس نہ تھا اس ماہ کن کئی
یکا یک دیکھتا ہے باٹ میں تو پڑیا ہے یک ہرن جیو آپنا کھو
رہیا ہے جیو سوں تن ہو کو خالی نہ تھی کچ تن منے دم کی[6] البالی
ہلے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا تیتی ساری تھی اَمّا تیل نیں تھا

ے پونچ ۔ ھ ۔ ۲ے ٹٹنی ۔ ا و ھ ۔ ۳ے کا ۔ ج ۔ ۴ے کیا ۔ د ۔ ۵ے ایسا ۔ ا
۶ے اُبالی ۔ ج ۔ الہالی ۔ د ۔ ابھالی ۔ ا ۔ ۷ے تن ۔ د ۔ عہ وعہ ۔ ج ۔

کیا شہ تن ستے آپنا اس منے جانوں — ہنر کیا ہے سو یار آج ازماؤں
جنگل پکڑاؤں ٹک ہرناں کوں بارے — پھروں لے پیت سوں ہرنیاں کوں سارے
ہر یک جا آہواں کوں دیکھ کہساؤں — غزالاں کوں اپس کا زور دکھلاؤں
ہوس اس بات جیوں من میں آیا — اپس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا
ہرن ہو کر چلیا جوں سیر کوں شاہ — چلیا پھرنے کوں جوں آسماں ووماہ
وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں — سو کھن جیو کے اس پیرہن کوں
اُسس اس سلطنت کا دل میں آیا — حکومت کا ہوس اس دل میں آیا
ولی نعمت پو اپنے ہو بد اندیش — بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش
نہ باقی رکھ کہ ذرّہ کچ جسد میں — سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں
مبارک تن میں شہ کے یوں دو آیا — سُنے کے جام میں جیوں زہر پایا
جسد اپنا کھڑک سوں توڑ کر سٹ — ہرن کر شاہ کوں شاہی کیا چٹ
جو سورات آکہ اس کے دل میں ائی — مروت کی سٹیا آنکھیاں میں پائی

حرص

لے دیکھکر جیوں شہ کوں آیا۔ د۔ ۲ے ہرن کے تن میں اپنا جیو۔ د۔ ۳ے اچھلتا جوں چلیا شاہ
د۔ ۴ے میدان۔ د۔ ۵ے کوں جو پایا۔ د۔ ۶ے ہوس اس سلطنت کا دل میں آیا۔ د۔ ۷ے تل۔ ل

نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ　　نمک کھا کر نمک داں کوں سٹیا پھوڑ
وفاداری[1] کی سٹ دل تے صفائی　　کریا صاحب سوں اپنے بے وفائی
جڑیا[2] سو ہات شہ کا پاک تن وو　　سلیماں ہو چلا ویں اہرمن دو
وو مکار اس سند سوں سلطنت لے　　ہلوں دیں[3] تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وہ بدگہر واں تے محل میں شہ کی رانی کن
سمج اس کی خصالت کوں نخی ایس رانی

نخی رانی شاہ کوں یک سنو نتی ناؤں　　چندر سورج کدہیں دیکھے نہ تھے چھاؤں
نہیں پکڑی تھی وو گھر کی کدہیں باٹ　　نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر پاٹ
کدہیں درپن میں جو مکھ دیکھنے جائے　　دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرمائے
کدہیں لیوے کنگوئی جو کھولنے بال　　نمونا ہے کہ پنچے کا دیوے ڈال
کدہیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل　　ایس کے کھینچتی تھی مکھ پر آنچل

۱؎ بسر اکارو ے۔ د۔ ۲؎۔ مبارک تن جو ہات اس کے جڑیا سو د ۳؎
وو" د۔ ۴؎ یہاں جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔

سدا انشا کرتی تھی اس کی گت پو بیتیاں
سنواں کو وانی تھی اُسکی ست پو بیتیاں

دوست کی ستونتی او نار ناری
ستیاں کا مان ست سوں رکھنے ہاری

جو دیکھی وو چلن[1] ہور اسکی وو چال
کہی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال

کہ لگتا ہے مجھے وو شاہ یو نیں
سنبھالوں بار تحمل ہے تنک میں

نہیں وو خوب جو ہونا پشیماں
سنبھالے[2] کوئی دن تو کیا ہے نقصاں

وو کرنے[3] کوں جو آوے سیج پر چال
ہنر سوں دیوے ستونتی اُسے ٹال

غرض مندری کے لے آوے تو وو فن
کرے بہانے سوں دفع او وو وقت وہن

بچھڑیا سو دن یو دن میں برہ کا بھار
اسے دکھلائی اپسیں کر کو بیمار

نہ دی دوست بھری کس بانٹ کوں راہ
پڑی برہے میں نس دن کھینچتی آہ

تھی[4] آپس میں اپے روتی و پیتی
رہی برجیو ہو اُس جیو کوں جیتی

لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات
سنو یاں تے کہتا[5] ہوں جیو کی بات

---

[1] چلنت ۔ ج و ھ ۔ [2] سنبھالے گر تو کیا اس میں ہے ۔ ج و ھ ۔ [3] سونے ۔ ھ ۔ [4] اپس میں آپ وہی ۔ د ۔ [5] کہوں اس شاہ کی ۔ ھ ۔

ہرن کا طیر ہو کر شہ اڑیا اپنے محل پر جیوں
پھر یک تدبیر سیتی وو دکھایا شکل انسانی

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا — رہیا تھا سب کسی سوں ہو[1] آ بھولا

ہرن کے تن میں شہ کا جیو تھا یوں — جو مشک اچھتا اہے نافے منے جوں

دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے — گھٹے خونے جگر نافے کے نمنے
(خونِ جگر)

جھکے تب دیکھ اپس پاؤں آپھی — بجکتا (بدکتا) دیکھ اپنی چھاؤں آپھی

جو غم جس وقت دل میں یاد آوے — ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے

نہ کر سک درد دل کس سات ظاہر — غصے سوں ہر گھڑی وو شاہ صابر

بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی — دریغی سوں کہے یوں دل میں ہو روے

خدا اس کوں دیگا کیا بھلی باٹ — گیا ہے جن جنگل میں یوں کلا کاٹ

دیکھو اول وو کیوں خوبی سوں پیش آیا — برائی دل میں ستی کیوں اندیشا

کرا اول کرم مجھ سوں دوستی کوں — کیا مجھ سر د آخر دشمنی سوں

سمج نیں تھا بلا یوں لا کو بھاگا[2] (ڈالے گا) — بلا میں بھا دغا یاں وو کوں جاگا (جانے گا)

---

[1] ابولا۔ ا۔ [2] باگا۔ ا۔ ہ

بہرحال اس سند چند روز تھا شاہ   سو دیکھا رہ[1] میں یک طوطے کوں ناگاہ
نہ ہلتا ہے نہ چلتا ہے موا تھا   تمام اڑنے سوں کام اسکا ہوا تھا
دیکھ اس شہ دل میں لیایا ہے یو خوب   کہ طوطے سوں کروں میں اپسے منسوب
جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود   مرا اس کام میں بیگی[2] اچھے سود
گُندا اپنے دل منے اس باٹ کا ہار   مدن کے نادراواں کا ہوا سار
گوندھ   طوطا
جُدا یک زندگانی کا کیا ست   خضر کے ناد کیتا سبز کسوت
کرا اپنی روح کا طوطی پہ سایا   زمرد کے نوے پنجرے میں آیا[3]
پھر اکر بھیس آہو کا ہو کر طیر   یکایک وہیں اڑا سو[4] وو سبک سیر
شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر   پکڑ کر بیچتا تھا وو جناور
جانور
اسی کے گھر کے جا پرال اتریا   وہیں باتاں منے[5] ورحال اتریا
شکاری دیکھ پکڑنے کوں بیحد ہو   لگیا کرنے کوں پھاندا مستعد وو
پھندا
نرت راواں خیال اس کا سمج کر   اچا گردن، مونڈی کوں اپنی کچ کر
منڈی

۱؎ شہ موے طوطے۔ ا۔ ۲؎ شاید۔ د۔ ۳؎ بھایا۔ ا۔ وہ۔ ۴؎ ہو کر۔ د۔ ۵؎ میں اوو۔ ا

کیا[1] یوں وو اپس کے راز کوں کھول　　اٹھایوں وو بلند آواز سوں بول
کہ اے پنجرے ہمارے نت ڈھون ہار　　ہمن ایسیاں کے اے نس دن طلب گار
پکڑنے کے بدل جیلیاں سوں مج کوں　　مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں
ستم آیا ہوں تیرے دام میں میں　　آپی ہو اس پڑیا ہوں کام میں یو
ولیکن بیچ توں منج شاہ کے پاس　　دو لک[2] ہن بیں نہ دے گر کم ہو یک کاس
کرا ایسا شرط را و اس سوں ہر حال　　کیا اپ سوں حوالے اسکو در حال
بچارا[3] وو جو یک بار اس کوں پایا　　لگا یوں اسکے تن میں جیو جان آیا
شتابی سوں لیجا اس شاہ کوں دے　　پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے
شکر[4] ایسی وو سن راویں کی گفتار　　رکھیا[5] حیران ہو وو شاہ مکار
مٹھی باتاں سوں اسکا رکھ مٹھو ناؤں　　رکھیا اس[6] سنتو نہی رہنی نکی جیوں بھاؤں
شکر کی اس چھری ہے کر نہ جانیا　　خرابی ہے کر اپنی نیں پچھانیا
انھا چند روز یار واں وو راواں　　دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتا واں

---

[1] مصرعہ اولیٰ موخر ہے۔ د ۔ [2] نہ دے یک لک میں گر یک کم ہوئے۔ د ۔ [3] ھ ۔
[4] شکر ایسا سن اس راویں کی گفتار۔ ا۔ [5] تعجب ہور صیا وو۔ د ۔ [6] وو۔ د ۔

کتک دن کنے بچھیں فرصت جو پاکر　　زباں آہستہ نرمی سوں اچا کر
کہیا اس وہن سوں یوں اے سروِ آزاد　　جوانی کا ہوا کے رنگ[1] برباد
ہوا کے خم بنفشہ کے نمن قد　　جو کرتا تھا سدا اُسے[2] سرو کوں رد
کلی کے نادِ دل کے ہے نزا تنگ　　گل سوری نمن کے زرد ہے[3] رنگ
رہیا نیں زلف کے سنبل کرا تاب　　گیا رخسار کے کے پھول کا آب
لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر　　ہوا کے غم سوں گل کر دل نزا تیر
ترے دو نین کے دستے ہیں بایاں　　پڑے کئے مہ کے نمنے مکھ پو چھایاں
چلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ　　دینی پھر کر جواب اس وقت وہ ماہ
کہ سب عالم او پر روشن ہے یو بات　　دیوا نیں سو سہاو کس سند رات
جو نیں جس کے اچھے گا موں میں تنبول　　دو نیناں کر چراغ خوب دِستا ہو سو توں طرح بول
جو نا پھرتا اچھے جس تن منے دم　　کیوں اچھتا تو نچ اسکا بول عالم
برہ میں جیو دینا بھوت آساں　　ہے جینا بیو بن مشکل کر جاناں
پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں　　محبت میں ولے ثابت قدم ہوں

[1] باغ۔ د۔ [2] سرواں کے تئیں۔ د۔ [3] ہے نزا۔ د۔ [4] ہیں کچ۔ د۔

اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں — ولے جاگے تے (سے) اپنے نیں ٹلی ہوں"

جو طوطی قائم اس ناری[1] میں دیکھیا — محبت کی وفاداری میں دیکھیا

انجو مونیاں کے اپسے ڈھال کر ڈھال — کھیا سب[2] اس کے دھر گزریا سو احوال

سنی یو بات جیوں وو پاک دامن[3] — لگیا اس آئے نیوں پھرتن[4] میں جیو

سنی جو ماجرا بلقیس دوراں — لگیا اس آئے نیوں پھر کر سلیماں

عجب کچہ دیس راحت کا اہے وو — بچھڑ کر گئے سو یاراں آملے دو

ہنر لینی اپس کے نفع[5] کا پوچ — لینی تدبیر اس کے دفع کا پوچ

کہا[6] طوطا وو یوں اس سنت بھری سوں — جیا کے آسماں کی مشتری سوں

جو آوے کاترے کن وو نلا جا[7] — ۸۶۰ اسوں یوں[8] بول نیں ہے توں وو راجا

گماں آتا ہے تجہ پہ مج کوں ہر چین — کہ دھرتا تھا وو نقلی (نقل) وح کا فن

مجھے[9] گا ہے دیکھیا نا تھا وو عاقل — دیکھا اس فن میں گر یوں ہے تو کامل[10]

دیکھانے گر ہنر آئیگا تو کافر — موئی قمری کوں اس کے سامنے دھر

---

[1] بارے میں۔ د۔ [2] کھول۔ ا۔ [3] داماں۔ ا۔ [4] منے جان۔ ا۔ [5] بوج۔ د و ا۔ [6] کیا طوطے نے یوں۔ د۔ [7] اعاقی۔ د۔ [8] کہہ نیں ہے توں وو شاہ گیانی۔ د۔ [9] دیکھا نا تھا جسے کہ وہ دانا۔ د و ھ۔ [10] توانا۔ د و ھ۔

کرے[1] جب روح کوں نا ہو تیوں فام — وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام
حرم میں یک دن آیا سو وو کول — سکی تھی[2] جس روش سو تیوں اُٹھی بول
اچھل پڑ کر کہا حجت[3] اپر آ — توں کیوں منج آزماتی ہے سوا زما
موئی قمری کوں لیا کر درمیانے — متی سنتے ہیں جیوں کئی آزمانے
ہنر کا اپنے دکھلانے[4] کے تئیں زور — سٹیا قمری میں اپنا روح دو کور
دو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھا — جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا
نرت[5] جیو کوں دیس کے اس میں پاڑیا — پکڑ کر ٹانگ قمری کی پچھاڑیا
سلیماں کے نمن پھر[6] تخت بیٹھیا — تو شی ہور عیش کا لے رخت بیٹھیا
کھڑیا سوں دکھ سراسر کھول کر موں — کریا اظہار اپنا حال سب سوں
دنیا پھر کر کری ساز عروسی — لگے کرنے کوں سار تخت بوسی
یکایک کئی وزیر[7] ایسے منے آ — اول مدح و ثنا شہ کا بجا لا

[1] کہ اس کی ۔ ج ۔ [2] سکی تھی تیوں سکی اس سوں ۔ ا ۔ [3] مجبت منے آ ۔ ا ۔
[4] دکھانے کوں ہنر کا آپنے ۔ د ۔ [5] اس کا جیو در حال ۔ ا و ج ۔ [6] ہو ۔ ا ۔
[7] ندیم ایسے منے یک شاہ کا آ ۔ د و ھ ۔

کیا شہ سوں کہ اے فرخندہ طالع   گیا بدبخت وو یوں ہو کہ ضایع

جوں یک شہ تخل کو کئی عورت کیے ابرال   ہوا جیوں سلطنت کوں کھو پامال

یو سن کر بات شہ اس دھبر کر رُخ   اسے یوں پھر کو پوچھیا شاہ فرخ

بھولیا عورت پو وو کوتاہ بینی کیوں   گنوایا ہات سوں اپنے نگیں کیوں

قصا سُنّے پو ہے کر شاہ کا من   لگا کہنے وو قصّا شہ کے سامن

ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت ۸۰۰ وو ایسے حسن کا لیا تا عبارت

داستان سمن بر[1]

صفت دلبر سمن بر کی ہمایوں تھا فِدا جس پہ
کہ جس کے حُسن و خوبی کی ثنا کرتے تھے مالنا فی؟

کرنہارا و وجیباں سات تقریر   پرت کی بات یوں کرتا ہے تحریر

کہ یک کوئی شاہ تھا اول عجم میں   اتھا مشہور حاتم سوں کرم میں

خجل تھا اس سخاوت کے انگے سو   اتھا بخشش انگے شرمندہ سحادور

[1] عنوان از ۔ ا ۔

جو کھولے دان سوں جب ہات دانی ابھالاں رشک سوں ہوتے تھے پانی
کرم میں شاہ کا دیکھ گرم[1] بازو دھریں[2] سر بھوئیں لہوے کی آتزازو
اپتا کچھ تھا سکت اس بخت ور کوں کرم سوں موم کرتا تھا پتھر کوں
کرم کا گرم تھا بازار اس سوں دھرم کا تازہ تھا گلزار اس سوں
اتھی اس بادشہ کوں ایک بیٹی سو لکھن بھاگ ونتی[3] نیک بیٹی
کہے کیوں کوئی اس کوں نیک دختر نہ تھی دختر اتھی یک نیک اختر
نہ تھی دختر ارم کی یک پری تھی پری نیں تھی گگن کی مشتری تھی
نہیں تھی مشتری تھی نازنیں حور نہیں تھی حور سر تے پانوں لگ نور
صفت کرتے تھے ہر یک کوئی اتّا ولیکن حسن تھا اس کا معمّا
کتک اس چنچلی کے دیکھ کنڈل لگاتے تھے چراغاں ہور مشعل
کتک کرتے[4] اتھے دیکھ اسکے رخ کوں ایس میں آپ دست[5] بوسی خوشیاں سوں
نین ہور بال اس کے دیکھ کتنے جان برشگالی کے مل کرتے تھے سامان

۱ زور ۔ ج ۔ ۲ کریں کرنش لہوے کی آتزازو ۔ د ۔ ۳ سہتی ۔ د ۔ نیتی ۔ ا ۔ ۴ گرتے تھے دیکھ اس کے بھنواں کوں ۔ د ۔ ۵ دسبوسی ۔ ا ۔

نظر پڑتی تھی جو نا سک سندر کی　　تو جاتی تھی سُدا اُڑ ہر یک بھنور کی

کتے تھے اس کے لب ہر کُئی سنجھا کر　　یو وو ہے جس گیا ڈھنڈ نے سکند

جو کُئی باتاں سنے سو اس سندر کی　　ستے[1] بھاراں بنگالے کی شکر کی

گلا جو کُئی سنے سو اُس سدہن کا　　ہوس کرتے نہ تھے پھر نے چمن کا

ہنسی میں رین کوں آتی تو وو دھن　　کتے[2] موتی پروتے اس کے سامن

کنیاں کر نیاں انچھیاں اس رخ منے دیکھ　　لگا کاجل کوں سوگی کر سیدھی ریک[3]

کتک اس دھن کے ہوس کے سامنے آ　　دیکھیں مانگاں کوں پیشانی پہ پسلا

سنے[4] سو وصف جوبن کے پھلارے　　ہنر میں یک ہنر اپنا پسارے

پچھانے گا وہی اس کی کمر کوں　　دیکھیا ہے جو جوانی کی نظر سوں

کمر ہور چال دیکھ ہر یک کُئی کہے　　کہ دو صندل کو کیوں یک بھار پر رہے

کتے تھے دیکھ کر ہر کوئی وو قد　　ہوا ہے جس سوں سحر سامری رد

---

[1] سفر۔ ج و ا۔ [1] ستے راہاں بنگالے کے سفر کی۔ ھ۔ [2] پروتیاں تھیاں کتیاں پوت...... ا۔ سکھیاں موتی پرو لیویں اسی چھن۔ ھ۔ [3] لگا کاجل کو سوگی کے سدی ایک ا۔ [4] صفت سن اس کے جوبن کی پھلارے ÷ رکھے گنڈتے تھے گیندان ہاتھ سارے۔ ک۔

چرن نازک ہر یک تی اس کے دیکھ کر　　لگانے جاتے تھے لے اپنے سر پر
گر آوے نیر کن وو پنس کوں پھرتی　　تو کھلتے تھے کنول سب ایک دھرتی
سو دھن کی یاد کرنا سک کوں پھر پھر　　بھنور بیتاب ہو پڑتے تھے گر گر
سو[1] لکھن ناؤں اس کا تھا سمن بر　　اتھا اس زلف[2] سوں عنبر معطر
جو تھا مکھ نور بے اندازہ اس کا　　پڑیا شہرے شہر آواز اس کا
دیا سو نور اس کا سور کوں نور　　ہوئی یو بات ملکے ملک مشہور
سنے یو بات لوگاں جو کدھن کے　　جو تھے پورب پچھم[3] اتر دکھن کے

بیاں عشق کے ہما یوں کا ہے اس عشق سے ملیا
یکن کا روپ بیک دیکھ کر ہوئے سو عاشق جانی

کتے یک مصر[4] کا تھا شاہزادہ　　اتھا صورت میں یو سوں زیادہ
نزاکت میں رخ اس کا تھا جو یک پھول　　وو بلکے پھول تے تھا خوب مقبول
مکھ[5] اس کا تھا لگا جیو شمع خوباں　　تھے پروانے تس اوپر جمع خوباں

---

۱ مبارک ۔ د ۔ ۲ سنبل ۔ ج ۔ ۳ پچھم اتر دکھن کے ۔ ج ۔ ۴ میں ۔ د ۔ ۵ کہتے تھے مکھ کوں اسکے شمع خوباں
ھ ۔ ۶ نیکا ۔ د و ا ۔

صفت اس مکھ کی کرنے کو کسے حد   بلند تعریف سوں تھا وہ بلند قد

اُسوں تھی نت سرگ کی کارساز   اسوں تھی سرو کی جم سرفرازی

ہر یک کئی دیکھ بھواں کی اسکی تقطیع   کہے خوبی کے فرماں کا ہے توقیع

دسیا سو اس کے مکھ پر تازہ ریحاں   یکبارہ بیان دیک اس بجاں کوں ریحاں

خدا اس کوں دیا تھا خط میں توفیق   کیا تھا خط سوں اپنے نسخ تعلیق

دکھیت وو خط ہوا سب پر محقق   لکھیا ہے صنع کار اُس سم محقق

کہے ہر کوئی دیکھ اس خط و رخ کوں   زمیں پر چاند اترا ہے کھلے سوں

سہانا تھا اسے یوں مکھ اپر خط   مگر کیا حسن کوں دیتے ہیں سر خط

جوانی کے چمن میں تازہ و تر   دمیاں تھا تازگی کا سبزہ یکسر

وو سبزہ لب اپر اس کے دسے یوں   خضر چشمے کنے بیٹھا اہے جوں

سیاہی یوں دکھے اس ادھر پر   کہ جیوں بیٹھیاں ہیں چیٹیاں آ شکر پر

تھے دل کے نین اس خط سوں روشن   جگت تھا انس کے فرح رخ سوں گلشن

نین وو ظلمت کے تھے عین جیوں صاد   دیکھ اس ناک الف آنا اتھا یاد

لے کاتب۔ S۔ ۲ے دسے۔ د ول۔

دہن میں یک سپین ننھا ہور لب ننھالے ۹۳۰ علامت حسن کی ننھی اس میں سب لیے

سنیا وو جان جیوں اس نار کی بات — سو آیا دیکھنا کر دل میں سو رات

جو آئی اس صفت کے پھول کی باس — لگیا تس دیکھنے کا دل کوں وسواس

اچا ہٹا[1] دل سو اس چو سار کا ویں — چلیا ماں باپ سوں ہو پار کا ویں

دیا سٹ مال و دہن اس دہن کی خاطر — خراب اپسے کیا اس دھن کی خاطر

مسافر ہو پرت کا گھر سوں نکلیا — برہ وندی کے جگی[2] در سوں نکلیا

نکر فاش آپنا کس دھیر و راز — غریبی سات غربت کا کریا ساز

کری سو جوش دل میں عشق کی آگ — ہو[3] ویناگی دیا سر اپنے ویتاگ

پرت کی لوٹ انگے نا چل کو چارا — چلیا ماٹی اڑاتا ہو کو بارا

نہیں کر وصل کا اس باج تدبیر — کیا رخ اس سندر کے ملک کے دھیر

مشقت سوں کتک نس دن چلیا او ۹۴۰ بہر حال اپڑیا اس شہر کوں وو

وہاں جو دیکھتا ہے تو ہر یک ٹھار — ہوا ہے عاشقاں سوں شہر گلزار

کتک رخسار کوں اس دھن کیے لا دھیان — کریں ہیں پھول کے نمنے گریبان

---

[1] اچا ہٹا ـ ج ـ اچا تیا ـ ا ـ اچا ٹا ـ ھ ـ [2] نہ کی ـ د نسخہ ـ بروا ندے کے نہ کی ـ ا ـ [3] سو ـ د نسخہ ـ

کتنک سوں کے[1] نمنے کر اپنے موں — صفت کرتے ہیں اس کا سو زباں سوں
کتنک کر یاد اس دھن کے دہن کوں — کلی کے نادر ہے تھے موندلے موں
کتنک اس دھن کے قد کوں ملبیں کر پا — کھڑے ہیں پانوں پر یک سرو کٹنا
کتنک بلبل نمن کر سُد فراموش — ہوئے ہیں ہجر کے غم سوں سیہ پوش
کتنک دھر دل میں اس غنچے کا شوق — سٹے ہیں گل میں قمری کے نمن طوق
کتنک لے ناامیدی کا نپٹ درد — کئے تھے دم کو اپنے باد تے سرد
نہ رک سک ان پی دل میں عشق کا سوز — محل کن اس کے جاتا تھا شب و روز
ادک بیزار ہو جینے سوں اپنے — چلے دل ہور چلے سینے سوں اپنے
صبا ات سوز سوں جالے گگن کوں — اڑاوے آہ کی چنگیاں رین کوں
نین تے کالوے لہو کے بہاوے — شفق کے ناد کر دامن دکھاوے
کہے نت یوں اے میرے بخت کے سور — اچھوں کو گٹ دیسے نین کوں نور
گگن تے حسن کے جوں چاند بھارا — نین تے دور کر میرے اندھارا
چندرا ایسا سندر دیکھلا کو رخسار — نظر سوں دور کرتوں میری اندکار

---

[1] نمن کر دھن کدھن - ج و ھ

کنک دن یوں ہاں رونتا اچھے جا | نین پانی سوں مکھ دھوتا اچھے جا

جو طالع اس کوں دیکھے کھول کر آنک | وو چنچل[1] ایک نس دیکھی اسے جھانک

ادھر تے ان بی دیکھیا سو یکایک | ہوئے بیتاب دو نوں دل نہ رک سک

دو دِ دھر تے نیر نکلیا سو نظر سوں | گئے ہو صاف سیناں کے سپر سوں

نظر آرو برو جیں تل سوں باندے ۹۶۰ | پڑے جادو نوبی یکبار ماندے

نچھا آہستہ کھنگٹ کھول اس کوں | اٹھی دھن ناز سوں یو بول اس کوں

کہ توں[2] کاں کا ہے آیا کاں تے اس ٹھا | اچالے عاشقی کا سرا پر بھار

نہیں ہے خوب یوں اس ٹھار آنا | ایس کوں سب میں رسوا کر دکھانا

سنیگے گر میرے ماں باپ یو بات | روا رکھ سے نہ تجہ منج کوں کسی دھات

بچالے[3] جا ایس اس ٹھار تے توں | ہو فارغ اس بلا کے بھار تے توں

دیکھی عاشق کو اس دھاتوں سوں کس کر | پرت کی دھات کی باتوں سوں کس کر

کسے بن بھی سمج ہوتا نہیں زر | سمج ہوئے بھی اسس کمنا ہے ہنر

زباں سوں بولتی تھی گرچہ اس دھات | ولے نیں دو ہی سمجنے جیو کی بات

۱۔ سو دھن اٹ نازسوں۔ د۔ ۲۔ کدھر تے کون تو۔ د۔ ۳۔ بچا۔ ا۔

سمجھنے اس نہ دی، ابیں سنبھالی ولے دل میں انتھی اس تے اتالی
یو بات اس تے سنیا جیو و پریشاں لگی موت اس کے آنگے بھوت آساں
دل آزمانے کوں جو اس کا وو دھن آئی چھپا کر رخ پو کاتل زلف وو کھلائی
دسیا وو یوں کہ کرنے جیو آساں خنجر کوں ناز کے جانوں دیتی ساں
لگیا وو یوں اسے جو مرغ دل کا بغیر دانا پڑے جیوں دام میں جا
کری سو ناز سوں ٹک بات وو دھن ہلوں دیکھ اس کو ویں تھرکاتی[۱] نین
یو باتاں جیوں سنا وو لاابالی ہوا رنگ زعفرانی جا گلالی
کیا اے موہنی آ عشق تیرا دیا ہے دل میں میرے جیتے ڈیرا
نپٹ دی ہے منجے لے توتی ہات صبوری کی چھٹی ہے ہات تے نات
پرت تیرا ہوا ہے مجھ سوں لٹ پٹ لیا ویتاگ سر راحت دیا سٹ
لگیا سو باد منج تیری پرت کا پڑیا ہٹ (ٹوٹ) گر سنتوں دل کی سکت کا
ہے میرا باپ گرچہ مصر کا راج ولے انکھیاں مری ہیں رو و نیل آج
مرا توناؤں ہے گرچہ ہمایوں ولے برہے سوں تیرے دل ہے پر خوں

۱؎ تھرکائی۔ ا

سنی تھی ناؤں وو اول سوں ناری   سیج کر بھی لگائی چھپ[1] سوں یاری
کیا منج حسن تیرا غائبانا   کیا دل سوز میں سٹ کر دِوانا
ستم تیرے بدل ملک آپنا چھوڑ   رہیا ہوں زندگانی سوں بی مکھ موڑ
کہی توں یک چمن کا ہے جدا[2] پھول   میں یک بن کی کلی کنولی ہوں مقبول
تو نامحرم اہے میں ہوں حرم کی   اہے تو مصر کا میں ہوں عجم کی
اہے یک برج کا توں سور جوتی   ہوں میں یک درج کی سو ڈھال موتی
تری سیج ہے مگر کیوں بات جانوں   سچا عاشق ہے کر تج کیوں پچھانوں
سمجنا کیوں جیندر[3] ہے یا ہے نارا   پرت تیں[4] کیا توں آ وہا ہے کہ سارا
کتے عاشق نہیں سو چپ کے آتے   طبل کے ناد خالی شور اوچاتے
سنیا سو ہوش سٹ پھر ہوش میں آ   کہا اس دھن سوں یوں پھر کر سوں اٹھا
جو کئی مالک ا ہے تجہ صاف دل کا   جو کئی خالق اہے مجہ آب و گل کا
جو کئی صانع[5] جو تیرا رخ کیا گل   جو کئی ناظر[6] جو کتیا مجکوں بلبل

[1] چیپ سوں باری۔ د۔ یاری۔ ا۔ [2] تجہل۔ د۔ [3] کہ مہ یا ہے۔ د۔ [4] کے فن میں د۔ [5] اول۔ ا و ج و ھ۔ [6] آخر۔ ج۔

جو کئی قادر[1] دیا تجہ زلف کوں تاب   جو کئی قاہر کیا[2] سو مجکوں بیتاب
جو کئی محسن جو تجکوں حسن دیتا   جو کئی ناظر جو عاشق مجکوں کیتا
جو کئی باعث جو لایا منج ترے پاس   جو کئی صابر جو لیا یا[3] وصل کا آس
ہے شاہد وو کہ میری جھوٹ نیں بات   پرت میں دل سوں لایا ہوں ترے سات
ایس کا ہے کگر منج جان لے توں   مری اس بات کوں سچ مان لے توں
نچھل ہوں منج بس ذرہ غل وغش نیں   کہ تیرا عاشق جاں باز ہوں میں"
دیکھ[4] اس میں عشق کے چالے وو بالی   ١٠٠٠ اتر کر[5] آہلوں سینے سوں لالی
ہر یک[6] میں کاں جو ہے ایسے وو چالے   پرت کے سر بسر دیکھ اس میں چالے (نگالا)
سچا عاشق ہے کر اپنا پچھانی   اپے بی ہوئی دیوانے کی دیوانی
جگت سوں اس کے نمنے پار کی ہوئی   انے بی پار نی اس پار کی ہوئی
سکیاں سوں اپنے تو یکبار گی ہوئی   اپے بی پار نی اس پار کی ہوئی
ارم کی اس پری کی تس پرے سوں   گمت ہونے لگیا کیں آسرے سوں

[1] قابض۔ اوج۔ [2] جو کیتا۔ ج۔ [3] دیا مجہ۔ د۔ [4] دیکھی سو اس میں لو۔ ج۔ [5] لگی رونے کوں
سر۔ د۔ [6] د۔ [7] اس کے نمنے یار۔ ا۔ [8] پری سوں تس پری کوں۔ ج۔

ولے معلوم نیں تھا کس کیے[1] تئیں کچ　　کہ کُئی[2] پکڑ یا ہے اس بالی کے دو کچ

نہیں بوجی تھی کوئی دیتا ہوں کر کر　　دغا دے کر دیا سو ان اُسے کر

نہیں دیکھے تھے کُئی وھن کا ہوئی[3] ہار　　دو بایا تھا گلے میں بانھو کے ہار

سُننے کی ہے کہ تیلی دیکھنے گن　　کسوٹی پو کیسا[4] سو سیج کی پر اُن

نہیں سمجی تھی کُئی کیوں کر کیا[5] سو　　پرت کی مجھ پہ خلوت میں گھنیا سو

اگرچہ ظاہرا دستے تھے تن دو[2]　　ولے باطن میں تھے مل ایک دل ہو

کتک دن تھے یکس پر ایک بند خیال　　یکس کے ایک تھے درسن پہ خوش حال

چلے اس دھات سوں چوری کتے دیس　　کپٹ سوں عشق کی زوری کتے دیس

ہوا یو راز سب عالم میں ظاہر　　پڑی سو بات یو پردے تے باہر

کئے یک نس دونو مل مشورت یوں　　بچارے آپنا دونو پرت یوں

دیکھے نیں لگ یکس کوں ایک نیں تاب　　نہ دن آرام ہے نا رات کو خواب

اپس میں آپ رہتیں[6] خلوت منے مل　　یکس سوں یک گلے لگتے سو تل

---

۱ وو کیسے کچ۔ ا۔ ۲ کہ کُئی پکڑے۔ د۔ کہ کئی پکڑیا سو اس بالے کے دو کچ۔ ا۔ ۳ ہوتے۔ ا۔ ۴ گھنیا۔ د۔ ۵ گہنیا۔ ا۔ ۶ میں۔ ج۔

جو آتے خوے[1] کدھیں چھپا تی اپر تو — دو وے لگتے درمیانی جیوں ندی ہو
رہتے[2] جو گانٹھ چولی کے بسر کر — دو دستے درمیانی ہو کو ڈونگر
سنے یو بات خاص و عام سالم — سنے یو بات ناداں ہور عالم
سنے یو بات اپنے ہور بگانے — سنے یو بات دانے ہور دیوانے
سنے یو بات آیاں[3] ہور بایاں — سنے یو بات دایاں ہور دادیاں
سنے یو بات پیراں ہور جواناں — سنے یو بات ماماں اور بھاباں
سنے یو بات نامطرب و[4] ساقی — رہیا ہے شاہ یک سننے کوں باقی
عصا لا[5] بھوت ہے اول تے وو شاہ — مبادا راز پر اس ہوئے آگاہ
نہ چھوڑے گا ہمن دونوں کوں سارے — نہ رہے سے چپ بغیر[6] دونوں کوں مارے
کدھاں[7] لگ یاں اچھیں اس دھاکہ ڈرسوں — بھلا وو ہے نکل کر جاویں گھرسوں
اچھیں یک ٹھار جاکر یوں ہمن[8] دو — کہ جیوں اچھتا ہے مل کر پھول بن یو

۱۔ خوب ۔ ا ۔ خون ۔ ج ۔ ۲۔ رہتے جیکانت جوتتے کے بسر پر ۔ ا ۔ ۳۔ اماں ۔ ا ۔
۴۔ تے ۔ ۵ و ا ۔ ۵۔ رضالا ۔ ا ۔ ۶۔ ہماں ۔ ۵ ۔ ۷۔ کتنے دن لگ اچھیں
اس دھات ڈرسوں ۔ ۵ و ھ ۔ ۸۔ بہیں ۔ ج ۔

رہیں[1] تا بھانک کر یوں یک وطن میں — رتا ہے جوت جیوں مل کر رتن میں

کریں یوں دونوں مل یک ٹھار بستی ۱۰۳۰ — رتی ہے جس سند سوں[2] میں مستی

کریں پانی جگر کوں دشمناں کے — رہیں انکھیاں میں مانی در جناں[2] کے

فلانے باغ کوں جانے رضا لے — صبا آتی ہوں اس بھانے رضا لے

کہیا[3] ان بی اپے آتا ہوں ملکر — وہاں تے جائیں مل دونو نکل کر

سجن[4] سوں جیوں اندیشی تھی وو اپچل — کری دوں باغ کوں آنے کے تئیں چل

کہے[5] نیوں شاہزادہ بی گیا تھا — دو راتے رات واں جاکر رہیا تھا

ملے یک باغ میں آکر بچھڑ وو معشوق و عاشق جب

چلے پر ملک کوں دونو ہوے روے سہانی

سمن بر باغ کوں آتی[6] کہ سن باغ — بچھایا تھا چمن میں پھول چن باغ

چمن پھرنے کوں وو آتی کہہ مقبول — وو رستا مل کھڑے تھے[7] بار بند پھول

---

[1] اچھیں نا بھانک۔ د۔ بھانک کر او یک تے ہیں۔ ایا ہے خوب جوں ملکر رتے ہیں۔ ا۔ [2] در بیا۔ د۔ دشمناں۔ ا۔ [3] اول اچھے نوں اس جاگیے پیلکر۔ د و ھ۔ [4] دوجے دل جیوں۔ د۔ [5] اسی وصبا نوسوں عاشق بھی۔ د۔ [6] آتے۔ ج۔ [7] آ۔ د۔

مدن مد کی مستی آتی کہ لالے — کھڑے تھے ہت میں لے مئے کے پیالے

چمن کے نرگساں آتی کہ وو نار — پسار انکھیاں رہے تھے نا پلک مار

نھی ہو کر منتظر آوے تو وو دھن — دعا کرنے کوں دس جیبیاں سو سوسن

کلیاں[1] دھن کے دہن کوں کھول کر انگ — تھے چھپ کر دیکھتے پاتاں میں تے نک

وو نیں[2] ہلتے تھے جن میں پا سوں سرو — تھے دستے دھن کے قد کے نا دسوں سرو

ہرے ہور لال پیلے پات جھڑ کر — چمن میں ہر طرف ہر ٹھار پڑ کر

ہور نگیں نس چمن کا آب گینا — دسیا یوں جوں کرے ہیں بھر کہ مینا

بھنور پھولاں پو بیٹھے سو دسے یوں — کہ مکھ[3] پہ گل رخاں کے خال ہے جیوں

پھریا پھولاں پہ بلبل کھول یوں بال — کہ اڑتے ہیں پتنگ جیوں شمع اپرال

پیتمبر[4] باند پیلے پلکاں آئے — کنواریاں کر منجھی کیا اپس دکھلائے

کبینے[5] باند نوریاں سب سنواریاں — عروساں[6] کے نمن سرخاں نگاریاں

گلے میں اپنے قمریاں ہانس بھایا — اپس کوں شاروان چکسے لگایا

---

[1] گلاں۔ ج۔ [2] نہیں ہلتے۔ ق۔ [3] تجھل خوباں کے رُخ پر۔ د۔ [4] پیتر باند پیلی پیلکاں آئے
کنواریاں کر منیجے کیا اپ سیں دکھلائے۔ ق۔ [5] کوہینی کیبنی نسخہ د۔ [6] عروساں ہو کو جلوے کیا نگاریاں۔ د۔ ہار بایاں۔ ا۔

مشنشے تن بھر اپنے لائے چندن لگائے تھے کنچل سو کیاں کھچن
ہونٹوے آئے موراں ناچنے کوں کرے تھے لال طوطیاں پالکھاموں
دونوں کے وصل کی دیکھ شادمانی چڑی تھی باغ کوں پھر کر جوانی
کری تھی شرط اپنے لال سوں جیوں دوجے دن باغ کوں آئی کہے نیوں
اُسے واں دیکھتی ہے تو وو چنچل رہیا ہے پھول جیوں پاتاں کے اوجھل
نین نرگس کے نمنے کھول کر وو دیکھی اُس سرو کوں بیٹھا اتھا وو
ملے پھر وو کلی ہور پھول اس ٹھار لگا کر شرط کا بھی تازہ گلزار
صبا کے سار کے ترکیاں پہ ہو سار اڑے ہو بلبلاں وو دونو چوسار
سنگاتن کوں سنگاتی لے کہ سنگات چلیا ناٹھار کر کیں دیس ہور رات
تماشے دیکھتے ہر ٹھار کے خوب چلے دونو وو طالب ہور مطلوب
النگ کر گئے کتنک ملک و ولایت گئے سٹ کر کتنک سبھی پاڑ پربت
سوا نپڑے شہر کوں یک جاگو بارے اتھا وو شہر گنگا کے کنارے

۱؎ مشنشی تن پر۔ د۔ مشینشے۔ ا۔ ۲؎ سجن کوں دیکھتی ہے۔ د۔ ۳؎ آنک۔ ج۔ ۴؎ ہے نابھانک۔ ج۔ ۵؎ ملے ہر حال جیوں کیے یار۔ د۔ ۶؎ بھی عہد و شرط محکم کر کو یک بار۔ د۔ ۷؎ وو معمورہ ندی کے نپٹ کنارے۔ د۔

کتے تھے ناوں اس کا شہر سندکر … قرار یوں تھا کہ وو ہے اصلِ ہندکر
تھے گھر پر گھر بیتے اس شہر میں واٹ … کہ واں[1] بار کے نیں تھا شخص کوں باٹ
آتے
نہ اس[2] خوبی کے آنے سک برابر … گگن پر جا رھیا خجلت سوں کونز
انتھا نیر اس ندی کا دودتے صاف … مٹھائی میں کرے وو شہد پر لاف
نججل نیر اس ندی کا دیکھ جیجوں … سٹیا غیرت سوں دریا میں اپس کوں
دیکھ اس آب رواں کوں شط بغداد … پڑیا غربت[3] سوں جا دریا میں آزاد
دیکھ اس میں خوب گن بیدا و پنہاں … چھپیا ظلمات میں جا آب حیواں
مدد منگتے تھے دریا اس سوں دائم … دریا کا آبرو تھا تس سوں دائم
حباب اچھتے جو اس ابرار کے تھے … اگر دیدے اولی الابصار کے تھے
ادھر پر کیف زنجیری پک میں بھاری … انجو عاشق نمن انکھیاں تے جاری
چتر چو سار راجا اس نگر کا … وو پُر اِکار راجا اس نگر کا
کنارے اس ندی کے تھے کتک گھر … چتاریا[4] تھا چتر سوں اَٹ[5] پچھتر[6]

۱۔ کہ بس دن، دن کے بس سہل تی اتھی رات۔ د۔ ۲۔ مٹھائی کے نہ آنے سک۔ ھ۔ ۳۔ غیرت۔ ا۔ ۴۔ سنواریا۔
ھ۔ ستاریا۔ ا۔ ۵۔ اپ۔ د۔ ۶۔ بچھتر۔ ج۔ م۔ د۔

کہ ہر کُئی آ اتر نا کر مسافر — رہے لگ عیش کرنا کر مسافر
کرے تھے واں ہر یک گھر کا نعین نانو — انھا یک گھر سو بیت العاشقین نانو
مناسب دیکھ اپنے حال کوں وو — رہے تس گھر ہیں جا کر عاشقاں وو
محل کے کھول کر کھڑکیاں ہر یک نل — ندی کوں دیکھتے تھے شوق سوں مل
ندی پر بیس[1] دونو دیس سارا — یکس کے ہت سوں یک پیتے تھے سما
صراحی گردناں ایکیں کی یک لے — پیالے[2] لعل منگتے تھے اودھر کے
چھمیاں[3] کا چاکنا کر چاکتے تھے — کنا چاکیں بی پھر چاکیں کتے تھے
یکس کے ایک تھے دیدار پرست — چتر پر ان اُن اس چو سا پرست
خوشی سوں تھے[4] کنک دن دونو اس دھات — کھڑے نا پھانک کر کیں دیس ہور رات
ہمایوں تھا بچد[5] اس بات کا سر — جسے لگ کس پہ نا ہونا کہ ظاہر
چھپے اس راز کی باتاں کے گوہر — بکھرے ہر کدھر نیں گے[6] تو بہتر

۱۔ بیٹھ۔ د۔ ۲۔ پیالے منگتے تھے لیؤں لب لے۔ ۳۔ چھمیاں کا چاکھنا چاکیں کی تھے۔ بیویں ہور پھیر بھی چاکیں کہے تھے
د۔ ۴۔ کنک دن اس روش سوں تھے خوشی سات۔ د۔ ۵۔ بچد تھا شاہزادہ کت یو کس پر۔
کسی دھاتوں نہ ہوئے فاش کہکر۔ د۔ ۶۔ کیں۔ د۔

بسر جا کر سمن بر نے نصیحت سب ہمایوں کا
کہی سب حال اپنا سو اُس ہاں سوں نادانی

سُٹے جس ٹھار مُشکل[1] لیا کہ تقدیر — کسی کا نیں ہے اس جاگہ پہ تدبیر
بہر حال ایک تھی کُئی (کوئی) مالنی واں — کہ ہاراں پھول کے دیتی تھی جاناں
ہمیشہ پادشاہ کوں پھول نپڑائے — سمن بر کیاں بی پھولاں کوں لے کر آئے
کدھیں پھولاں کی لاوے لٹ گنا کر — کدھیں موئے بند چوٹی[2] لاوے گند کر
کدھیں لیاوے نزاکت سوں طُرے گند (گوندھا) — کدھیں پرورده کر کر لیاوے ہار گند (گوندھ)
کدھیں بالاں میں لیا پھولاں کوں بچھاوے — اندھاری رات میں تارے دکھاوے
کلیاں کوں ان کھلی زلفاں منے جوڑ — دکھاوے سنبلاں کوں آئے نیوں موڑ
دکھاوے زلف کے لیا طرہ درمیاں — رُپے کے گیند ہور نیلم کے چوگاں
بچھانے[3] پر بچھاوے دو نہ پھیلی (چمبیلی) — کدھیں مُگرا کدھیں چنپا چنبیلی
بچھانا (بچھونے) گل سوں اس چندر بدن کا — سہایا کر دکھاتی تھی گگن کا

---

۱ اس کل۔ ا ۔ ۲ چونڈے۔ د۔ اصل۔ ۳ د میں یہ شعر یوں ہے۔
بچھاوے سیج پر لیا پھول ہر رنگ۔ کدھیں چنپا چنبیلی ہور نرگس۔

رکھی تھی اس کی خدمت میں سدا ایل … اپسے ہو مالنی کر اس کوں پھیل ڈال
سمن بر میں ہور اس میں تھا مروت … لگی یوں پوچھنے یکدن حقیقت
بلالیوں مکھ یہ تیرے بول بالی … توں کس کے باغ کی ہے پھول ڈالی
توں کس باغِ ارم کی ہے پریزاد … اہے توں کس چمن کی سرو آزاد
فدا[1] ہے مکھ پو تیرے سب مری ذات … تنک ٹک کھول منج باندی سوں یو بات
نصیحت[2] کر ہمایوں کا فراموش … سٹی اس راز پر کا کار سرپوش
جچھی[3] سو بات کوں اس سوں اٹھی بول … کہ جیوں تھا تیوں کہی سب موں کھول

ضرورت سوں کری تعریف مالن نے سمنبر کی
سنیا اس شہر کا شہ جیوں مست کر عشق او دھانی

قضا سنگتا ہے ہر یک کرنے جو کام … کراتا ہے پکڑ کر ہات وو کام
نہیں تقدیر کوں تبدیل ہرگز … قضا کوں حق کی نیں تحویل ہرگز
کہ یک دن مالنی گندتی سو گل دیکھ … سمن بر اس کوں گند کر ہار دی ایک

[1] اہے قربان سب تجھ پر۔ ج و ا۔ [2] وو کر بندشا ہزادے۔ د۔ [3] اٹھی اس بات کے تئیں روبرو بول۔ د۔

وو مالن وقت کر رات کرا یاد — لے کر گئی پھول شہ کن روز کے ناد

جنگیری شاہ کوں دے سیس پھین رکھ — ہوئی پنجہ پانوں پڑ ناہو کری سکھ

خوشی سوں دے خوشی کے پھول شہ کوں — کھڑی رھی جوڑ کر ہاتاں ادب سوں

دیکھت گل شہ نین نرگس نمن کھول — اٹھیا سوسن کے نمنے یوں سوں بول

کہ توں کس دیس سے آتی ہے اس ٹھا — توں نت لیاتی ہے گُند کر پھول کے ہا (گوندھ)

کدھیں ہار آج لگ ایسا نہیں لیائی ۱۱۱۰ — ہنر تیرا تونیں سچ بول کاں پائی

اگرچہ بہوت غدر اُن سوں کری بات — ولے غصے سوں بولیا شہ پھر اس سات

منجے ہے اسکے سیوا جو حکم سوں جس — چمن میں ہر طرف کھلتی ہے نرگس

ہنسے[۱] سوں اس کی جو ظاہر جگ میں کر صبح — صبا کی بھیج مشاطا کوں ہر صبح

نگارے گلعذاراں کوں چمن کے — عروساں کوں دلا دے جلوہ بن کے

اگر توں راستی سوں سرو کے دھات[۲] — نہ بولے گی[۳] تو منجہ سوں راست یو بات

تجے اس بات کوں نئیں تل ولا یاد — کروں گا ٹکڑے ٹکڑے پھول کے ناد

۱؎ سنوں اُس کی جو ظاہر جگ میں کر صبح ۔ ا ۔ ۲؎ سار ۔ ک ۔ ۳؎ لیا سے سامنے تو راست گفتار ۔ ک ۔ ہ ۔

گدی[1] کوں چیر کر تیری زباں[2] کوں — بنفشہ کے نمن کاڑوں قفا سوں
کھڑگ[3] سوں توڑ کر تج قد کی ڈالی — دیکھاؤں خاک کا رنگ کر گلالی
سٹوں گا کاٹ کر تج عمر کی بیل — کروں گا سر ترا دو پھانک ناریل
کھڑگ سوں بید کی کر تج ادارہ — کروں گا پھول نمنے پارہ پارہ
سینا خنجر سوں نیلوفر کے کر چاک — دکھاؤں لہو کر لہو سوں تری خاک"
جو دیکھی عذر کوں کیں نیں رہیا ٹھار — سنی سو یوں کری سب سوں اظہار
صفت کر شاہزادے کا بہو وہاں — سمن بر کی چلائی حسن کی بات
سنیا سو بات اس کے حسن کی شاہ — یکایک عشق آ دل میں کیا راہ
کیا سو دکھ سینے میں عشق جھلکاٹ — ہوا یک باٹ دل ہور صبر یک باٹ
کریا سو عشق دل میں ٹھار اس کا — منگیا جاو دیکھنے دیدار اس کا
دیکھیا جو شاہ اس کوں نپٹ بے ہوش بے دل ہو
پڑیا چاہ زنخداں میں دیکھ اس کے گال کالالی
محبت کے دریا کا ہے سو غواص — یوں آتا ہے لے موتیاں ان بندی خاص

۱؎ زباں و ۲؎ جفا - د - ۳؎ لھو - ک - ق -

دریا پر نیل کے جوں سور کا طیر — لگیا کرنے کوں موسیٰ کے منن سیر
(سورج)

گگن پر سور نکلیا سو دسیا یوں — دریا پر نیل کے موسیٰ چلے تیوں

حشم فرعون کا ہو سب ستارے — نظر میں سوں ڈبے سو جگ کے سارے

بہانا صید ماہی کا کیا شاہ — منگایا ایک کشتی خوب دلخواہ

وو کشتی تھی تو ہی جیوں چندر ایسی — بہشتیاں کے تھی ہلکے وو گھر ایسی

کتک لوگاں سوں مل شہ اس میں بیٹھا — برہ سوں جل نہ سک کر جل میں بیٹھا

چلی پانی پہ کشتی باد کے سار — فلک کے ناد کس جاگے پہ ناٹھار

ہو کر گہ کج کماں کے جاد دیج سوں — سیدھی گا ہے چلے جیوں تیر سج سوں

پڑی ٹک باری باری صید کی فام — ستے پانی میں مچھلیاں کے بدل دام

چلے پانی میں انکھیاں کھول جالے — وو جا مچھلیاں کے بیڑا گھر کوں کھالے

گھراں تے مار بھار یک دو ہیر کر بھاے — گلے میں بھاکہ سریاں کھینچ کر لیاے

چلیاں تیاں بچھو کی ہو کے ڈانکیاں — سویاں ہو کر گلے مچھلیاں کے ٹانکیاں

۱؎ مچھلیاں کے۔ اوج۔ ۲؎ اتھی کشتی بھلی وو۔ ا۔ ۳؎ جا۔ ۵۔ ۴؎ ککک۔ ا۔ ۵؎ وجالے مچھلیاں کے بیرا کھر کوں ڈالے۔ ا۔ ۶؎ اسیریاں۔ ا۔ لڑیاں۔ ۵۔

گئی نابود ہو پانی میں تے بام   رہیا نیں اس ندی میں گھول کا نام
منگے تو کیں ھرل دارو کورہی نیں   ڈھنڈے تو واں پدہن دستی نہ تھی کیں
گئے[۱] ریچال کوں اس ٹھار تے دور   ھوے سب پر کلیاں رگڑے تلے چور
کرے مچھلیاں[۲] کوں خالی اس ستد سات[۳]   نہیں پانی میں رہی مچھلیاں کی کیں ذات
گیا بس صید سوں وزّانہ کیں بھٹیر   چلیا واں تے سمن بر کے محل ہیر
جو آکر دیکھتا ہے شہ محل تل   سکاتے بال بیٹھی ہے وو چنچل
ندی پر سوں دسے دوگن کی سہدوں   کہ جیوں کوٹڑا پر بیٹھی اہے حور
جو کھولی[۴] تھی سو وو چوسالار[۵] بالاں   پڑے ہیں مکھ پو عنبر بار بالاں
دسے یوں اس رانی رخ اپر بال   کہ جیوں چھپایا ہے بادل چاند اپر ال
دسے یوں اس چنچل کے مکھ اپر کیس   ملے یک ٹھار پر جیوں رات ہور دیس
دسے کنتل میں یوں چنچل کے نین   کہ جیوں جا منے سنبڑے میں کھنجن
دسے بالاں منے رخسار آلی   کہ جیوں سنبل منے ہلکی سی لالی

---

۱ ہور پچالاں گیاں ۔ ا ۔ ۲ گئے ۔ ب ۔ ۳ روش ۔ ب ۔ ۴ ستی سو کھول ۔
ب ۔ ۵ جیوں سار ۔ ا ۔

وسے اس کے ادھر ہور کنٹل ہن دھات — کہ یو سو آب حیواں و وسو ظلمات
جو بن پر دھن کے یوں سٹتے تھے بالاں — کہ آپچھاڑاں پہ اترسے ہیں بھالاں
نظر شہ کی پڑی سو وو پری زاد — ہوا ویں آپ خودی کے بند تے آزاد
نہ چل کر[1] عشق کے موجاں سوں چارا — صبوری کا ڈبیا اسباب سارا
پڑیا گرداب میں برہے سوں دردا — گیا ناموس کا ٹکر سے ہو پردا
ہلیا[2] پیرت سوں دل کا ایک سکان — رھیا نیں عقل کا اس ٹھار اوسان
پرت کا دل کو ماریا دیکھ طوفاں — رھیا نیں عقل کا اس ٹھار ساماں
انتھا[3] نزدیک جو لنگر ہوئے غرق — نہیں تھا دور وو گوہر کو غرق
ہوئے دیکھ حاضراں یو حال حیراں — لئے سب ال کو بارشہ کو گرداں
جو تھے کشتی کے چارو دھر خلاصی — دئے اس موج سوں تھم کی خلاصی
محل میں شاہ کوں پھیر لاکوں لسلائے — وزیراں سو[4] یک یک پوچھنے آئے
دسیا سو شاہ کا احوال مشکل — کہے یوں شہ سوں سب یکبارگی حل

۱؎ طوفاں سوں برہے کے چارا۔ د۔ ۲؎ د میں نیچے کے شعر کے نسخے کے طور پر یہ شعر لکھا ہے۔ ۳؎ د میں مصرعہ اول، ثانی ہے، اور مصرعہ اول یہ ہے "نہ تھا کچھ اس میں قوم نوح میں فرق"۔ ۴؎ جو تھے خادماں۔ د

کہ نیں شاہاں کوں واجب یو کتے کام کریں کیا عرض ہے سب شاہ کوں فام
نہ جانا نیر پر کشتی منے بیس نکلنا نا مٹے منگل اپر بیس
نہ پچھر نارات کوں نا بول کرکس نہ کر نارات دن پیالے کی مجلس
سو اس کاماں یو کئی شاہاں نہ جانا کہے ہیں عقل کے یوں پہلوانا
کیا شہ سب کوں تو معلوم ہے حال اگر کئی شہ کرے تو ٹک پرچال
ہے ممکن دفع اس لشکر سوں کرنا اگر لشکر سوں نیں تو زر سوں کرنا
فاما عشق کا سلطان عزت ۱۱۷۰ جو آوے ملک دل کوں کرنے غارت
منجے اس ٹھار کیا تدبیر ہے کو مرا اس ٹھار کیا تقصیر ہے کو
نہیں بھاتا ہے تخت و تاج مجکوں نہیں بھاتا ہے کچ خوش آج مجکوں
سٹوں کفنی میں اپنے آج گل میں کہ تا دو منہری منج آوے بل میں
منجے کیا کام آوے پادشاہی نکو گو آج تے میری درائی
نکوں منجکوں سٹو اس غلبلے میں میں اپنے بھاؤں گا کفنی گلے میں
منجے ہوئے تو ہوتا ہے وہی دھن اگر نیں تو نکو یو مال صور دھن

---

۱ نچانا مست ہاتھی پر اپر بیٹھ ۔ د ۔ ۲ ولے شہ عشق کا اوچا کو ڈھالاں ۔ ج و ہ ۔ ۳ کا کرنے نالاں ۔ ج ۔

ہریک دھاتاں سوں میں کرتا ہوں یوچ کام ‏ مرے ہاتاں سوں میں پیتا ہوں یوچ جام
سُنے اس بات کوں جوں لوگ سارے ‏ سمج کر چپ رہے کئی دم نہ مارے

وساوے در وزیر اکر کہا شہ نے سچن فن کا
عجب کیا مکر افسوں سوں ہوئے یو کام آسانی

ولیکن سب وزیراں میں وزیر ایک ‏ فراست میں اتھا سو بے نظیر ایک
کہیا[1] جو کچ کہے سو شہ ہے معقول ‏ ولے مذہب میں تن شاہاں کے مقبول
ہے واجب بادشاہاں کوں سنگینی ‏ ہے لازم خُسرواں کوں دوربینی
جو کچھ ہوئے بھی ہمت کوں نہ سٹنا ‏ نہ سٹنا صبر کوں دولت نہ سٹنا
شتابی سوں نہیں ہوتا ہے کچ کام ‏ ہریک آہستگی میں ہے سرانجام
کلیاں آنے میں ویں کھلنے نہیں پھول ‏ کھلے تو ہر کسے ملتے نہیں پھول
بلند آہستہ ہوتا ہے کنگورا ‏ پنم کی رات ہوئے چاند پورا
اگر ہوئے تو منج کوں شہ کا فرماں ‏ سر انکھیاں سوں میں اس فرمان کوں مان
رکھونگا تو (تب) تلک اس کام میں دل ‏ ہوئے[2] تا شاہ کا مقصود حاصل

[1] شہ جو کہتے ہیں سو ۔ ک ۔ [2] کہ تا شہ کا ہوئے ۔ ک ۔

ہر یک دھاناں سوں اُس تار کو توڑوں
[1] لے کر تارے کوں اس نخچہ مہ سوں جوڑوں

[2] کیا شہ اس کوں سچ توں دور بیں ہے
کہ تیری عقل پر صد آفریں ہے

ولے نیں ہے کتنے وو پھول بن خار
سنیا ہوں میں کہ ہے اس گنج پر مار

بڑے یک بادشاہ کا کوئی فرزند
دوانا ہو دل اس کی زلف سوں بند

دے کر چھوڑ اپنا گھر وار یکبار
لے کر آیا ہے [3] اس چنچل کوں اس ٹھار

دو چنچل بھی لگا کر جیو اُس سات
رہی ہے جو رو ہو ل دیس ہور رات

اول اس مرد کوں توں کاڑ سٹنا
نکال ڈالنا
ہلوں اُس گرد کوں توں جھاڑ سٹنا

دغا شہزادے کوں اُس دھات دینا
اول حیلے سوں جیوں اس وضع لینا

جو وو دشمن [5] مجہ سوں آزردہ نہ ہوئے
وو نازک [6] پھول پژمردہ نہ ہوئے

کیا پھر شاہ سوں وو حیلہ انگیز
کیا یوں مکر کی وو آگ کوں تیز

ندی کے یک کنارے کوں اپی جا
ضیافت کا مجالس کر مہیّا

---

[1] لے کر نخچہ ماہ سوں تارے کوں جوڑوں ۔ ک ۔ [2] کہا شہ کئی زبانیں ہم قریں ہے ۔ ہزاراں عقل پر نخچہ آفریں ہے ۔ ک ۔ [3] کیں اس دھن ۔ ج و ا و ھ ۔ [4] کتے لاجوں سوں اس سات ۔ سنگات ہوکو اچھنی کیں پی دن ۔ ج ۔ [5] من میں ۔ ک ۔ [6] وو گل ہے مجہ سوں ۔ ک ۔

بلاکر بھیجنا اس جان کوں واں — اس یک دو دیس کے مہمان کوں واں

پلانا[1] دم بہ دم مئے پاکو بھانے — ہر یک بازی لیا[2] کر در میاں نے

شرط بندنا اگر ہارے تو جو کئی — ندی میں ڈوب تنگے آنگ جیو کھوئی

کنول کا توڑ کر یک پھول لیانا — کنول کا پھول لیا سب کوں دکھیانا

نہ لاعذر اس ہماری بات کوں سن — بہوت مشکل نہیں گر جان کر اُن

قبول البتہ وو غافل کریگا — کریگا تو یچ آپی ڈب مریگا

نہنگاں کا ہوے گا لقمہ وو جاں[3] — نہ جانے تیوں رہیں[4] ہو واں تے انجاں

سمن بر کوں گماں آسے نہ اکثر — ستم سوں اُس ہمیں مارے ہیں کر کر

ہم ہی

کرے نہنگے نکر سب دل میں دعا دینے ہمایوں کوں

ضیافت کی مجالس کر بلائے اس کوں مہمانی

پسند آیا یو اس کا شہ کوں حیلا — ہوا روشن لگا یا سو فتیلہ

ضیافت[5] کا دے شہ اس ٹھہرا اقرار — وزیر ہور آپ مل کوندے ہے جس ٹھار

---

[1] پلانا دم بدم مئے کے پیالے ۔ کبھی شہ شطرنج کی بازی نکالے ۔ ھ ۔ [2] واں تے لیا کہ ۔ ا ۔ [3] جواں ۔ ھ ۔ [4] ہمیں ہویں ۔ ا و ک ۔ [5] ا و ج میں یہ شعر یوں ہے ۔ اپس میں آپ دونوں کوں ندے ٹھار ۔ ضیافت کوں مقرر کر کوں تس ٹھار ۔

ڈبا نے گھر بدی کی کھود کر چاہ	بلا بھیجا اُسے اس ٹھار پر شاہ
محبت سوں اوکہ منظور رکھ بات	کیا شہزادہ آشنہ سوں ملاقات
کریا تھا شاہ بزم آراستہ خوب	کھڑے تھے ساقیاں دوراستہ خوب
تھے بیٹھے مطرباں کر ساز و ساماں	چھپے سو کھولتے نغمے کے رازاں
رباباں بجتے تھے تن تن تنا تن	طنبورے بولتے جھن جھن جھنا جھن
پرت تے تھے حقیقت کھولتے موں	ہے توں توں توں ہی توں توں توں ہی توں توں
دفاں ہور دائراں سوں مل جلاجل	کتی تھی جھل جھلا جھل جھل جھلا جھل
مغنیاں بھیج کر اول درود اں	لگے گانے کوں مستی کے سروداں
اے ساقی دے منجے وو بادہ ناب	مہیا جس میں راحت کا ہے اسباب
اے ساقی دے منجے وو آب گل رنگ	جو لیوے اہل دل مستی مرا سنگ
اے ساقی دے منجے وو آتش تر	جو جاوے جل کو غم کے بال ہور پر
اے ساقی دے منجے وو شور مستی	جوانی پر کرے[1] جو پیش دستی
اے ساقی دے منجے وو بادۂ صاف	کرے صافی پر اپنی[2] دل مرا لاف

[1] جم ۔ ۵ و ا ۔ [2] اس کے دل ۔ ا ۔

دے ساقی وو شراب ارغوانی جو مستی کوں کرے دل ہمانی
دے ساقی راح راحت بخش منجکوں سدا اس سوں فراغت بخش منجکوں
سمج کر شاہ کا رخ ساقیاں آئے پیالے یک طرف تے دور میں لیائے
کھلے زلفاں ملی انکھیاں سوں ساقی دیکھیا وے حور دیکھے جس کوں ساقی
عجب ہے حظ پہ حظ راحت پہ راحت خوشی بے حد ہے شادی بھی نہایت
وو راحت نازنیناں کیے میں آنا نہ وو حظ دل منے کس کے سمانا
عجب وو ذوق ہے ناکے میں آنا نہ دل میں شوق وو کس کے سمانا
کہوں القصہ میں بارے وو قصہ ڈبا شہزادے کوں مارے سو قصہ
کہا[1] شہ شاہزادے دھیر کر موں خوشی کی مے کوں پی کر ل خوشی سوں
دونوں پیویں شراب عشرت انگیز اچھے تیزی منے جوں آگ تے تیز
وہاں[2] تے بیٹ[3] کر شطرنج کھیلیں دنیا کی فکر یک دھر تے ریلیں
بچیا اس کینہ ور کوں شاہزادہ پیالے سوں پیالے لے کوں باد

---

[1] کہا شہ شاہزادے دھیر رخ کر۔ منڈل کا اوٹ "تک آنکھوں کوں بھر"۔ ق اصل۔ نسخہ میں متن کا شعر ہے۔ [2] ہمیں اور تم دو مل شطرنج کھیلیں۔ ا۔ [3] بیٹھ۔ ق۔

ڈبیا منتی میں وو بچہ اس کھا کو بازی — سٹے ویں درمیانی لیا کو بازی

کھدیا تھا نیوں بندیا شہزادے سوں ہوڑ — کہ تھا اس مصوڑ میں شہزادے کا موڑ

سنتم کے فن سوں پھر کے اس کوں بچانے — بساط اول سٹیا ویں کھول میانے

فسوں سازی سوں رخ پھر کے سٹ — مندے دو دھیر تس مہرا صفا چھا

پچھیا دیکھ کرنے کوں وو زیر شہ کوں — چلیا ویں بیٹھو اکر شاہ رخ کوں

چلیا تیزی سوں وو یں جلدی کھولے پیش — کریا پھر شاہ بازی تازی اندیش

کیا جوں دست لا اس کھیل میں شاہ — بہم ۱۲ آڑے سوں رخ کیا آڑا وو ناگاہ

شکست کرنے کوں شہ بازی منگیا سو — پڑی کشتی سوں کیتا فیل بند وو

ولے یک بارگی شہ اس کیا مات — کہ تھا اس مات میں شہزادے کا گھات

ہوئی جوں زیر شہزادے کی بازی — پڑی جا بند اس آزادے کی بازی

ہے واں صدر نج کہ کر نیں پچھانیا — گھڑے گا یوں کہ منصوبا نہ جانیا

---

۱ کھاکھ ۔ ج ۔ ۲ وو شاہزادے کوں شطرنج میں ڈوبانے ۔ بساط انجن سٹیا اس دھن کوں پانے ۔ د ۔
۳ مہرباں کے کر ۔ ا ۔ ۴ لاک ۔ د ۔ ۵ آپ آ ۔ ج ۔ ۶ وو بند ۔ ھ ۔ ۷ مغلوب ۔ د ۔
۸ دیں ۔ د ۔ ۹ شطرنج ۔ د ۔ اصل ۔ ۱۰ کرے گا ۔ ا ۔

ہوئی جیوں ہار بازی اس جواں کی   کھری[1] رکھنے کوں بات اپنی زباں کی

کھڑے ہوشہ کے انگے جیوں کہ درپن   کھنڈی کے ناد ننگا کر اپس تن

وفا کا شرط شہزادہ سجالیا   تروندا ہو پڑیا پانی اپر جا

ڈبیا غواض کے نمنے یکایک   لگیا گوہر[2] کے ناد یکبارگی تک

دیتی مچھلی یک اس کوں بطن میں بٹھار   رہیا مچھلی میں وو یونس کیر اسار

سٹیا لے کر فضا مچھلی کنے اس   چلی مچھلی وہیں لے مو منے اس

وفا سوں وو جیا ویسی جفا میں   وفاداری سوں بانچیا اس جفا میں

وفا کہتے سو امرت کا جھرا ہے   جی وو[3] یوے گا وفا میں جو کھرا ہے

وفا سوں خضر جیتے ہیں اجوں لگ   لیتے عیسیٰ وفا سوں عیش[4] کا جگ

وفاداری سوں ماہی کے شکم تے[5]   نکل یونس فراغت پائے غم تے

دئے سو جا کہ بھایاں چاہ کا رنج   وفا سوں پائے یوسف عیش کا رنج

پڑیا یو بیت ڈبتا تو وو مظلوم   کیا سب پر اپس کا حال معلوم

---

[1] سچی۔ ج و ا۔ [2] پاکیزہ گوہر کے من تک (نگ نسخہ) د، ٹھک۔ ھ۔ [3] جیوے گا وو ا و ھ۔ [4] ذوق۔ د و ھ۔ [5] سوں۔ ج۔

کہ نیں یوں کوئی دَندی دندساریا　　بولا منج دوستی سوں یو نچ ماریا

وو ظالم تین دن لگ تعزیت کر　　دکھایا غم زدی کا جیپ کیے گت کر

انجوں بادل کے نمنے ڈھال بےغم　　سٹیا بارے نمن جیپ آہ کے دم

ڈبیا سو سور کوں اس دل میں کر باد　　پکاریا درد نیں سو رعد کی ناد

خوشی سوں واں تے جا کر اپنے گھر کوں　　بلا بھیجا ترت اس حیلہ گر کوں

کہا جا بول جو کہنے کی ہے بات　　مرا دل لی ہے سو اس موہنی سات

وزیر آپی وو حاجب ہو گیا واں　　سمن بر کر مقام اچھتی انخی جان

سمن بر تین دن تتے[1] دکھ میں پڑ کر　　رہی تھی پیو کے بچھڑے سوں[2] اڑ کر

نہ سک[3] تھا دیس کوں نا نس کوں آرام　　تپے ہور روئے بن دوجا نہ تھا کام
رات دن

گیا سو پیو کے بچھڑے سوں پردیس　　کری بچھڑکیاں سوں دل کی رات کوں دیس
بھڑک (تجھ) سے

نہ رک سک سوز دل کا عشق کے سات　　دھوئیں سوں آہ کے دن کوں کری رات

انجو ہور سوز سوں ہر روز و ہر شب　　اگن پانی میں تن من غرق تھا سب

لہو میں نین کے دستی تھی دھن یوں　　شفق میانی سُرج جلتا رہے جیوں

[1] برسے منے پڑ۔ ل۔ [2] سنی اڑ۔ ع۔ [3] سکھ۔ ع۔

دھوئیں[1] میں آہ کے دستی تھی یوں نا ۔۔ کہ خاکستر[2] میں جوں جلتا سوں انگار

دردنی پھر ہوس ملنے کی رہ جائے ۔۔ گھڑی میں سوبراں ہوٹاں میں جیو آئے

سنے کے سار تھا رنگ اس کا پیلا ۔۔ سفید پیلم کری تھی مار نیلا

دکھی دل ہو دکھیا سو سب سہاوا ۔۔ درد دکھ سوں کری غم کا پراوا

برہ سوں لال کر لی نو نچہ بالاں ۔۔ دکھائی دکھ بھرے وو کر کو گالاں

کشاکش میں پڑیا سو جیو ہور دل ۔۔ دسیا جینا نظر تل بھوت مشکل

سجن[3] کوں یاد کرتی غم سوں روتی ۔۔ گھر[4] انجواں کے بن دھاگے پروتی

لگی یوں بول کر آپس میں رونے ۔۔ دریغی سات مکھ انجواں سیوں دھونے

کتی تھی یوں اپس میں ہو کے دلگیر ۔۔ دریغی سات کاڑ انکھیاں ستی نیر

کتی تھی[5] یوں سینہ سیں بار بھر بھر ۔۔ کسے میں جا سناؤں اپنی یہ سر

نہ جانی میں سینا ستی ...... ڈاٹ ۔۔ جنگل میں یوں وو جا کا کر گلا کاٹ

اول اپنی پریت کی کر دیوانی ۔۔ وو آخر یوں کرے گا کر نہ جانی

۱ے جفا کی آہ ۔ د ۲ے دھوئیں میں جیوں دسے ۔ د ۔ ۳ے پڑی تھی کر سجن کوں یاد ۔ د ۔ ۴ے کھڑی انجواں گ
ویں دھاگے ۔ ج ۔ ۵ے از ۔ ھ ۔

نہ بوجھی تھی منجے اُس ٹھار لیا گا ۔۔۔ بگانا[1] ہو منجے یوں چھوڑ جاگا
بگھر یا ہے نین تل اندکار میرے ۔۔۔ رہوں تج باج کیوں اے یار میرے
توکاں ہے کی[2] نہ جانوں اے مرے پیو ۔۔۔ سنبھال اپنا رکھوں کس ٹھا پو جیو
ترا بچھڑا کر یا سو منج پو مشکل ۔۔۔ کلیجا لھو ہوا پانی ہوا دل
منجے کیا کام ایسا آوے جینا ۔۔۔ ہے بہتر جو اوچا[3] کر زہر پینا
بلکتی تھی دو یوں چینے سوں آباز ۔۔۔ سو ایسے میں سنی دستک کی آواز
دو سمجھی یوں کہ دو پیو آج لگ بھول ۔۔۔ دلاسے کے بدل بھیجا ہے کچھ بول
نتکے سر سوں نتکے پگ دوڑ کر آئی ۔۔۔ کہی جا آسرے سوں کیا خبر بھائی
خبر بارے اول اس پیو کی بول ۔۔۔ خبر تر جیوں کوں[4] اس جیو کی بول
مرے جیو کے گگن کا سور کاں ہے ۔۔۔ مرے دل کے نین کا نور کاں ہے
دو میرے جیو کا من میت کاں ہے ۔۔۔ دو منج تر جیو کا ہر میت کاں ہے

[1] منجے اس ٹھار لیا غربت میں بھاگا۔ ی ۔ [2] ق ۔ میں اوپر کے شعر کی بجائے یہ شعر ہے " اے میرے جیو بلکہ جیو کے پیو ۔ سنبھال تجہ باج کیوں اپنا رکھوں جیو" ۔ [3] چپ ۔ ی ۔ [4] سوں ۔ ی ۔

نرادھاری کوں منج تھا[1] ایک آ دھا　　منجے اس باج عالم سب ہے انذکار
لگیا ہے تین دن تے منج کو رونا　　نظر تل تے گیا سو وو سلونا
منجے کر واقف اس کے حال سوں بیگ　　جلا پھر منج کوں دُکھ جیوں تاں ٹیگ
سُنیا وو بے کر[2] یا تاں[3] سوں آروں　　اپے بھی مکر سوں ٹپ[4] لکھا کو افسوں
کیا اظہار[5] شہزادہ موا سو　　وو گوہر غرق دریا میں ہوا سو
کیا بھی شہ کیا سو درد ہور غم　　لگا لگ تین دن کینتا سو ماتم
کہا
سمن بر بات وو دُکھ کی سنی جیوں　　لگیا اسمان[6] سر پہ ٹٹ پڑے تیوں
سمن بر جب سنی یوں بات اس کے غرق ہونے کی
سکل تن تے گیا جیو سب ہوئی بیتاب بیجانی
سمن بر جیوں سنی وو لیس بھری بات　　لڑی تیوں سانپ کچ کا کچ ہوا دھات
یکا یک درد سوں مار یا سو دل جوش　　پڑی جوں گائے اژدا کر ہو بیہوش
پڑی بھیں پر منڈی کے[7] ڈھال کر یو　　ہرن جو تیر کھایا سو پڑے تیوں

---

[1] تھا وہی یک - ۵ - [2] بیکڑ - ۵ - [3] کتی - ا - [4] کر - ۶ - [5] کہامکار - ۵ - [6] سر پر گگن ٹٹ کر - ۵ - [7] اگن سوں درد کے ا و ھ - [8] بی ڈال - ۵ -

لگی یوں تر پھڑانے مار چھاتی　　کہ مچھلی نیر بن جوں پھڑپھڑاتی

لگی لڑنے کوں غم کی لگ چھری یوں　　پنچھی کاٹے سو پڑ کر تلملے جیوں

ہوا دل ٹکڑے ٹکڑے بھوٹیوں پھوٹ　　لگی لینے دکھوں سر ھور سینا کوٹ

چمن کوں دل کے مارا ہو کہ غم برق　　گلالاں میں ہوا سارا اسر و غرق

دکھت انکھیاں میں آیا سو دسیا یوں　　ہرن پکڑے ہیں لالی مکھ منے جیوں

لگی بارے نمن ماٹی اڑانے　　لگی بادل نمن رو رو بلانے

ابال آیا دریا دل کا جو دکھ سوں　　ڈبایا نین کے مچھلی پٹن کوں

دریغی سوں لتی بال آپنے لوچ　　کجل انجواں سوں انکھیاں کا ستی پوچ

انگاراں سوں انجو کی نین گئے جل　　ہوئے جل کر دو نیناں جوں کے کاجل

ستی سارا زریناتن پو کا کاڑ　　ٹکٹ کی لال کسوت کوں ستی پھاڑ

پرا او تن پو تے اپنے کری دور　　کنگن ہور چوڑ ہاتاں کی کری چور

کنگوئی کوں بر ہیبنی ٹکڑے کری توڑ　　ستی موں دیکھنے کی آرسی پھوڑ

۱؎ چھپر پرانے د ۔ ہ ۔ ج ۔ ۲؎ کجل ۔ ا ۔ ۳؎ نین کا جل ۔ ا و ھ ۔ ۴؎ کنگائی ۔ ک ۔ ۵؎ پھوڑ ۔ ا ۔

کڑے ہور چوڑ ہاتاں کے کری چو　　کہ جد دو ہات سوں پتے گیا نور
گیا سو ہات سوں وو لال لٹکن　　سٹی کاڑا پنے ہت کی لال لٹکن
نکل دل کا گیا سو لال اپنا　　رکت رو رو کیتی موں لال اپنا
دکھیا دل سو رہی ہت سہاوا　　کری تن غم سوں ماتم کا پراوا
ورد سوں ہو سُنے کے سار پیلی　　بندی نیلم کے رنگ کی چیر نیلی
برہ سوں لال کر کر دھن اپس موں　　دکھائی کر کلیاں اپنے ادھر کوں
لگی[1] بارے نمن ماٹی اڑانے　　لگی بادل نمن رو رو پلانے
نصیباں کے نہ پڑ سک زور سہنے[2]　　لگی جیبھی سوں ہاتاں چور لینے
لگی یوں بول کر رو رو پلانے　　لگی اس دھات سوں افسوس کھانے
دندی یوں گھر ڈبانگے کر نہ جانی　　دریا میں غم کے بانگے کر نہ جانی
سمجھتی[3] تھی تو یوں ہو گا نگر میں　　چھپیا رکھتی اسے دل کے بھتر میں

---

۱ یہ شعر ھ سے منقول ہے۔

۲ بہتی ۔ ک۔

۳ سمجھتی گھات ہو یگی اس نگر میں ۔ ھ۔

نین پتلی کر اس رکھتی نین میں — جتن[1] رکھتی کر اس کوں راز من میں

سمن بر کا دیکھت دکھ درد حاجب — بسر[2] گرمی رہیا ہو سرد حاجب

نہ سک اس شمع سوں کچھ بولنے کوں — دھویں کے ناد (بھول) کالا لے چلیا موں

کیا وو کینہ ور پھر واں پر کچھ مکر کے افسوں

ولیکن ان وفا .... کرے نیں کام افساقی

گیا شہ پاس ہور بولیا وو سب حال — سمن بر کا جو کچھ دیکھا سو احوال

وو سن کر بات شہ ہو بھوت دل گیر — کیا یوں پھر کہ شہ اس حیلہ گر دھیر

توں ہور یکبار اس موہن تلک جا — منجے بورائی سو اس دھن تلک جا

ہر یک حیلے سوں ہور تدبیر سوں توں — ٹھنڈی[3] کر اس کے ماتم کی اگن کوں

سمجھا[4] اس دل کے غم کی آگ اوپر — نصیحت کے توں پانی کوں چھنک کر

محبت میں مری اس گرم کر توں — ہلو اس سنگ دل کوں نرم کر توں

ترے دھر اتی باتاں کیا کہوں میں — ملا (آہستہ) ہر حال اس کوں توں مرے تیں

---

[1] چھپا رکھتی اسے جوں راز ۔ د ۔ [2] دے سٹ ۔ ج و ا ۔ [3] دے تسکیں ۔ د ۔ [4] ٹھنڈی کر ۔ د ۔

نہ کرسے کام یو دو جا ترے باج　　　تجہ ایسا عقل میں کم کوئی ہے آج
سمن بر کن[1] چلیا ہر حال پھر وو　　　پکڑ کر بھوتدنی کی چال پھر وو
گیا اس دھن کنے بھی پھر کو وو ناگ　　　لگانے شہ کی برہے کی اسے آگ
سمن برکوں ہلو نا ہوے نیوں فام　　　وہیں حیلے کی باتاں کا سٹیا دام
کھا اس دھات پر[2] حکمت کے منتر (فہم / پڑھ)　　　کہ تیں ہے بات یو پوشیدہ کس نچ
مسخر کرنے شہ کی اس پری کوں　　　لگیا یوں مکر کے پڑنے کوں افسوں
جو کوئی[3] دیکھا ہی اس جگ میں گنوارا　　　ہے آخر[4] گور میں وو جا نہارا
جو ہر یک پھول ڈالی پر چڑیا ہے　　　فنا کی باد سوں آخر جھڑیا ہے
ہوا ہے چیز جو دنیا میں موجود　　　سو آخر ہو نہارا ہے وو نابود
جو دستے ہیں چمن کے پھول سارے　　　خزاں کے ہات میں ہیں پڑنے ہارے
یو جینا ہے سو جیوں دوپہر کی چھاؤں　　　دنیا میں کچھ رتا نیں ہے بجز ناؤں
ابد کا نیں کسے بخشے ہیں خلعت　　　جو اگے[5] نیں ہوا کس کے یو دولت

۱؎ کیاں - ن ۔ ۲؎ کہ - ن ۔ ۳؎ جو کوئی دیکھا ہے ہر آدم - ن ۔ ۴؎ چلے بن گور میں نیں اس کوں چارا - ن ۔ ۵؎ سدا جینے کی نیں دستی ہے - ج ۔

اہے ظاہر یو سب عالم اُپر بات — خدا کی ہے جو قدرت کا قوی ہات
اگر مغرب میں دیوے چاند کوں ٹھا — اسی ساعت میں لیاوے سور کوں بھا
اگر دارا تے لیتا چھین کر راج — سکندر کوں اسی دن بھر دیا تاج
اگر چہ دیس کوں جگ تے نباڑے — اسی تل میں رین کوں بھار کاڑے
گیا تو کیا ہوا دارا اگذر کر — سکندر پر ہوئی شاہی مقرر
دنیا کا کام نیں اچھتا ہے پرکم — غنیمت کر سمجھنا ہے ہر یک دم
دنیا کا کام نیں رہتا معطل — نہ سٹنا کام اپس کا کئی محول
منجے پوچھے تو یوں لگتا ہے یو خوب — کہ تشنہ طالب اچھے ہور توں سوں مطلوب
سمج لے کر توں اس یوسف کوں ماضی — ہے بہتر اس سلیماں سوں ہور راضی
تری ہے عاشقی میں شاہ صادق — ہے تج کوں عاشق صادق موافق
کریا ہے تیری نہ کا دل سوں سودا — چڑیا ہے زلف کا سر اس کے سودا

۱؎ یونا ہوکر ہے روشن سب پو یو۔ ج۔ ۲؎ اگر مہ کوں دیوے مغرب منے۔ ک۔ ۳؎ اپاڑے۔ ک۔ ۴؎ کے کام نیں اچھتے۔ ک۔ ۵؎ اگر پوچھے تو منج۔ ج۔ ۶؎ یک رنگ۔ ج۔ ۷؎ تجے منگتا ہے تیوں، تو بھی اسے منگ۔ ج۔ مد ک۔

سمن بر اس تے[1] یو باتاں سنی جیوں   ہوا تحقیق وو اس کے اپر یوں

کہ شہزادے کوں مار سو ہی ہیں   وندی ہو وند سارے سو ہی ہیں

کہی یوں لعو بھر یا موں اس طرف لیا   غصے کے جوش سوں دیں لب پچ کف لیا

اول تے دیکھ کر سمجھی ترا موں   بڑا فتنے[2] نہ بڑا مکار ہے توں

دسے صورت میں تو گرچہ کالناس   ولے سیرت میں توں ہیں خناس

تجے سمجی نہ تھی ایسا ہے کر توں   مرا تج کل کلا وسے کیوں رووں

کہے[3] یاں آکو کچ واں جاکو کچ کہے   قلم کے ناد تجکوں وو زباں ہے

فرنگ کے دھات مکھ دکھلاکے پہلو   ولیکن یوں ہے توں جوں سیف دو رو

دسے پانی نمن گرچہ ترا خو   ولیکن تیغ نمنے ہے توں دو رو

ترا ہے سنگ تے کر سخت سینا   سٹیا کیوں پھوڑ کر وو آبگینا

تو صورت میں ہے گرچہ آدمی زاد   ولے سیرت میں ہے ابلیس کے ناد

بلا[4] ئیں کیوں لجا کر اس کوں کھالیا[5]   تشکر کے ناد کیوں پانی میں گالیا

---

[1] مکر کے اچھر سنی جیوں ۔ ی ۔ مکر کی باتا ۔ ھ ۔ [2] ہے سر سیں پاؤں لگ فتنے کی جڑ توں ۔ ھ ۔ [3] ی میں مصرع یوں ہے ۔ ترا دل جوں دوات ہندواں ہے ۔ [4] دریا ۔ ل ۔ [5] ڈالا ۔ ھ ۔

لگے تن من میں نیناں میں بن اس بار ؏ — خوشی غم ہور صحبت درد گل خار

لڑیا نیں سانپ ایسا میرے دل کوں — جو نخشے کا اثر تیرا یو افسوں

نین اس دھات نیں گئے مند میرے[1] — جو آوے نیند گانے سن کوں تیرے

نہیں ہوں وو کنول جو اس سرج طرح باج — شگفتہ ہوؤں[2] پھر کسن چاند سوں آج

وو چاتک نین ہوں میں جو سانت پر گیے[3] — ہر یک پانی سوں لب اپنا کروں تر[4]

پرت کی رد روش میں ہے پڑا ننگ — جو گئے پر ایک دوجے سوں کروں سنگ

وفاداری میں ہے اس بات کا عار — دکھانا کھول کر دوسرے کوں رخسار

مرے بتھا عمر کے رکہ کا اوبک ڈال — سٹیا ہے ماریکبار اس کوں ہو کال

محبت میں نہیں کچھ عیب اس باج — جو دوجے کوں سنجھانا چھوڑ کر لاج

محبت[5] میں منجے گفتار ہے ایک — خدا ایک ہور نبی یک یار ہے یک

توں منج جلتی کوں پھیر کر یوں نکو جال — نکو ڈبتی کوں منج دریا منے ڈال[6]

؏ ۵ میں یہ شعر یوں ہے۔ لگے من تن میں نیناں میں بن اس سار۔ خوشی غم ہور محبت درد کل چار۔
[1] سوں گئے نیند۔ او ج۔ [2] ہوئے۔ ۵۔ [3] وو چاتک نہوں میں جو سانت گیے پر۔ [4] کیانی سوں اپنا لب کروں تر۔ ا۔ [5] دیدار۔ ۵۔ [6] مروت۔ او ج۔ [7] کال۔ ۵۔

نکو ہرگز توں پھر اس بات پر آ　　تجھے سوں ہے کہ جیوں آیا ہے توں جا
رکھیا نیں دیک کر کئیں بات کوں ٹھار　　پھریا وو حیلہ گر (قسم) واں تے نہ دم ما

وزیر کے ملک حوالے کر چلیا شہ نیہ لیاوا
پکڑ دربار اس دھن کا... کرنیں کوں دربانی

کھیا سب شہ کوں[1] غصے کی کہانی　　جو کچھ (کہی) کی تھی برہ کی وو دیوانی
کیا[2] جا شہ سوں سب اسکی زبانی　　کہ صورت شاہ کی[3] اس من نہ مانی

سنیا سو بات شہ رو کر اچھیا ویں　　دریغی سوں کہا اس حیلہ گر تئیں
کروں کیا فکر ہور کیا ہیں کروں (فن)　　نہیں ہوئی مہرباں کچ مجہ پو وو (دھن)
حکومت کا نرے دے سیں پرہا　　پڑوں گا جا کو تنہا اس کے دربا
رکھ اس کے آستانے کے اپر سر　　کروں گا یاد اس کا ناؤں پھر پھر
کہ آخر یوں تو بی (بھی) اس پیارے آئیگا[4]　　نہیں[5] بھایا تو کچ یو تو بھائیگا
کہا تیوں جا کو اس کا دار پکڑیا　　نین ہور سیر جا اس ٹھار رگڑیا

---

۱ شاہ کوں غصے کی کہانی۔ ا۔ ۲ کہا۔ د۔ ۳ کن۔ د۔ ۴ آگی۔ ج۔ ۵ وو پل کیے ہیں
بیری نار آگی۔ ج۔

صباات[1] وصل کا رہ دیکھنا جائے سلام آوے نہ اس کوں نئی علیک آئے
قرار آپس آپ یک شغل دے لے محبت کا گنجیفا[2] دل ہیں کھیلے
کہے باندیا ہوں ہیں بازی سراپا تجے ہیں دیوں گا آخر سر اپنا
نہ کوں بازی پرت کی توں[3] جفا گن اہے بازیاں جنتے اس کوں جفا گن
سنا کر منج گلا دھن کر توں بات آج توں اپنے وصل کا دلا بات آج
نہ کر ٹکڑے[4] جدائی کی فرنگ سوں برہ بہری کے جنگل تھے چھڑا توں
تو اپروپ آ دکھا گی تو منج اے دھن زیادہ تر خدا دے گا تجے دھن
نہیں ہے کچھ قناعت اے دھن جدائی ۱۴۰۰ منجے کیا واسطے افغاں ہیں لیائی
توں کیا کام[5] بر نہیں لیائی مری آس سبب[6] کیا تجہ کوں نیں کھاتی مری باس
کرے سورات کو باناں نت اس دھات لگا کر دیکھیا دھن سوں لیس ہور رات
لگی[7] مدت اسی دھا توں گذرنے انجھا نزدیک شہ برہے سوں مرنے

---

[1] اٹھ ۔ ک ۔ [2] روز ۔ ا ۔ [3] گنجیفا ۔ ج ۔ [4] منجے توں وصل کے رنگ صاف رنگ سوں ۔ [5] کم ۔ ک ۔ کسر خاطر ۔ ھ ۔ [6] کہ اس کا اجر دو گنا ہی خدا پاس ۔ ک ۔
[7] لگیا اس دھات سوں مدت ۔ ج ۔

سنیا سو مصر کے شہ نے موا کر پوت اپس کا سو
چلیا اس شہر پر ہم سوں غصے تے دل منے آتی

شجاعت کی جنے یو بات بولیا　　زباں کے گوہراں اس ٹھار تولیا
جو تھا شہ مصر کے شہزاد کا باپ　　رہیا تھا جو بچھڑ کر پوت سوں آپ
سدا بیٹے کے بن تنہا اچھے وو　　اسے دیکھے بدل جیتا اچھے وو
صبا اٹ اپنے اس یوسف کوں کر یاد　　کیا تھا نین وو یعقوب کی ناد
نین کی روشنی ہونا نہ کیوں دور　　جو کہتے پوت کوں ہیں نین کا نور
دغا شہزادے کوں دشمن نے سو　　یکایک شاہ کوں اپڑی خبر وو
سنیا سو موں دکھایا درد ہور غم[1]　　ہوا تاریک اس کے حق یہ عالم
خوشی ہوئی دیکھ دل کی غم سوں برباد　　لگیا لڑنے کوں جیوں[2] پر گیند کی ناد
لگیا کرنے کوں غم سوں غم وو غمناک　　لے سٹ جو گیاں کے نمنے سر پر خاک
ملے جو پھیر آ شہ کے وزیراں　　جو تھے سردار ہور سالم امیراں
لگے نعلین پر سب شہ کی پڑنے　　پیشانی پانو پر لاگے رگڑنے

۱؎ غم اپر غم ۔ د ۔ ۲؎ غم سوں ۔ ج ۔

کہ اے شہ غم اپنا کرنا نہیں خوب — دل اپنا درد میں دھرنا نہیں خوب
سراسر شہ کے مطلب کوں اپڑ کر — دلاسا دے کہے یوں پانو پڑ کر
نہیں[1] کچ فائدہ کرنے میں زاری — کئے ہیں منع کرنا اشکباری
خدا کن منگ لینا ہے صبوری — وہی دیگا صبوری کی مزوری
کہیا شہ کیونکہ[2] ایسے میں سنبھالوں — نہ کیوں دل کی اگن سوں تن کوں جالوں (جلاؤں)
کہ منج اندلے[3] کی یک لکڑی کے تیں (آپ کوں) (اندھے) دو — ۱۴۲۰ سٹیا ہے توڑ کر ستی جفا جو
مرے تھا عمر کے دکھ کا دو ٹیک ڈال — سٹیا ہے توڑ کر ستی جفا مال
دریا[4] ہو کر ابلنے کوں لگیا خوں — اجل کنچو (اکے) بیٹھی جا بچھرا موں
ہے واجب باپ کوں بیٹے کی خاطر — بلا جو کچھ کھڑ[5] یگا سو لینا سر
اتال آتا ہے یوں منج دل میں یکبار — عدو کے ملک پر برساؤں انگار
پڑوں (اب) دندے[6] کے گھر پر ہو کو بجلی — سٹوں جا قہر کی لشکر پو بجلی
ولایت میں اچاؤں اس کے شر شور — دکھاؤں تیغ سوں بازو کرا زور

---

[1] کہ نیں۔ ا و ج۔ [2] یوں میں ایسے کیوں۔ ج۔ [3] اندھلے کی اندلیکی جو لنگڑے تیں دو۔ ا۔ [4] ا و ج ہیں ندارد۔ [5] کھڑے سو لینا اپ سر۔ ہ۔ [6] دشمن کے ہو کر گھر۔ ا و ج۔

سرا سر رزم کا دھر دل میں مطلب — کیا لشکر کوں حاضر بعد ازاں سب[1]
ملے ہو مستعد شمشیر بازاں — یکس تے ایک نامی یکّہ تازاں[2]
ملے ہو گرم سب تازی سواراں — جو تھے لاکھاں اوپر بھاری ہزاراں
ہلیا لشکر لے شہ جا گے تے اپنی — چلیا[3] عسکر لے شہ جا گے تے اپنی
دسیا دل شہ کا یوں تیزی کے سنگات — کہ جیوں چلتا ہے بادل باو کے سات
لگی یک دھر تے بجبیں بجبیں بھیر بجنے — لگے دھم دھم دمامے سب گرجنے
اٹھیا چو بھیر پیشا پوش[4] کا شور — نقاریاں کا ہوا باجا بہوت زور
گیا بادل[5] تلک یو شور ہور غل — پڑیا غوغے[6] سوں لس جگ میں تزلزل
اٹھیا[7] ایسا زمیں تے شور ہور شر — ہدرنے کوں لگے تھے سات انبر
گیا آواز چو اسمان پر سے — رکھے انگلیاں ملائک کاں میں پالے
جدھر چلتے اتھے وو راہ واراں — سنے میں دھرت کے پڑتے تھے غاراں
ہتیاں کے پاؤں سوں سب بھر کو دو غار — اول کے ناد بھیر ہوتے تھے ہموار

---

[1] آپنے ۔ ج و ا ۔ [2] ایک نازاں ۔ د ۔ ترکتازاں ۔ ھ ۔ [3] ہلیا لشکر تے ۔ ج ۔ [4] بھیر یوی شنا یو شکا
ا ۔ [5] اسمان لگ ۔ د ۔ [6] غوغا ۔ ا ۔ اس شور سوں ۔ د ۔ [7] اٹھیا اتّا ۔ ج ۔

دھرت پر لوگ یوں پسرے تھے سارے — گگن پر جس روش دستے ہیں تارے

دھولارے تل چھپیا ہو دیس بے نور ۱۳۴۴ دسے ہو اس میں وو شہسوار جوں سور

چندر تارے کے ہمنے تل نہ کیں بھاے — کئے سو رات دن نا صبر یلغار

ولایت کوں جو اپنے ہند کی جا — خبر اپنے اپڑے شہ کوں سندکے آ

کہ یک کوئی شاہ لے بے حد سپ دل — بڑی زوری سوں آتا ہے ادھر چل

نہ جانے بھی خیال اس کا کدھر ہے — ولے دیکھے تو رخ اس کا ادھر ہے

تمیں ہے کون پوچھے تو وو یوں کہے — ہمیں سارے دلیراں مصر کے ہے

سنیا سو دل میں شہ کے فکر یوں آئے — مبادا دل گیا تیوں ملک بی جائے

ہے مشکل بعد ازاں اس دھن کوں پانا — نہیں ممکن وو موہن ہات آنا

سکت رہنے ہے منج نے تخت ہور تاج — سکت رہنے کوں نیں اس موہنی باج

گیا تو ملک نیں کس بات کا غم — ولے ہے منج بڑا اس بات کا غم

---

۱ شہ سوار۔ ا۔ ۲ سند۔ اوج۔ ۳ سالم۔ اوج۔

۴ فکراں شہ کی یوں آئے۔ ج۔ ۵ کوں۔ ج۔

۶ اپر۔ ا۔

دھماٹ سوں شاہ ہندی نے کہلا بھیجا سو اس شہ سوں
صبا کے دن ہیں ہم دم دکھاویں جنگ میدانی

لگایوں فکر کی تیزی کوں مہمیز ویں جھگڑے کی آتش کوں کیا تیز

اول دانا[1] کوں یک بارے بلاکر   کیا یوں بول اس کے دھیر جاکر
سبب کیا ہے یہاں لگ پیش آنے   ہمارے ملک پر لشکر چلانے[2]
ہمیں ہندی اگر جھگڑے پر آویں   گھڑی میں مار مصریاں کوں بھگاویں
ہمارا فن ہے کرنا ترک تازی   ہمارا کام ہے شمشیر بازی
ہمارے راوتاں کوتے[3] ہتھیاراں   ہمارے راوتاں دشمن شکاراں
دلیری[4] میں یو ایسے ہیں دلیراں   انن کوں دیکھ جنگل پکڑے شیراں
دلیری دیکھ ہر یک لشکری کی   کمر بیٹھی ہے دھاکا[5] سوں ہر یک کی
ہمارے لشکریاں ایسے ہیں جنگی   پلنگا ان کنے سکتے پلنگی
نہیں چالاک سوں کس کا ہم اس ٹھار   انوں کی بات سوں جھڑتی ہے انگار

---

۱ دلنے۔ ا،و،ج۔ داین۔ ج۔ ۲ اوچانے ک و ا۔ ۳ کرتے۔ ا۔ ۴ دلیراں۔ ج
دلیروں۔ ھ۔ ۵ دھاکوں ہر نری کی۔ ک۔

لیویں[1] ہاتاں میں جب غصے سوں جمدھر ہر یک یک ضرب تل دو دو کرے دھڑ
اگر نکلیں جو لے ہاتاں میں بھالے وہی باچے خدا جس کوں سنبھالے
شجاعت میں انہوں کوں دیکھیے[2] تو ہر یک بچلی رہے دشمن کلھے وو
سروہی[3] کوں صراحی بوجتے ہے سمجھتے ہے عدو کے لہو کوں کر مئے
پیالے سر کے کالسے کر کو جانے کباب اعدا کے دل کوں کر پچھانے
مسلماناں میں جھگڑا کافری ہے نکو جانو کہ جھگڑا سرسری ہے
یہاں تے جاویں گے تو چھوڑ کرناؤ رہے گا تو تمہارا جگ میں کچھ بھاؤ
اگر نیں تو صبا معلوم ہوگا یو جھگڑا کس پو آخر شوم ہوگا
شتابی سوں گیا جیوں دو گھر سنج بکھیریا بات[4] کا اس سامنے گنج
ہوا وو دو جھگڑا جیوں ظفر پاتشاہ مصری نے
پکڑ لا شاہ ہندی کوں کئے محبوس زندانی
سفیر شاہ مصر جوں جا[5] سوں تقریر لگی وو بات ہو کر کان کوں تیر

[1] دلیراں گر لیویں ہاتاں میں جمدھر ۔ ج و ا ۔ [2] پھنکی ہو تو ۔ ا ۔ [3] اس کے مقابل ی میں یہ شعر ہے۔
سروہی کو صراحی کا کہیں آب ۔ عدو کے لہو کوں کر سمجھے مئے ناب ۔ [4] بات کا ۔ ا و ج ۔

کھڑگ پر شاہ وہیں غصے سوں سٹ ہات[1] کہیا یوں بول پھر اس سنگدل سات
کہ تو لیتا ہے ناحق جیو جس کا سو ہونا ہوں سگا میں باپ اس کا
لگی ہے دل کوں میرے آگ اس تی جھگڑنے کوں نہ کر سوں تجہ سوں سستی
ڈرانے کوں ترے ہرگز نہ ڈر سوں تجے مارے بغیر میں نا گذر سوں
سنایا توں دلیراں کی دلیری دکھا بارے دلیری منجکوں تیری
کہیا توں اپنے سب لشکر کی تعریف سناؤوں اب مرے لشکر کی تعریف
کہیں ہمنا جگت دشمن تراشاں ہمارا نام ہے درجن تراشاں
ہمیں جھگڑے کوں نیں شکتے ہیں ذرّا نظر میں کس کوں نیں رکھتے ہیں ذرّا
ہمارے لشکریاں ہے باد بارے ہے عاشق جنگ کے یکرنگ سارے
سجے کر دلبراں[2] کی زلف غازیاں کریں جا پر چھیاں[3] سوں دست بازیاں
قداں ہے سرو قداں کے کگر جان ایسے ہیں تیراں سوں جاہاتاں کوں گرداں
سدا جھگڑے کے دھرنا درکو دیکھیں دھنک کیں دھن کے ابرو کر کو دیکھیں
ہے[4] ایسے فن میں جھگڑے کے توی دل گنے[5] پلکھاں کوں تیراں کے مقابل

ا۔ بے وفا۔ ی۔ ۲۔ دشمن کے زلفاں ہے۔ ج۔ ۳۔ برچھیاں۔ د۔ ۴۔ سپر سینے کی کرا ایسے ی وھ۔ ۵۔ کتے۔ ی۔ کنی۔ ی نسخہ۔

سلھوے[1] کا جھل جھلانا دیکھ جھلکار		دیویں بوسے سمج کر دھن کے رخسار
ہماری تیغ کوں ہے ناؤں اونا		کہے اونا کرے وو کام دونا
اسی تے اس کوں ہے سب بڑا قیمت		سینے کا پھول سو ہے اس کوں حجت
نہیں تجہ میں مسلمانی کے شیوے		نہیں تجہ میں کچہ ایمانی کے شیوے
اہے لازم مجے تجہ سوں جھگڑنا		ہے واجب بلکہ تیرے سات لڑنا"
یو باتاں بول کر وو شاہ دانا		کیا حاجب کوں اس شہ کے روانا

وو حاجب جا کو بولیا شہ سوں اپنے		سنیا سو آکو بولیا شہ سوں اپنے
نہایت[2] تھا سو مطلب شاہ پایا		عداوت کے علم کوں دیں اچایا
چلے دو دِھر تے دو لشکر کے سردار		سکندر[3] ہور دارا آئے یک ٹھار (تلذبذبا)
مگر یک ٹھار دو دریا ملے گیا		وو لشکر دو طرف تے یوں بھڑ آئے
چلے دو دھر تے یوں لشکر کے پھاراں		ملے جوں دو طرف سوں کوہساراں

---

۱ چھلکنے دیک لھوسے آبنر کے سار۔ او ج۔ ۲ جو کچہ مطلب جو تھا سو۔ او ج۔ ۳ ہلے دو دھر تے دو لشکر کے سردار۔ او ج۔

یکایک دو طرف فتنا اٹھا جاگ
اٹھی دو دھر تے جھگڑے کی سلگ آگ

ملے ہر حال آکر اژدہا دو
ہوے دو دھیر تے لٹ پٹ بلا ہو

سلح[1] پوشاں کی یوں دستی تھی فوجاں
مگر سمدور[2] کی آتی تھی موجاں

دلیراں کے دسے یو تن پو جوشن
غضب[3] کی آگ جیوں کیتے ہیں روشن

مواں چار آئینے سوں مل دسے یوں
اگن پانی میں تے نکلے اہے جیوں

کھڑا سو قائم اپنے پانوں کوں کر
دسیا صف یوں کہ جیوں سد سکندر

نکل آیکہ تازیاں دو طرف سوں
ہوے اگے پچھے کر اپنی صف کوں

اول تنور[4] پر جھگڑے کی جیوں آئے
اگن وہیں تیر کی لکڑیاں سوں سلگائے

لگے سٹنے سراں پر زور سرکاں
کنگوریاں پڑے جیوں چور سرکاں

دلیری سوں دلیراں ہات میں ہات
ملائے گرز ہور شمشیر کے سات

ٹھٹھا ٹھن دیکھ ہور سن کر کھٹا کھن
لئے داتاں میں کر انگلی وہر کھن

[1] زرہ۔ ا ۔ [2] کہ ہیں کیا قہر کے دریا کی موجاں ۔ ب ۔ کہ جیسی قہر کے دریا کی موجاں ۔ ھ ۔ [3] ب میں مصرعہ ثانی پہلے ہے ۔ [4] غصہ ۔ ج ۔ [5] تل ۔ ج ۔ [6] تندیر ۔ ا ۔ تندور ۔ ھ ۔ تندی ج ۔ [7] وہاں تے وہیں ۔ ا و ج ۔ [8] کئے داتاں میں انگلیاں سروت کھن ۔ ا ۔

ہوا ایسا شفا شف اور فشا فش
زمانا گھابرا ہو کر گیا[1] غش

لگیا تیراں سوں ہور بھالیاں سوں آ کام
گئے چھانیاں کے سب پیٹاں کوں پیغام

بیتے تیر[2] سے سہے سینے کے سپراں
جھجر[3] ہو کر رہے سینے کے سپراں

تماشے رو برو آ کھول کر آنک
یکس کے یک سینے تے[4] دیکھنے جھانک

یکس کی ٹھیک چھاتی[5] میں خنجر مار
ملو کر کار[6] سٹتے تجھے دلاں بھار

موں میں تیز سے رہے لگ سو دسے یوں
ہتیاں گانڈے لیئے ہیں موں منے جیوں

دلیراں تن کوں لگ تیراں پڑے سو
نظر تل سار سل ہو کر دسے وو

دھنک سوں تل دس آیا یوں ہر یک تیر
مگر کیا قوس میں آیا آہے شیر[7]

تبر بیٹھا سو ہر یک سیس کوں پھوڑ
دسیا یوں مرغ کا جیوں[8] لہو بھریا موڑ

کٹھر[9] ایسا ہوا ایسا کھچا کھچ
فلک کی ہیبتاں سوں گئی مکر دھچ

ذرہ[10] سوں لہو نکل جوں بھار آیا
ہر ہینیاں نکے نیں کا تھا سمایا

---

[1] گرا - ج - [2] تیراں - د - [3] جھنجر - د - [4] ہیں سوں دیکھتے - ا، و، ج -
[5] چھاتیاں - ج - [6] کہار - ھ [7] تیر - ا - [8] لہو پر - د - [9]
کہترا - ج - [10] صرف - د -

گیا[1] آواز سو اسمان میں اپے　　رکھے انگلیاں ملائک کان میں لے

ہتے رگڑے گئے جھگڑے[2] تلے ہیں　　ہتے ہو چور گئے رگڑے تلے ہیں

بھریا تھا سب ہوا رو حاسو جاں[3] نا　　دجوداں[4] تل زمیں دستی نہ تھی کاں[5]

دریا ہو کر اُسے ملنے جو لگیا خوں　　اجل کچو اکو جا بیٹھی پھرا موں

ہوئے اس ٹھار پر عالم بنے ٹھار　　چلیا دیکھ ہو کو عزرائیل بیزار

گیا چھپ کر ڈھلار کے تل اسماں　　ہوئے غائب نظر میں تے چند بھاں

نہ دیک سک کر یو فتنا مصور یو جنگ　　دنیا جینے سوں اپنے آئی تھی تنگ

بھیا جوں مصریاں پر فتح کا باؤ　　کنارے کوں لگیا مقصود کا ناؤ

یکایک مصر کے شہ کے دلیراں　　دناکر[6] دل میں جو بیٹھے وو شیراں

پھرا باد[7] ہیں مکھ اس شہ کا سندر دل　　سو پائے مصریاں یکبار گی بل

خدا تے فتح ایسا مصریاں پائے　　جو شہ[8] کوں ہند کے جیتا پکڑ لائے

پڑی[9] جوں دشٹ شہ کے تس کے[10] اوپرال　　کیا غصے سوں اس کوں اپدا افعال

[1] صرف د۔ [2] منے۔ د۔ [3] جاں تہاں۔ ھ۔ [4] دوردوتہاں۔ ا و ج۔ [5] وہاں۔ ھ
[6] اوٹھاکر۔ د۔ [7] موں کوں۔ د۔ [8] واں کے شاہ کواں۔ ا و ج ھ۔ [9] پڑا شہ شہ کے بس میں شہ اون [10] اوپرال۔ ھ۔

توں اپنے نفس کے کاماں کی خاطر ۔۔۔ گنہ گاری کوں لیتا[1] آپنا سر

گنوایا ہات تے آخر کوں شاہی ۔۔۔ ستم توں لالیا موکوں سیاہی

نہ یاں رہی ذرّہی[2] تیری آبروئی ۔۔۔ نہ واں کی کچ توں پایا ہے[3] نکوئی

عبث[4] جگ میں ہوا یوں آج بدنام ۔۔۔ خدا کوں خوش نہیں آتے سو یو کام

تجے اس کام پر لیائی تری موت ۔۔۔ کرے کیا کوئی آئی ہے تری موت

توں شہزادے کوں ماریا جس روش[5] سوں ۔۔۔ اسی دھاتاں سو مرتا ہے جوں تو

جو مچھلی کے گلے میں لکھ کوں پتّر بند بھیجے جوں
خبر اس کی جیاتی کی دو دن کوں پھر لیکر آنی

کیا پھر شاہ کوں اس دھاسوں عرض ۔۔۔ رضا ہوئے تو کروں یک بات کوں عرض

خزینے میں مرے ہے ٹیک مچھلی ۔۔۔ نہ مچھلی اس کے سم کوئی آوے سچلی

کئے[6] ہیں اس کوں حکمت سوں حکیماں ۔۔۔ گھڑے ہیں بہوت صنعت سوں حکیماں

طلسم اس پر لکھے ہیں خوب اوّل تی ۔۔۔ سٹے پانی میں تو آپیچ چلتی
خود ہی

---

[1] دیتا۔ ا۔ دے کر۔ ک۔ [2] درتے۔ ا۔ [3] سرخ روئی۔ ک۔ [4] ازل۔ ھ میں مصرع ثانی، اول ہے۔ [5] سند۔ ا۔ [6] کرے۔ لاوج۔

حقیقت[1] قعر کا جناں کنے سوں — کھلاتی اچھے پانی منے سوں

خبر بارے اول شہزادے کا لیو — نمیں[2] منگتے ہیں جیو بعد از سزا دیو

منگا بیگی سوں اس مچھلی کوں[3] حال ۱۵۴۰ کہے تیوں لیکے پانی میں وو[4] ڈال

وو مچھلی اس حقیقت کا خبر لے — نکل کر آئی دو دن کو بہتر لے

مچھل[5] خط سوں لکھی تھی اس میں یو بات — جو[6] شہزادے کو لینے نیں ہیں کھات

لے کر گئی تھی پکڑ کر ایک ماہی — منگیا رکھنے کوں اس[7] لب جو الہی

نگلنے کوں وو ماہی اس کوں نا سک — کتک دن تک اپس کے مو منے رک

سٹی جا کر جزیرے پر سمن کے — کہ جاں ہوتے ہیں پھولاں یاسمن کے

وہاں کھاتا ہے ہور پیتا ہے وو جاں — پریاں کے بند میں جیتا ہے وو جاں

سنیا جو باپ بیٹے کی خبر وو[8] — موا نیں ہے وو جیتا ہے اگر وو[9]

ہوا دل[10] کا ابال اس کا تلے ٹک — سٹک اس کوں[11] لکھ دکھایا کم ہوا دک

---

۱ جتنے پانی میں دکھلایا ہے جی موں۔ کھلاتی ہیں جناں کے کنے سوں۔ ا و ج۔ ۲ کہ جیوں منگتے ہیں تیوں ا و ج۔ ۳ ہر۔ ا و ج۔ ۴ اول باری۔ ۵۔ ۵ جوں شہزادے کوں پانی میں کئے گھات۔ ۵۔ ۶ جو آیا۔ ج۔ اپنے۔ ا۔ ۷ جواں۔ ھ۔ ۸ یوں اد ۹ وواں۔ ا و ج۔ ۱۰ دکھ۔ ۵ و ھ۔ ۱۱ جاج

اچھو کر نو تنک اس شمع کوں رکھ یک ٹھالے
چلیا اپنے شہر کوں وو شہریار

بچھیا کنعاں منے یوسف بدل ڈھنڈتے سمن بر بے
چلی تھی باوری ہو کر پکڑ سوز زلیخانی

مسافر عشق کے شدت نگر کا ۱۵۰۵ بیاں کرتا ہے یوں محنت سفر کا

سمن بر جو پڑی تھی برہ دھرتی
دریا میں غم کے ڈبتی ہور ترتی (ڈوبتی اور تیرتی)

گیا تھا رنگ روپ اس کا ہو برباد
لگی جوں پت جھڑی کے پات کے باد[1]

پرت کے گرم بارے سوں ہو مخمول
پڑی تھی بھئیں پو[2] وو کملا کو پھول

رھیا[3] تھا ہو کو یوں اس نار کا حال
خزاں کے جوں سکے سو جھاڑ کا ڈال

پڑی سو باغ تے (سے) پنچھی منن (مانند) دور
برہ کے درد دکھ[4] سوں پائی تھی جھور

کدھیں برھے سوں جو تن دکھ دکھاوے
ٹھنڈک[5] نے ہو چیندن گر تن کوں لاوے

توں اس برھے جلی کے تن کے اوپر
وو جانا تھا چیندن جل راکھ ہو کر

کدھیں جو آگ برہے[6] کی کرے جوش
بجھاوے پھول پکھوے نل ٹک آ ہوش (پہلو نکلے)

---

۱ پکی - ق - ۲ اوپر - ق - ۳ ھ میں اس کے بعد یہ شعر زیادہ ہے - رہی تھی ٹھنڈیں دوری کی دکھی ہو - خزاں کی ڈال کے مانند روکھی ہو - ھ - ۴ کی چوٹوں سیں تھی چور - ھ ۵ ہو چور - ق - ۶ ٹھنڈک ہوئے تیوں - ا ج - ۷ بجھتے کی کری جوش - ا -

تو اس کی آنچ سوں پھولاں سب یک بار　　　بچھڑ لگ جل کو ہوتے تھے دو انگار
نہ لیا سک تاب بچھڑے کی تلک سوں　　　غصے سوں ہر گھڑی جھگڑے فلک سوں
اگر طالع سوں یک تل جو ڑے بخت　　　برے بختاں کوں اپنے پھر کرے بخت
سنی سو جیو کا اپنے وو میتا　　　موا نیں ہے پریاں کے بند میں جیتا
کہی اس ٹھار اچھوں یوں میں کتے دن　　　بلکنی صور تپتی پیو کے بن
اگر یاں سو برس لگ کر رہوں ٹھار　　　تو ہرگز مجھ پو آسے نا کسے پیار
بن سک کر موئی پی صور جگر پھوٹ　　　نہ پائی پیاس کوں پانی کی یک گھوٹ
خبر اس ٹھار میرا کئی نہ لے سے　　　منجے اس پیو کی (کئی) آگاہی نہ دیسے
بھلا وو ہے جو ڈھنڈتی جاؤں اس کوں　　　ہر بختاں سوں پھر کر پاؤں اس کوں
پرت کے دو میں سفر کی ہوا تالی　　　کر اپنا چیر کھنتا گل میں گھالی
منگی چلنے کوں جب پر سے بلمپی　　　اپس پانواں کوں سب جھیر لپیٹی
بجھبوتی اپنے موں کوں پھیر لگائی　　　نجھ کا چاند بادل میں چھپائی

لہ پاوے۔ ا۔ ۲ە کوئی۔ ج۔ ۳ە ہو مسافر۔ د۔ ۴ە ڈالی۔ ھ۔ ۵ە پلیتے۔ د۔ سمیٹی۔ ھ۔

لە بھبوت د۔ ۷ە چندر کوں یاریں ستیں۔ د۔ عە زیادہ ہے

سفر کوں[1] مستعد ہو اس روش سوں — چلی ویں ڈھونڈ لینی اس سجن کوں

برہ کے[2] درد دک سوں پدمنی وو — چلی تو اس لے ببسرا[3] گنی ہو

پڑی دُک غم کی آ سینے اپر سل — چلی بھرتی جنگل کی ہو کو کویل

جتے تھے آشنایاں صور تگاں نے — لگے اُس دیکھ کر افسوس کھانے

کہ یو نازک[4] سندر نازک پگاں کی — یو نازک پھول تے نازک ڈگاں کی

یو نازک ناز کی ناری نویلی — یو نازک چھند کے چھب کی چھبیلی

کدھیں پھولاں اپر چلنی[5] جو جاوے — چھلے پاواں کوں آکر تلملاوے

کدھیں چندن[6] لگاتی تن کوں وو نار — لگے چندن ہو کر تن پر اسے بھار

دیوے کی چھانوں جوں پڑتی تھی اُن پو — سنگینی سوں رہتی تھی[7] اٹ نہ سک کر

ہر یک کوئی دیکھتے تھے تو نظر سوں — وو نگتی تھی نظر سوں زخم اس کوں

وو ایسی نازکی تے ہات دھو شوخ[8] — دیکھو نکلی ہے کیوں پردیس لے شوخ

یو بابا چی عشق کاں نے سر چڑیا اس — یو کاں تے ناگ بر بھے[9] کا لڑیا اس

---

۱ کی۔ ا د ج۔ ۲ برہ ناسوس پیو کی کارنی وو۔ ک۔ ۳ سر آپنے وو۔ ا د ج۔ ۴ نازک سندھری۔ ا د ج
۵ یہ جو چلنے کوں۔ ج۔ ۶ جو لاوے۔ ک۔ ۷ تھی تو۔ ج۔ ۸ نپٹ آسودگی سوں۔ د ہ۔ ۹ بچھڑے۔ ک۔

بسر سدھ آپنے تن کی چلی ہے ۔۔۔ خبر سٹ آپنے من کی چلی ہے
سمن بر جب چلی بیرت زوروں ۔۔۔ چلی اپنے پیر کے سنت کیے زوروں
نہ پروا دھوپ کا نا چھانو کا تھا ۔۔۔ نہ سدھ اس کوں جنگل ہور گاؤں کا تھا
کدھیں چنتے تھے اس تلوں میں کانٹے ۔۔۔ لگے تن کوں کبھی کانٹیاں کے بھانٹے
کدھیں نالے ندیاں جاں تاں النگنی ۔۔۔ چھلیاں سوں پاؤں کے کاہے وو نگنی
پرت سوں پیو کے ہو کر دہیلی ۔۔۔ وو یو چلتی اچھتی لاڑاں کی کھیلی

سمن بر عشق سوں پیو کے چلی وو تیاگ لے جیو پر
پڑی آ ایک جزیرے پر اتھا وو جائے نورانی

عجب کچھ عشق ہے کچھ عجب عشق ۔۔۔ جدھر دیکھے بی ہے سب عشق سب عشق
اگر نیں عشق تو عالم ہوا کیوں ۔۔۔ مٹھی بھر خاک سوں آدم ہوا کیوں
اگر نیں عشق تو یوں عمر سارا ۔۔۔ پریشاں ہو کو کے پھرتا ہے یارا
اگر نیں عشق تو یوں کے جلے آگ ۔۔۔ ہمیشہ کائے کوں اچھتی ہے یو خاک

---

۱ دھن من ۔ ج ۔ ۲ تن من کا ۔ ج ۔ ۳ ہمت ۔ ھ ۔ ۴ کبھیں ۔ ۵ میں ہر جگہ لکھا ہے ۔ ۵ کدھیں لگتے تھے اس ۔ ج ۔

اگر نیں عشق تو یوں آکو چو نشاں　　دریا کیا واسطے کرتا خروشاں
اگر نیں عشق تو کیے سبز ہے جھاڑ　　کھڑے کیے پانوں اپنے گاڑ یوں پہاڑ
اگر نیں عشق تو یوں تن کوں لا خاک　　سبب کبارات ون پھرنا ہے افلاک
اگر نیں عشق تو اس دھات تل تل　　ہر یک جا کیا سبب رونا ہے بادل
اگر نیں عشق تو ود برھنی دھن　　چلی کیوں آپنا سٹ مال ہور دھن
خدا کے لطف کا مارا سو بارا　　کھلیا اس درد کے دل کا اندھارا
بہر حال یک جزیرے پر پڑی دھن　　جزیرا وو نہ تھا تھا یک سرگ بن
اجائے تجھے سراں اں تو نہالاں　　تجھے ڈلتے باؤ سوں دو نے کی ڈالاں
جدھر دیکھے بی جھاڑاں بار کے تھے　　جتے بھی جھاڑ طوبیٰ سار کے تھے
دسے رکھ ڈال سوں مل ڈال اس دھات　　لئے ہیں اچھڑیاں جیوں ہات میں ہات
تھے چشمے نیر کے ہر ٹھار بھر کر　　ہوا تھا چو کدں سبزہ زمیں پر
دسے یوں جھاڑ پانی کے بندارے　　کھڑیاں حوراں پکڑ کوثر کنارے

۱۔ یوں تو کیوں۔ ج د ا۔ ۲۔ چھوڑا اپنا ملک۔ ق۔ ۳۔ انگارا۔ ج۔ ۴۔ کھن۔ ج۔ ۵۔ بن کے دو۔ ا۔ ۶۔ جہاں۔ ق۔ ۷۔ اچھڑیاں۔ ا۔

دسے سبزہ زمیں پر یوں ہر یک جا — بچھائے پاچ[1] کا لیا فرش گویا
پھرے[2] پنکھیاں وہاں سبز اپر یوں — ملک پھرتے زمیں پر پاچ کی جوں
تجھا کر دیکھتی ہے واں جو وو نار — محل دستا ہے یک اپر یا اس ٹھار
محل ویسا نہ تھا بھی کیں زمیں پر — شک آتا ہے کنے کوں عرش تھا کر
مہندس فکر کا گم[3] ہو کو تھا واں — تصور[4] کا انتھا طراح حیراں
جتے اس فن کے تھے عالم میں استاد — رہیں دیکھ صورت دیوار کے ناد
تھے چشمے اس کے جیوں نیناں پریاں — دسے طاقاں بھواں جوں اچھریاں کے
جھلکنی[5] یوں دسے ہر یک دیوار — کہ جیوں آئینہ رخساراں کے رخسار
دسے[6] سج اس ٹھار بانٹے تھے طرف جا — نہ تھا واں عقل کی پرکار کا کار
بلندی[7] میں نظر کا پست تھا کام — سرو قدوں قد تھے جیوں ہر ایک تھام
نشیمن جاں تہاں دستے اتھے خوب — جدھر[8] دیکھے بھی تھے دیواں مرغوب
کرے تھے سنگ مرمر فرش اس ٹھار — وہاں لیپے تھے پانی[9] کر کو نیکار[10]

---

1 تھے بچھانا پاچ کا کیا۔ ا و ج۔ 2 مرغاں۔ ی۔ 3 اس طرح پر گم۔ د وھ۔ 4 رہے تھے ہوش واں طراح کے گم۔ د۔ 5 جھلکنی۔ ا و ج۔ 6 عجائب طرز۔ ھ۔ 7 صرف۔ ھ۔ 8 دریچے جاں کے تاں کیتے اتھے خوب ج۔ 9 سب سُتنے کی جھلکار۔ ھ 10 بہنکار۔ د۔ ہلک ر۔ ا۔

نشاں اس ٹھار پر نیں تھا چُنے کا ملمع واں کئے تھے سب سُنے کا
ثریا سار کے اس پر منارے کنگورے ہور کلس چندر ستارے
جھجر[1] ہر یک طرف تھا زرنگاری کرے تھے جا بجا تصویر کاری
کتک بالاں ملا کر رک قلم نام کرے تھے بال تے باریک سوں کام
لکھے تھے بیل سوں مل کر کلیاں کیں لکھے تھے جھاڑ سوں مل کر بھیلیاں کیں
لکھے تھے[2] پھل کو کیں ملتے سو پھولاں کھلے کیں پھول کیں کھلتے سو پھولاں
لکھے[3] تھے کیں تمے سو پھول ڈالیاں لکھے کیں سانڈ تے سو اوس بالیاں
کہیں بھنور کہیں تیتر لکھے تھے کہیں بلبل کوں پھولاں پر لکھے تھے
عربی[4] صنع سوں حل کر کو زنگار فلک[5] کے کیں لکھے تھے سبز زنگار
سُنے سوں سور کوں دکھلائے تھے کیں لکھے تھے کیں رُپے سو چاند کے بیں
شفق کوں کیں لکھے تھے شنگرف سوں لکھے کیں ابر کوں دریا کے کف سوں
لکھے تھے کیں گرہ بندے خطائی کہیں تحریر[6] کھینچے کیں سلائی

[1] مجحر۔ ھ۔ [2] مل کر کہیں بلبل سوں۔ ک۔ [3] ھ میں یہ شعر اضافہ ہے۔ [4] عنبر لے صمغ ۔ ا ۔ [5] کہیں دکھلائے تھے ِلک چرخ دیوار ۔ ک و ھ ۔ [6] کہیں بند عراقی کیں لکھے تھے ۔ ک ۔

محبت کے کرے تھے بہوت کاماں — نزاکت کے کرے تھے بہوت کاماں

(بہت کام (جمع))

لکھے تھے قطب شاہاں کی کہیں بزم ۱۳۶۰ لکھے تھے ترکماناں کی کہیں رزم

لکھیں[1] تھے صورتاں مستقبل اس ہیں — کہیں تھے مورتاں مستقبل[2] اس ہیں

کہیں فرہاد[3] کہیں شیریں لکھے تھے — عجب کچھ صورتاں شیریں لکھے تھے

کہیں عذرا سوں مل وامق لکھے تھے — کہیں معشوق کہیں عاشق لکھے تھے

کہیں مجنوں کہیں لیلیٰ لکھے تھے — بھی تنازی صورتاں کئی کئی لکھے تھے

بھوت واں چہرہ پردازی کرے تھی — ہنر[4] کے ہات سوں بازی کرے تھی

چتر ایسا چتارے تھے چتارے — چتارے[5] چین کے حیراں تھے سارے

سنج[6] کر دو پریاں کا ہے ککر ٹھار — رہی کر برہنی اس ٹھار کر ٹھار

خرابا جا لسائی برہنی وہن — خرابے میں سدا اچھتا ہے سچ دھن

(رہتا ہے)

ہر یک[7] دن ہر گھڑی ہر تل رو ناری — سجن کوں یاد کر کرتی تھی زاری

---

[1] لکھے تھے مورتاں ۔ ھ ۔ [2] مستحن ۔ ج ۔ [3] عاشق کہیں معشوق ۔ ک ۔ [4] ہنر کیں نیں سوا ہی جا گے بھرے تھے ۔ د [5] تھے حیراں چین کے نقاش سارے ۔ ک ۔ [6] ج اور ھ میں شعر یوں ہے ۔ سمن بر دھن پری کا لکر جا ۔ سفر کار خت اس جاگا سٹی آ ۔ [7] رہی تھی کھینچتی وال انتظاری ۔ ک و ھ ۔

رہی تھی اس سند سوں شہ پری واں اُتم اس لال کی وو منتظری واں

خوشی سوں ملک آرا لے چلی تھی گر کر بتوں

چڑی یک پاڑ پر جا وو دسیا وو محل تابانی

کتے یک پادشہ کوئی اس کدھیں کا حکومت میں سلیماں کے من تھا

تھے اس کے زیر دیوا جگ کے سارے پریاں اس حکم سوں تھیاں کنارے

تھے اس کے حکم میں جگ کے ددوام کریں اس گھر میں جناں روز آکام

بنی آدم تھے جیوں خدمت میں یکسر اتھے سب وحش و طیر اس کے مسخر

کتک دن کوں لیا وو ہور عالم سٹیا وو اس دنیا کے ملک کا غم

نہ تھا بیٹا سو کوئی اس شاہ کے گھر ہوا تھا راج بیٹی پر مقرر

کتے تھے عالم اس کوں ملک آرا وو بیٹی باپ کا لی ملک سارا

ہمایوں اس ہما کا لال چھپتر جگت پر سب ہوا تھا سایہ گستر

حکومت کا اوبچا اس ماہ کا ڈھال سٹیا تھا چھانو دو عالم کے اُپرال

سہاتا تھا مرصع کا اس اکلیل مسلم اس پہ تھا تبلیغ و تکمیل

۱۔ وو پری ۔ ھ ۔ ۲۔ ھ میں یہ شعر زیادہ ہے ۔

بلند اس بخت[1] کی اقبال مندی — فلک کوں[2] جگ میں بخشتی تھی بلندی
جرأت کے تاج کا اس کے تجلی نور — ہوا تھا سور نمنے جگ پہ مشہور
ہوا دیکھی جو یک دن بھوت ہی خوب — خوشی کا مئے چڑیا ہی[3] ایسے میں خوب
سواری کا کری وو شہر پری موب — بھوت کچہ عیش عشرت کا کری موب
سواری کے بدل ہو نے روانا — سٹی[4] دیک خوب ساعت پیش خانہ
مندف یک باغ[5] میانی خوب دینی — خجل اسمان کے ڈیرے کوں کینی
بندے زر باف کے چو پھیر قناتاں — کتنے ابریشمی اس کوں طناباں
بلند ایسا اچائی تھی وو مندپ — گیا پردا بدل کا نس تلے چھپ
گگن[6] پھیر تا منڈے میں اس دیوں — جنالک جیوں پھیر فانوس میں تیوں
اچھائی سوز میں پر یار گہ وو — ویا سب کوں نوا یک آسماں ہو
ہوئی محمل[7] نشیں وو شاہ خوباں — چلی سیارہ دل لے ماہ خوباں
چلی چوڈھل[8] منے وو بیست کر حور — لطافت کے گگن کے سور کا نور

---

[1] تخت۔ د۔ [2] جگت طالع کوں۔ ک۔ [3] خوشی کی سر چڑھی جو آکہ مئے خوب۔ ھ۔ [4] بھی دیکھی۔ ک

[5] جا کوان کے۔ ج۔ [6] صرف۔ ھ۔ [7] مجلس۔ ج۔ [8] محمل۔ ھ۔

مرصع کیے جو ڈھل[1] میں وو دسی یوں | دیوا روشن کرے فانوس میں جوں
ملے سو لوگ چوپھیر اس کے سارے | دسے یوں چاند کے چوگرد تارے
جکوئی دیکھے سو سب اس ماہ رو کوں | اچائے تھے زباں کوں یو دعا سوں
کہ یا رب[2] حسن میں ہے آج یو یک | بلایاں سوں تو اس[3] عالم کے نگہ رک
توں اس[4] چندر کوں رکھ گھٹنے سنے دور | نکو کم کر توں اس کے حسن کا نور
کھلا[5] اگلا کر اس چندر بدن کا | زیادہ کر جلا اس کے رتن[6] کا
جو حلقہ کھن پو دستا سو کھلے کا | اسے توں ہانس کر اس کے گلے کا
کر اس کے ہات کا درپن نشینے[7] کوں | کر اس کا فرش چرخ اطلسی توں[8]
تماشے دیکھتی تازے ہر یک ٹھار | چلی سو شہ پری پریاں[9] کی اوتار
پڑیا یک بارگی یک دشت تل پاڑ | کھڑا ہے صابر اس کے نادپک گاڑ
بلندی میں ہے جیوں ہمت بلنداں | بزرگی میں ہے جیوں اقبال منداں

---

۱ محل - ھ - ۲ خدایا - ج - ۳ پناہ میں توں اپس کی اس - د - ۴ دو - ھ - ۵ کہ تیوں چندر کے تئیں - ج - ۶ کلا - د - ۷ بدن - ج - ۸ سیسے کوں - ا - درسی کوں - ج - سیتی توں - د - ۹ بن پرکی - ج و ھ -

عرش کے دھیر تھا رخ نیٹ اس کا — سورج کوں تکیہ گہ تھا پیٹ اس کا

ملک[1] جیوں کو دکیاں اس سر پو ٹہلیں — بدل اس گود میں جیوں طفل کھیلیں

(کودکاں) (بادل اسکی)

نہ اس کوں باد کے حملے سوں غم تھا — پریاں کی بات کا نا کچ الم تھا

ہوئے[2] دشت اس کے پگ لگ جانہ سک بند — ڈھیگارا تھا اس انگے کوہ الوند

تھے پیدا عاشقاں کے اس میں لکھن[3] — اسی تے ہو کہ تھا گلزار دامن[4]

جو دیکھی پاڑ[5] وو عشرت اتالی — ہے اپنے مرتبے کے سار عالی

(پہاڑ)

چڑی[6] اسمان پہ اس مشتری ہو — اڑی اس پاڑ پر وو شہ پری ہو

بلندی پر اسے[7] ہر کوئی دیک کے — نوا چندر[8] نوے اسمان کا ہے

خوشی سوں سیر کر پھرتی ہر یک سو — نظر کر دیکھتی ہے تو وو مہ رو

دسیا وو محل جاں وو نار رہی تھی — برھنی بھار کر جس ٹھار رہی تھی

(رہی) (مقام)

اچنبا اس لگیا سو دیک وو ٹھار — کری لوگاں کے دھر یوں اپنے اظہار

---

[1] فرشتے۔ ج۔ [2] ک وھ۔ [3] لچھن۔ ھ۔ [4] جامن۔ ج۔ [5] اسکے تئیں۔
ک۔ [6] ک میں مصرعہ ثانی پہلے ہے۔ [7] دیکھ اس ہر ایک کئے۔ ا۔ [8]
چندلیو۔ ک۔ یہ۔ ھ۔

صفا جو دور تے دستا اہے سو — ہر یک کئی کیا اچھے گا یک بو[1]
کتک بولے[2] اچھے گا سور کا ٹھار — کتک کئے ہے صبح کے نور کا ٹھار
کتک بولے چندر کا گھر اچھیگا — کتک بولے اندر کا گھر اچھے گا
کتک بولے گلستانِ ارم ہے — کتک بولے[3] ارم کہنا ستم ہے
کتک بولے اچھے گا بیت معمور — کتک بولے اچھے گا نیں تو کہ طور
کتک[4] بولے اہے بیت المقدس — ۱۶۹۰ کتک بولے وو بھی کچھ ہے کرو بس
بڑیاں سو ہور[5] نھنیاں سوں وو بھی ٹھاٹ — مشخص خوب نیں ہوئی دیک کر بات
کہی یوں دید[6] باناں کوں بلا کر — دیکھو وو دور تھے دستا سو جا کر
کہ[7] وو کیا ٹھار ہے وو کون جا ہے — وو اونچا پاڑ ہے کئی یا اچھیا ہے
وو ہے واں کون واں کا حال کیا ہے — رتے سو لوگ کا واں چال کیا ہے
شتابی سوں خبر[8] اس ٹھار کا لیاو — صبا[9] ہو باس اوس گلزار کا لیاؤ

---

۱ سو کہو وو - ک - ۲ ک دوھ - ۳ مگر کیا جام جم - ج - ۴ ک و ادھ - ۵ یا - ا و ج - ۶ عزمن بنگیاں - ک - ۷ وو کیسا ٹھار - ک - ۸ ہرن کی دھات جاؤ - ک
۹ خبر بارے کے نمتے بیگ لیاؤ - ک -

گئے سو دیکھنے کوں لوگ[1] یکسر خبر یوں لیایاں[2] واں دیک پھر کر

کہ ہے یک عرش ایسا محل عالی نہیں اس ٹھار کوئی دستا ہے خالی

نہ اس کے[3] کئی بھیتر ہور بہار آدم نہیں تصویر بن (کوئی دکھتا) اس ٹھار آدم

ولیکن دیکھتے ہیں تو بجھا کر دسی واں یک عورت تخت اوپر

نہ جانے آدمی ہے یا پری ہے نہ جانے یا سرگ کی اچھری[4] ہے

ستارا کیا گگن پر تے جھڑیا ہے ویا[5] انبر تے ٹٹ چندر پڑیا ہے

نہ جانے کون ہے ایسی تو ہے وو وو ایسی دھانت سوں بیسی تو ہے وو

ملی آکر سمن بر سوں حقیقت سب سنی اس کا

و دسی دے دلاسا اوس نے اپنے تیں مہربانی

سنی جو[6] وو پری اس حور کی بات سنی وو[7] ماہ جبیوں اس سور کی بات

سو رغبت دیکھنے کوں اُس کری ہیں چلی واں تے وہاں وو گن بھری ویں

ملی اس پھول سوں جا کر کلی وو ملی تس خوب سوں آکر بھلی وو

---

۱ بیگ جاواں ۔ ق ۔ ۲ بگی لیائے دیکھ یاں واں ۔ ق ۔ ۳ کوں کوئی پھرتا ۔ ج ۔ ۴ اپچھری ۔ ھ ۔ ۵ ویا اپرال تے تارا ۔ ق ۔ ۶ وو ماہ جبیوں اس نور ۔ ج ۔ ۷ جیوں وو پری اس حور ۔ ج ۔

دیکھت خوش حال ہوا یکس کے موں یک — لگے احوال پوچھن ہیک سوں ہیک
کہی وو شہ پری اس حور سوں یوں — تو اپنا حال منج سوں بول ہے یوں
اول توں بول یارے کون ہے آپ — توں بیٹی کس کی تیرے کاہے ماباپ
کلی کنولی ہے توں کس کے چمن کی — ہے روشن شمع توں کس انجمن کی
کتنے بے رحم باندیا تج بلو آگ ۱۶۱۰ دیا کن بے کٹر ہر تیرے وینا گ
کیا بچھرا تجے کس کا پرت چھر — لیا کس کی برہ کا درد تج پر
تجے کس بن لگی یہ آہ و زاری — توں ہاری کس بدل صبر و قراری
منجے لگتی ہے توں بھو تج دکھاری — منجے دستی ہے توں وینا گ ماری
سنے کوں ہم سوں کوندی کی سو کر راہ — جلے دل کی جلی وو مار کر آہ
انگارے نین کے دک سوں بجھائی — زباں کوں آگ کی کر جیب اچائی
کہی یو درد کا طومار میرا — درازی میں ہے انبر سار بھیرا

۱؎ دیکھے۔ د۔ ہوئے خوش حال یک کے موں کوں یک لگ۔ ھ۔ ۲؎ تجہ سوں بول ہے تیوں نا چھپا بات۔ د
۳؎ بہترا۔ ا۔ زیر۔ ھ۔ ۴؎ کیا۔ ا۔ پڑا۔ ھ۔ ۵؎ یہ شعر ھ میں زیادہ ہے۔ د میں اس کے مقابل حسب ذیل
شعر ہے۔ تجے کیے آئی ہے ایسی کٹھنائی۔ توں ہاری کیا بدل صبر و شکیبائی۔ ۶؎ توں۔ د۔ ۷؎ بڑی۔ د۔ ۸؎ کوندل کی۔
د۔ ۹؎ انگار انجواں کی لے۔ ا۔ ۱۰؎ کیرا۔ ا۔ ۱۱؎ تجے کن باندیا یا آگ سو بول۔ دیا کن تیرے سر و ینا کسو بول۔

نہ سر ہے ہجر کے غم کا یو نامہ   وَلَو قُلْنَا الے یوم القیامہ
میرا ہے باپ دُک ہور درد مائی   ہے میری بھان غم ہور رنج بھائی
انگیٹی جس کتے میرا چمن ہے   مری جلتی بھٹی سو انجمن ہے
کسی[1] بے رحم ہور نا مہرباں کوں   ہے بہتر جی کھر یا سو سہی کوں
نہ منجہ میں ہور سجناں میں ہے یاری   نہ طالع ہور منجہ میں دوستداری
نہ منجہ میں ہور فلک میں ہے مدارا   نہ سید ھا ہے مرا منجہ سوں ستارا
نہ میرے لال کا منجہ کوں خبر ہے   نہ میرے حال کا منجہ کوں خبر ہے
جو کچھ کے[2] بھی نصیباں کوں کنا ہے   نہیں تو مو سنج[3] لے موں چپ صفا ہے
کنک یار اس روش سوں بھونڈ[4] نہ رو   رکت[5] انجواں سوں کینک تنت موں دھو
دریغی سوں ہزاراں کھول کر لب   کہی گذریا[6] سو اپنا درد غم سب
سنج اس برہ[7] بھوتی سے بکر گئی   بلولا موں کوں دکھ سوں ان نپٹ نیک روئی
سو ایسے میں کنک آمل کو دایاں   لے بچل نیر اس نوں کا مکھ دھلایاں

[1] ک و ھ۔ [2] ہے سو۔ ک۔ [3] مونز۔ ھ۔ [4] دکھ۔ ک و ھ۔ [5] لہو کے آنسوؤں میں۔
[6] ہر حال اپنا ماجرا۔ [7] برہ مار ہے کہ یہ۔ ھ۔

دلا[1] سا دے کہی وو گن بھری وو — محبت کے ارم کی شہ پری وو

تو غم[2] سٹ دے نکو یوں دل فگارا چہ — خدا کے لطف سوں امیدوارا چہ

خوشی تج آج تے دن دن نوی ہے — نکو ڈر توں خدا اُس[3] پر قوی ہے

تو آوے گی اگر میرے نگر کوں — کروں گی کام تیرا ہر ہنر سوں

پریاں اول تے میرے حکم میں ہیں — وو سنتیاں ہور کرتیاں ہیں جو کچہ کہیں

سنجہ[4] توں منج ہوا ہے کام تیرا — ملے تیوں میں کروں گی رام تیرا

سنی یو بات سو وو برھنی دھن — لگیا دل کا کھلیا[5] تیوں کو بھل بن

لگیا یوں اس کے جیو ہور دل کوں راحت — یکا یک غیب تے جیوں آئی دولت

ہوئے خوش حال یو سب چھوڑ کر رنج — کہ جیوں مفلس کے آیا[6] ہات میں گنج

کہی پھر عاجزی سوں اس پری کوں — مروت کے سرگ کی اچھری کوں

منجے اس وقت پر ہو کر سگی بھان — ملا کر پیو سوں منج دے توں جیودان

---

[1] د میں مصرعہ ثانی اول ہے۔ [2] ور دغم سٹ۔ د۔ [3] تج۔ د۔ [4] د میں اس کے مقابل حسب ذیل دو شعر ہیں۔ نہ سٹ سوں میں درنگ پر کام تیرا۔ ملے تیوں میں کروں گی رام تیرا۔ سنج توں منج ہوا ہے کام تیرا دکھاؤں گی تجے کر کام تیرا۔ [5] لگے۔ ج۔ [6] ہات آتا ہے۔ د۔ [7] اچھری۔ ج

تنجے[1] پھر کر سجن سوں آس ملاتوں   اکہ تج زجیو کوں پھر کر جلاتوں

مرے حق ہو تو عیسیٰ ابن مریم   توں میرے زخم کوں دل کے ہو مرہم

بہر حال اس سندر سوں دونوں کر بات   اٹھے ٹیکس کے یک لے ہات میں ہات

دو چنچل شہ پری اچپل سندر کوں   چلی لے کر سنگات اپنے نگر کوں

بہوت عزت سوں اس کوں سنگات لے جا   رکھی[2] اس یک محل میں اپنے دے جا

رہیاں یک ٹھار مل کر دو سہیلیاں   رہیاں گلجوڑ ہو دو دو سہیلیاں

اتھی یک حور دوجی سو پری تھی   دو یک زہرہ تھی دوجی مشتری تھی

ہو آپس میں اپے یک جیو یک دل   رہتیاں تھیاں کھیلتیاں ہنستیاں دونو مل

لکھائی ملک آرائے پریاں کے شاہ کوں نامہ

سو اس محبوس ناحق کوں چھڑا دے کر مہربانی

اگرچہ ظاہرا وو پرستی نار   تھی ہنستی کھیلتی اس سوں مل یک ٹھار

ولے باطن میں کچھ آرام نیں تھا   نپٹ تن[3] روئے دوجا کام نیں تھا

دھنواں ول جل کو جیسیں تل بہار آوے   ترت بارے سوں غم کے اس اڑاوے

---

[1] ک وھ۔ [2] محل میں اس رکھی دے آپنے جا۔ ک۔ [3] جلن۔ ک۔

جو مارے جوش جب دو نین کے ڈینگ — کری پلکھاں کوں سر پوشاں اس پر پینگ
جو جاتا تھا پچھکا پڑ ڈک سوں رخ لال — اکر لے لال کر دکھلائی ور حال
جو لب گرمی سوں غم کی سوک جاوے[1] — سو لب کوں جیب کا خنجر نوک اپڑائے[2]
سمجھنے[3] نا دے کر اس دھات تھی وو — ہو کر جیوں چھپاؤں اسکے ساتھی وو
سو یک دن اس پری کوں یک کرشنا — ولائی بات اپنے درد کی یاد
"کہ کب لگ یا[4] اچھوں اس حال سوں ہیں — بچھڑ کر اپنے دل کے لال سوں ہیں
کدھاں لگ ہیں اچھوں اس دھات روتی — انجو انجھیاں کی انکھیاں ہیں جروتی
اچھوں[5] میں کو تلک روتی بلکتی — اچھر دکھ کے سینے پر کسوں لکھتی
کتا ہیں عشق کوں دل ہیں کھوں اب — تری زلفاں کی سوں ہیں پنجہ میں کچہ تا"
یوں سن کر تب اس کوں پھر آکر — کہی منشی کے تئیں اپنے بلا کر
"پریاں کے شاہ کوں لکھ ایک نامہ — نزت کر مشک سوں تر بیگ[6] خامہ
کہ یک کئی شاہزادہ اس طرف کا — ہیں[7] خاکیاں منے عز و شرف کا

---

۱ سک کوں جب جائے۔ ا و ج۔ ۲ سکی سو جیب کا خنجر ٹک اپڑ لیائے۔ ج و ا۔ ۳ سبھ نا دیکھ۔ ق ا ه۔ ۴ یوں۔ ه۔ ۵ ق و ه۔ ۶ خشک۔ ه۔ ریگ۔ ا۔ ۷ وو ہے۔ ه۔

اناپچھینتے[1] اُورجاکر پڑیا ہے پریاں کے بندمیں وو سنپڑیا ہے
تفحص کرکہ اس کہ بھیجو تو اس ٹھار (ادھر) محبت کا ہوئے گا تازہ گلزار
دبیراس دھات کی لے کر زبانی کیا کافور پر عنبر فشانی
طبیعت سوں لکھا تقریر تازہ کیا مقصود کا تحریر تازہ
سنجھل صفحے اپر سطراں دیکھے یوں کہ زلفاں مہ رخاں کے[2] رخ پہ ہی جیوں
دکھایا کر عجائب کار باراں دریا پر[3] دود کے کئی کئی پہاڑاں
کیا سوختہ وو نامے کوں دانا دے یک دانے[4] کے ہت کیتی روانا
پریاں کے شاہ کوں اپڑا سو فرماں ۱۷۷۰ دیا فرماں کوں جب تھا سوں ملماں
چھڑاکر ملک آرا کے شہر کوں بھیج دے شہ کے
دیا سنگات پریاں کوں........ بر جانگہ بانی
دیکہ اپنا اس میں ہے کر سو دسارا سیتیا نامے کرا مقصود سارا
کیا لوگاں کوں اپنے حکم وو راج کہ پیدا ہر سند اس کوں کرو آج

---

[1] اناچھینی۔ ک۔ انا چھیتے۔ انا چھیتی۔ ھ۔ [2] موں۔ ک۔ [3] دریا دود کے لکی کے لہاراں۔ ا۔ [4] شانے۔ ک۔ قاصد۔ ھ۔

وو ہے[1] کیں ملک آرا کا قرابت　　　بہوت دھرتی ہے کیں اس پر محبت
کہ عاشق ہے کیں اس کی بھان کا وو　　　کنول ہے کیں کتے اس بھان کا وو
وو لوگاں جو اشتار[2] شاہ سوں پائے　　　سمن کے اس جزیرے سوں اچا لیائے
نظر شہ زادے پر شہ کی پڑی سو　　　تکیا کہنے کوں یوں حیران ہو وو
یو سکہ ہور یو صورت عجب ہے　　　جو کچھ اچھنا سو خوبی اس میں سب ہے
یو اچھا شکل ہور[3] نیکا شمائل　　　پریاں ہونا نہ کیوں دیکھ اس پو مائل
یو نادر حسن ہور یو قدرتی نور　　　بھلے تو کیا عجب تس دیک کر حور
ہوا معلوم عالم یک طرف ہے　　　سہادے میں یو آدم یک طرف ہے
بہت تعظیم سوں اس کوں بلایا　　　محبت سوں بلا کر بیسلایا
ملک زادے کرا نزدیک تے موں　　　شہنشہ دیکھتا ہے تو کرم سوں
رہی ہے زرد ہو کر رخ کی لالی　　　رنگا رنگ عشق کی دستی ہے جالی
رہے ہیں ہوا دھر خشک و نین تر　　　محبت سوں لیا ہے بحر ہور بر
بڑا کئی اس کوں عاشق ہے کر بوج　　　نبر سوں جگ کی تس کوں نے خبر بوج

۱؎ وو ہیگا۔ ھ۔ ۲؎ نکت۔ ج۔ ۳؎ اچھنا۔ ک۔

کیا اے عشق کی جنت کے رضواں　　　توں ہے کس حور کی خاطر پریشاں

توں اپنا رنج منج دھر کھول کر بول　　　توں رنج پایا ہے کس تے سر بسر بول

اکیلا یوں تجے پر سے ہیں سٹ کر　　　رہی سو کون ہے وو نار سندر

کنے یو زلف کا تجہ گل میں ڈالیا دام　　　دیتی ہے تلخ اپنے ہجر کا جام

تجے کرنے دیوانا ہو کو آڑی[1]　　　۱۷۹۰ پرت کی کوں یوں لیتی ہیں باڑی

پرت[2] انپڑیا ہے تج کس چھند بھر کا　　　لگیا آسیب تج کوں کس پری کا

پرت کے جوش کوں دل میں سک دآب　　　دیکھ[3] رخسار کوں گلزار کے آب

کیا وو بھید کوں بول[4] اے شاہ عالم　　　چمن تازہ[5] اچھو تج شاہ[6] کا جم

مرے دل کا ہے رکھ[7] یو جیو پکڑ کر　　　نہ آتے[8] ہات سوں کس کے اوکھڑ کر

پرت کا ناگ کیا کوں منج لڑیا سو　　　کہوں کیا زہر برہے کا چڑیا سو

ہوا پردیس منج پر دیس میرا　　　ہوا ہے نس[9] تے کالا دیس میرا

ڈبیا ہے عشق کے سمدور میں دل　　　محبت کا پڑیا ہے بند میں مشکل

۱؎ دیوانا تج کوں کرتی۔ د۔ ۲؎ شراب۔ ج۔ ۳؎ دو کر رخسار کے گلزار کوں آب۔ د۔ ۴؎ اس کوں کہ اے جم۔ ج۔ ۵؎ سبزہ۔ د۔ ۶؎ حکم۔ ھ۔ ۷؎ کرے ہے یوں مرا سب حال ابتر۔ د۔ ۸؎ رات کے سر۔ ج۔ ۹؎ رکھ۔ د۔

سمن بر یک کہتے سو ہے دلارام | لے کر گئی ہے وو میرے دل تے آرام
(کہتے)

کدھر ہے کی نہ جانوں وو سہیلی | چتر چنچل موہن مورت چھبیلی

نین کے ناد اس کی نت ہوں حیراں | ہوں[1] اس کی زلف کے نمنے پریشاں

دہن نمنے ہے اس کے دل مرا تنگ | ہے اس کے تل سوں میرا[2] روز ہم رنگ

کروں کیا میں ہے صد ہیہات ہیہات | نہ میری اختیاری ہے مری بات

اگر کچھ اختیار اس ٹھار ہوتا | تو[3] نس دن کاہے کوں اس دھار روتا

ایس اس شمع پر پروانہ کرتا | میں اپنے جیو کا پروانہ کرتا

کیا وو شاہ شہزادے سوں پھریوں | حقیقت سن کو بولیا اس دھریوں

نکو[4] مخمول اچھ یوں اے سجائی | نکو کر لہو کوں اپنے دکھ سوں پانی

سنا دکھ سوں نکو لے چھوڑ اپنا | نہ کو[5] جینے سوں لے مکھ موڑ اپنا
(سینہ دکھ)

نکو یوں گھابرا ہوا اے گیانی | سنیا ہوں یک خبر ہیں آسمانی

کہ وو تیری پرت[6] کی ہیم پیاری | اہے بیگچ تج سوں ملنے ہاری
(جلد ہی)

---

۱ ہوا ہوں۔ ج۔ ۲ زرد ہے رنگ۔ ج۔ ۳ کہوں ہیں۔ د۔ ۴ د و ھ۔ ۵ ستم سوں دل نکو لے توڑ۔ د۔ ۶ پرم۔ ج۔

پڑی سو کان میں یو بات اس کے　　رہی نیں اختیاری ہات اس کے
تحیر کا دریا آیا ابل کر　　پڑیا حیرت کے بھنور میں پھسل[۱] کر
کیا یارب وو طالع کاں ہیں منجکوں　　جو دیکھوں پھر کو میں اس چاند کا موں
مرے[۲] وو بخت کاں ہیں جو پھر اس پانوں　　جو دیکھوں وو مبارک اس کے ہیں پانوں
مرے بختاں کا نیں منج کوں پتارا　　جو ہووے دل پھوٹیا سو[۳] پھر کو سارا
دلاسے سوں دل اس کا تشنہ ہور تنگ　　کیا واں تے روانا معذرت منگ
مبادا ہووے کر بھی اس اپر گھات　　دیا کیتیک پریاں کوں اس کے سنگات
چلیاں وو واں تے رات لے کر　　اڑیاں اس گل کوں ہاتے ہات لے کر
دسیا یوں مل پریاں گئے سات وو جاں　　سواری[۴] جیوں کے نکلے ہے سلیماں

جب آیا زیب و زینت سوں محل میں ملک آرا کے
دیکھ اس کی شکل و صورت کوں خوشی یک دل منے آئی

بہر حال اس روش کے زیب و فر سوں　　جو اپڑے ملک آرا کے نگر کوں

۱؎ نکل ۔ ج ۔ ۲؎ نصیباں کاں ہے وو ۔ ھ و ج ۔ ۳؎ پھر کو سنیا سو یو سارا ۔ ق ۔ ۴؎ ہوا پر جیوں کہ جاتے ہیں سلیماں ۔ ق ۔

انھا اس شہر کے نزدیک یک باغ ارم کے دل پو تھا اس باغ سوں داغ
جو[1] چل کر آئے تھے سو باٹ ساری انزواں ماندگی ساری اتاری
خوشی کی سن خبر وو ملک آرا سنگار[2] اپنا سر اسر شہر سارا
بلا لانے مبارک اس ہما کوں کری اپنے روانا پیشوا کوں
رہیا تھا شاہزادہ ٹھار کر جان تجمل[3] سوں گیا وو پیشوا واں
نظر اس کی پڑا جوں شاہزادہ تزنگ پرتے اوتر کر ہو پیادا
ادب سوں ہو اتنگے تسلیم کیتیا ہو ہدہد عیش کا پیغام دیتیا
نوازش سوں پریاں کوں پھر کو بھورا[4] محل[5] میں شاہزادے کوں بلائے
بہوت حرمت[6] سوں شہزادے کوں دجا رکھے عشرت[7] کی یک جاپو لے جا
دو عاشق عشق کا ناسوس سک سوز اچھے[8] اس موہنی کوں دیکھنے روز
چنچل پی دیکھ اس اپیس دکھانے دھنڈی دل میں ہر یک تل نل بہانے
سینے چلتے تھے دن کوں ہو کو آوا برہ کی رات کوں دانیں[9] اوچاوا

[1] جاکر۔ ج۔ [2] رنگار نگ۔ ج۔ [3] کے بڑے غوغے سوں آیا۔ ج۔ بڑے غل سے۔ ھ۔ [4] بھولائے۔ ا۔ [5] نگر۔ د۔ [6] عشرت۔ ج۔ [7] حرمت۔ ج [8] بچھی۔ د۔ جبی۔ ھ۔ [9] وانے۔ د۔

نہ تھی دونوں میں کچ ذرا صبوری　　دونو کے حق پہ تھی ہو زہر دوری
پرت کی آ کو دونو کو الالی　　بکس تے ٹیک تھے ملنے اوتالی
لگیا ہے بار کوں جس یار کا دھیان　　لگیا ہے جس کے تئیں دیدار کا دھیان
کہاں دل کوں اچھے گا اس کے راحت　　کہاں اس جیو کوں سجنتے فراغت
ہوا دو دھر تے دکھ اول تے دھورا[1]　　لگی جھکنے کوں برھے سات پورا
لگے[2] ہوگی جسے جس سات[3] یاری　　لگی ہو گی پرت جس کوں پیاری
خوشی سو جیوں[4] دو سو ھور جاگے　　اسے ان پانی[5] کیونکر خوب لاگے
پریشاں جس کرے یوں عشق پھر پھر　　اچھے کس دھات وو مجموع خاطر

بچا لیا ملک آرا نے خدا کا شکر یک ازل تے؟
بھلی ساعت منے آکر ملے وو عاشق جانی

یکایک جیوں سعادت کا دن آیا ۱۸۴۰　　نشانیاں سعدیت کی سات لیایا
ہوا سورج کے منتے جگ نورانا　　سٹیا پھر طرح تازہ لیاز مانا

سعادت / لایا / ڈالا

---

[1] دورا۔ ا۔ [2] لگی ہوئے گی۔ ھ و ج۔ [3] ساتھ۔ ج۔ [4] دل خوش اچھنے کیوں خوش آگا۔ ج۔ [5] ھور پانی کیونکہ بھاگا۔ ج۔

جو دھرتا تھا سو کج رفتار اپنا — دیا سٹ گنبدے دوار اپنا
خدا کے فیض کی تاثیر تے آ — ملے دو یار وو دو دو جھیر تے آ
لگیا مینہ فیض کا بادل تے پڑنے — لگی رحمت کی پھوئیں اوپر تے جھڑنے
کھلے جگ میں خوشی کے پھول سارے — سعادت کے ملے یک ٹھار تارے
دنیا سر تے نوا پھر رنگ رس پائی — جوانی تے نکل جلوے منے آئی
اتم امرت گھڑی دیکھ یک موافق — ترڑکے کا وقت دیکھ ہور صبح صادق
ملے وو عاشق و معشوق دو جب — جگت یک دھر تے پھر تازا ہوا سب
ملی یوں شہ کوں وو خوبان عالم — سلیماں کوں ملیا جیوں پھر کو خاتم
ملیا یوں اس چنچل کوں وو سو گیانی ۱۸۵۰ زلیخا کوں ملی جیوں پھر جوانی
ملی[2] اس خوب سوں اس وقت وو خوب — کہ جیوں بینائی پھر کر پائے یعقوب
ملی اس جان سیتی یوں وو جاناں — خضر کے تئیں ملیا جوں آب حیواں
یوں آیا وصل کا اس دھن[3] کوں دولت — ملیا ایوب کوں جیوں وقت صحت
دو مل دو تن رہے یوں یک دل ہو — نین دیکھن[4] میں یک دستے ہیں جیوں دو

---

۱ جیو کی ہمدم۔ ھ۔ ۲ ملیا۔ ا۔ ۳ دونو۔ ج۔ ۴ دیکھنے۔ د۔

دو دونو ایک ہو یوں رہے تھے نا بہانک[1] انکھی پتلی سوں جیوں پتلی سوں ہے انک

یکس سوں ایک پل کر رہ تھے اس دہات موں نین جیوں جیب ہور جیو جیب میں بات

نہ ہے اس دہات سوں[2] وو خوش ہو دونو اتھے یوں وو محبت کیش دونو

دیکھت یو حال ملک آرا ہو دل شاد[3] دل و جاں سوں خدا کا حمد کر یاد

ہوی سو یو دنیا میں یادگاری دوگانہ شکر سوں[4] حق کا گذاری

لکھائی ملک آرا تے دونو کے شاہ کوں کاغذ

ملے حق کے کرم تے پھر تمارے نور چشمانی

وو امرت گن کی پرابکار موہن ۱۸۶۰ کتک دن رکہ کو دونو کوں الپس کن

منگنی کرنے کوں جو یو بات ظاہر کہ جیوں عالم پو ہتے[5] دن رات ظاہر

دو رخ زر حل کرے سو دیک کاغذ لیکر نگیں خطائی ایک کاغذ

شہانے ہر تیے سوں درج کر بات لکھی ماں باپ کوں دونو کے اس دہات

بحمد اللہ کہ جگ ہے آج تازا زمانہ پھر کیا ہے ساز تازا

جدھر دیکھے ادھر خوبی کی صف ہے جہاں میں عیش عشرت ہر طرف ہے

---

[1] پا بہاک ۔ ا ۔ [2] یوں دو خویش ۔ ج ۔ [3] ہوکر شاد ۔ ج ۔ [4] کا ۔ ج ۔ [5] ہوا ۔ ا ۔

تمارے جو گئے تھے نور دیدے — پڑے تھے جو تمن تے دور دیدے

دعا گو میں حقیقی ہوں تماری — کنواریاں ہیں بھنی ہو یک کنواری

جو کچھ کرنے کی تھی تدبیر کیتی — ملانے کوں نہیں تقصیر کیتی

اگر فرمانگے تو بھیجوں گی اس بھار — دیکھو بارے بکس کا ایک دیدار

حقیقت یک تمام اول سوں آخر — دعا سوں ختم کر اس دھات سوں پھر

جھلکتا ہے سُرج کا تاج جو لگ — اچھو ہوتے تمن گھر کاج تو لگ

محبت کے بیاں لکھ اس سند سوں — روانا ویں کری مصر و عجم کوں

گیا جوں اس شہاں کے وو قاصد — دونوں شاہاں اپس کا پا کو مقاصد

وو نامے لیکر اس کن تے اپس ہات — ہوئے خوش حال اس کوں دیکھ اس دھات

ہوئے اس دھات سن وو بات محظوظ — کہی نا جائے ویسی دھات محفوظ

اُسے سن یوں ہوئے خوش اپنے من میں — سما نا تن نہ تھا اس پیرہن میں

کری سو دیکھ کر ایکبار بھو تیج — ہو ملک آرا کے منت وار بھو تیج

(بہت ہی)

۱ے وخالف ہو۔ ا۔ ۲ے فرمانگے۔ ج۔ ۳ے جو ہوتا ہے کنول کا کاج تو لگ۔ ب۔ ۴ے رقم۔ ا۔ ۵ے وو دو نوشہ سو پا اس کا۔ ج۔ ۶ے ج۔ ۷ے بھلے خوش ہو کو۔ ج۔ ۸ے بھوتی۔ ھ۔

جواب نامہ شاہاں کا جو اپڑیا ملک آرا کوں

اسی عنواں تے دونوکوں کری شہرال کو بھورانی

محبت کوں اپس کے دل میں ورّاہ — لکھے یوں اس کوں پھیر کر دو دو نوشا
کہ جو لگ چرخ کے محبوب کے[1] دھات[2] — ہے لال چھپے شفق[3] مہندی کری سات[4]
سہاتا کہکشاں کا ہار جو[5] لگ — گلے کے ہار کا سنگار ہے لگ
ثریا کا ہے جو لگ[6] موی بندے — ہے تارے جو تلک قوس قزح کے
فلک کا تخت ہے لگ آبنوسی — نو ہے چندر کی ہے لگ نو عروسی
گگن کی سیج پر کر پھول تارے — چڑہاں لگ رات کی مالن پیارے
اچھو تو لگ تجے عصمت ہمیشہ — خدا تیری[7] رکھے عفت ہمیشہ
نوازش نامہ بھیجی[8] سو کرم سوں — سراسر لکھ محبت کے قلم سوں
سعادت کی گھڑی میں اپڑیا دو — یک یک بازو ہو[9] شادی سوں دودو
پڑیا سوں نین تل وو عیش کا نور — ہوا اندکار غم کا دل تے سب دور

۱؎ کا - د - ۲؎ دھات - ج - ۳؎ فلک - ج - ۴؎ ہاتا - ج - ۵؎ ہے - ج - ۶؎ جب - ھ
۷؎ تیرا - ج - ۸؎ بھیجے سو کر - ج - ۹؎ از د

سیاہی ہور سفیدی اس کی تھی یوں سہاتا ہے میں پنم کا چاند ہے تیوں

دستے یوں لفظ میں معنی ہو پنہاں کہ جوں ظلمات میں ہے آب حیواں

محبت کے ابالاں کا وو[1] سمدور خوشی کے تھا جوا ہر سات بھرپور

تمن سوں وو ہے اب امیدواری محباں پر محبت دھر کو بھاری

مدد شہزادے کوں دے کر سب دل دسے کر سنگات لشکر کا اسے بل

کرو اس ملک پر اس کوں روانا جو شہ واں کا رہیا تھا ہو دوانا

ڈبایا تھا جو وو دے غفلت اس کوں جو مارا تھا جسے بے نسبت اس کوں

کرینگے یو تو نیکی ہے تمھاری ابد ہے لگ رہے گی یادگاری

رہے خوبی ستی توں جگ میں مشہور رہو نیکی سوں جو لگ چاند ہے سور

شہاں نامے کوں پھر بھیجے لکھ اس[2] دھات بھی کیتے وہاں کے تحفے دے[3] سنگات

وو نامہ جوں انپڑیا اس پری کوں اتم[5] اس پاک دامن گن بھری کوں

اسی دھاتوں دے کر سنگات لشکر کری اس کوں روانا اس ملک پر

---

[1] ہو - او ج - [2] اگر اس دھات د - [3] دئے سات - ج - [4] پھر انپڑیا سو وو نامہ - د - [5] محبت کے گگن کی مشتری کوں - د - عہ دیں - ک عہ - د و ک

بڑے بک ہاتہوے ہور شور و شر سوں　　جو نکلے ملک آرا کے نگر سوں
بہر حال اس نگر کوں اپس پا نپڑائے　　وہاں کے لوگ سن کر سامنے آئے
وزیراں مل اطاعت آکرے سب　　ادب سوں ٹیک بیک پیر تھیں دھرے سب
مقرر کر اس اوپر پادشاہی　　پھرائے ملک میں اس کی دھائی
خوشی کے طبل سب جا گیے بجائے　　خوشی کا سب کوں آوازا سنائے
لگا خوش ہوئی باتے ٹھیش کے پان　　لکھے چاروں طرف شادی کے فرماں
عدالت کار کہ اپنے سیس پر تاج　　فراغت سوں سدا کرتا رہیا راج
یو قصہ شاہ کے دھر بول زاہد　　پو موتیاں ان بندی سب دل زاہد
بہوت کچ شاہ سوں پایا نوازش　　کیا مل دین و دنیا سوں وو سازش
ہوے جس دھا سوں وو غم تے آزاد　　خدا سب کا کرو اس دھا دل شاد
منجے دو جگ میں اد توں آبروئی　　بحال من نکوئی کن نکوئی

ا وہیلے ۔ ھ ۔ ۲ شہر ۔ ج وب ۔ ۳ ورائی ۔ ھ وب ۴ اور باجے ۔ ھ ۔
۵ عشرت سوں ۔ ج ۔ ۶ کر یا دین و دنیا سوں ملکے سازش ۔ ج ۔ وب ۷
رکھو ۔ ک ۔ ا ۔ ب ۔ب

الٰہی گھن پو زہرا کا جاں لگ نور رہے نت لگ
اچھو یو پھول سب بن میں شگفتہ ہور خندانی

درود اول نبی پر بھیج کر میں   مرتب اس حکایت کوں کیا میں
سچا پن سو نبی پر ہے مسلّم   سنیا تیوں میں کیا واللہ اعلم
جو کئی صنعت سمجھتا ہے سو گیانی   وہی سمجھے مری یو نکتہ دانی
وہی سمجھے سمج ہے جن کوں کچھ بات   جو میں باندیا ہوں یو صنعت سوابیات
ہنر کوئی دکھائے سو دکھایا   صنائع ایک کم چالیس لایا
ہر ایک[1] مصرعہ اوپر ہو کر بجد خوب   رکھا میں قافیہ لا مستند خوب
بندھا ہر حرف سیں یوں میں قرینہ   بوجھے سچ مچ یہ صنعت کا نگینہ
دکھایا میں ہنر کر سب کوں ہلکا   صنعت کیتا ہوں شصت و ششں مجمل کا
رکھیا میں مثنوی اونچی یو اس دھات   سکت نیں کس کوں اینڈا[2] نے وہاں ہات
ولے استاد سوں تشبیہ دیتا   چلی سو بات کوں میں نظم کیتا
مری ہے نظم میں انشا کے[3] دھاتاں   اہے انشا کے دھاتاں ہور باتاں

[1] یہ اور بعد کا شعر م سے منقول ہے۔ [2] اینڈائے۔ اوب [3] انشا۔ ج ول۔ عد ب نولا وا

غزل کا مرتبہ گرچہ اول ہے ولے ہر بیت میرا یک غزل ہے
غزل گر نیں کہے تو نیں ہے خامی[1] جو کچ بولے سو ہے ظاہر نظامی[2]
غزل نیں طوس کے استاد کوں ٹیک ہزار ازھا کو "شہنامے" منے[3] دیک
حضوریاں[4] میں اگر منج سلک اچھتا گہر ریز اس تے میرا کلک اچھتا
فراغت اس تے گر ٹک منج کوں ہوتا لے موتیاں خوب میں اس تے پروتا
بڑیاں کے ناد اچھتا تو بڑا پن مسیحا کا دکھاتا بات میں فن
زمانا نا سمج کر قدر میرا بچھایا[5] بابیدلی سوں صدر میرا
بزرگی کیا سبب چپ کیے[6] یوں لینا کہ سن کر دیو ینگے ہر کوئی جھینا
رتن[7] اپنے صفت کیے نت نکو رول ہنر کچ[8] شعر کا سمجا ہے تیوں بول
اگرچہ شاعری کا فن ہے عالی ولے کیا کام آوے بات خالی
کہے[9] ہیں شعر کوں کر خیر و حکمت کہ یو ہے شرط کچھ ہونا نصیحت
اول بارے نصیحت اس میں اچھنا نصیحت نیں تو صنعت اس میں اچھنا

---

[1] خاطر۔ا۔ [2] وو خاطر۔ا۔ [3] سول۔ بولا۔ ق۔ [4] ھ و ا۔ ندارد۔ [5] ا میں یہ لفظ چھوٹ گیا ہے۔
[6] کلینا۔ ج۔ [7] یچیں۔ ج [8] کے۔ا۔ [9] صرف ھ۔

جو[1] دو فن اس میں نیں تو ہیچ ہے سب   نہیں وو شعر بے جا ہیچ ہے سب
اوسی تے طبع میرا نیں قبولیا   جو کچ بولیا سو سب یک بار بھولیا[2]
منجے گر شعر پر رغبت جو اچھتا   ہزاراں سو بچ بیتیاں لکھ[3] کو اچھتا
اچھے[4] انشا پو میرا میل دائم   طبیعت کوں میری ہے حظ ملائم
سچ ہر کس کوں میرا طبع ہونا   نگر میں یک دکھایا ہوں نمونا
نہیں وو کیا کروں فیروز استاد   کہ دیتا شاعری کا کچ مراد اد
اہے صد حیف جو نیں سید محمود   کتے پانی کوں پانی دودکوں دود
نہیں اس وقت پر وو شیخ احمد   سخن کا دیکھتے پاندیا سو میں سیاد
حسن شوقی اگر ہوتا تو الحال   ہزاراں بھیجتا رحمت منج اپرال
اچھے تو دیکھتا ملا خیالی   یو میں پڑھتا[5] ہوں سو بیتا کمالی
اچھے گا جس منے ایمان کا بو   نہ ہوسے داستاں[6] سن کر زنش رو
کیا ہوں میں سو یو گت شعر کا ہے   کنا سچ جھوٹ سفت[7] شعر کا ہے

۱ یو ۔ ا ۔ ۲ بولا ۔ ھ ۔ ۳ لے کر ۔ ج ۔ ۴ مراہت نثر او پر میل دائم ۔ ھ ۔ ۵ پڑھتا ۔ ک ۔
۶ رشک سوں ۔ ج ۔ ۷ سبقت ۔ ا و ج ۔ صنعت ۔ ھ ۔

یو باتاں بولتے تو مست تھا میں　　تکلف بات کا مستاں اپر نیں

رکھو[1] معذور نا کر دل کو بھاری　　قلم کے ہات تھی سب اختیاری

نہ کر ابن نشاطی خود نمائی　　سٹے ہیں یاں ہمایاں سب بجائی

صفت میں "پھول بن" کی کر تبسم　　سٹیا تازی غزل کا یک ترنم

اہے تازا چمن پیوستہ میرا ۱۹۵۰ شگفتہ ہے سدا گلدستہ میرا

لطافت میں ہے جیوں خوباں کی ابرو　　ہر یک مصراع جو ہے برجستہ میرا

دیا ہے جگ کوں رونق یک طرف تے　　ہے یو بازار جو دو رستہ میرا

بہوت خون جگر کھا کو کھلیا گل　　کلی تمنے جو تھا فن[2] بستہ میرا

کرم سوں حق کے پایا آج راحت　　فلک سوں تھا جو خاطر خستہ میرا

کرے کیا شکر کوئی حق کے کرم کا　　نہیں بھرنے[3] سکت یاں دم کسی کا

اگر تن پر کے جو ہر یک ہے رواں　　دو ہر یک رواں کوں سو سو کر ہو مو ل

ازل تے تا ابد نا صبر یک چھن　　کرے تو ل کو عالم شکر نس دن

---

[1] ا میں الفاظ "رکھو معذور" چھوٹ گئے ہیں۔ [2] بر۔ ا۔ [3] بھرتے۔ ج

نہ کرنے تو بی آگا شکر اس کا — کرے نا جا[1] سے تو بھی شکر اس کا
الٰہی دے[2] تو منج بندے کوں توفیق — کروں تج شکر کے نکتے کوں تحقیق
توں اپنے شکر سوں معمور کر دل — توں اپنے شکر کی دے منج کوں منزل
سراسر[3] شکر کی وے بات منج کوں — دے تیرا شکر لکھنے ہات منج کوں
ہزاراں شکر یو تازا حکایت — سرانجامی کرا پایا سعادت
ہزاراں شکر یو قصہ ہنر کا — منتہائی میں[4] لیا جاگا شکر کا
ہزاراں[5] شکر میری بات کے پھول — پڑے خدمت میں استاداں کے مقبول
ہزاراں شکر یو میری عبارت — فہم واراں کے دیتی دل کوں راحت
ہزاراں شکر میری طبع کا فن — ہوا سورج کے نمنے جگ پہ روشن
ہزاراں شکر میرے ذوق کا کام — ہنر مندی سوں پایا تو یو اتمام
کیا سو ابتدا یک ماہ رجب — کیا لیتاں اپنڑ پا عید کو سب
یو پھل بن تین مہینے لگ لگایا — پنم کا چاند ہو پورا تو آیا

---

[1] تو بی جاگا ۔ ج۔ و۔ ب۔ [2] بہادے توں۔ ا۔ [3] ھ: مصرعہ اولی ثانی۔ [4] سوں۔ ا

[5] ھ میں ہر جگہ ہزاروں درج ہے۔

سو شفقت سوں بہو دل لھو ہوا پر — کتک دن کوں دیسا یو مشک ہو کر
گفت میں آئے[1] سو یک بار بتیاں — ہے ستراسو یو دو بیس چار بتیاں
اچھو یو وو مبارک پھول بن وو — نظر میں جم اچھو شہ کی چمن یو
اونوں[2] پر بھی ہوئے دائم مبارک — جو کئی اس بات کی دھرتا ہے بارک
لکھن[3] ہاریاں کے تئیں بخشے سعادت — دیوے دائم پڑن ہاریاں کو راحت
مسلماناں سو یو امید ہے مجھ — سخنداناں سو یوں امید ہے مجھ
کرینگے جو میرا یو پھول بن سیر — کہو یک بار[4] گی کر عاقبت خیر
کیا میں ختم حاتم کے کرم سوں — محمد[5] مصطفےٰ مولی العجم سوں

تمت

---

[1] ا - ندارد - ھ میں اس کی بجائے ذیل کا شعر ہے - گنا جب میں یہ بتیاں پھول بن کیا۔ ہویاں انیس سو ایکیس بتیاں۔

[2] از ھ - [3] پڑیاں ہار یاں - ج - فہم داراں - د - ۵ میں مصرعہ ثانی اول ہے - [4] پڑے مجھ حق میں ایک دم فاتحہ خیر